اوم ہمیں ایسی شکشا و ودیا اُنّتی کا سچا مارگ دکھا سکیں اور بال برہمچاری رہ کر وِدوان بن سکیں

اُنّتی کا کیندر

ارتھات

برہمچریہ آشرم

جس میں دلیل۔ ثبوت۔ واقعات۔ درشٹانت۔ النکار اور وید شاستر
اور مشرقی و مغربی ودوانوں کی اعلےٰ تصانیف کے اقتباسات سے
برہمچریہ آشرم کی فضیلت اور گوروکل کے طریق تعلیم پر بحث کیگئی ہے
اور موجودہ مغربی تعلیم کی حقیقت واضح کرتے ہوئے جتایا گیا ہے کہ
کسی قسم کی بھی ترقی ممکن نہیں جب تک برہمچریہ برت کا پالن
کرتے ہوئے سچّی وِدّیا پراپت نہ کی جائے

مصنّف

ماسٹر ڈلچند داس رام نگری ریٹائرڈ پنشنر

۱۹۱۱ء

بار اول ہندوستان سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ بوٹا رام پرنٹر چھپی
تعداد جلد ۲۰۰۰ قیمت فی جلد ۸/

بھارت پستکالہ لاہور

سے آریہ سماجک ویدک دھرم سمبندھی ہر طرح
کی کتب اردو۔ انگریزی ہندی سنسکرت۔ گورمکھی وغیرہ
میں باکفایت مل سکتی ہیں۔ بیرونجات کے بھائی آرڈر دیکر
کتب منگوا سکتے ہیں۔ سٹاک میں موجود نہ
ہونے والی کتب بھی دوسری جگہ سے
منگوا دیجاتی ہے۔

تمام خط وکتابت ہو

بنام

منیجر

بھارت پستکالیہ واقعہ آریہ ہوٹل لاہور

پہلی فصل

اونتی کے لئے جدوجہد اور اُس کا نتیجہ

اگر کوئی بُدھی مان اور تجربہ کار سیّاح ہمّت کر کے ایک مرتبہ اس کُل بھوگول میں گشت کرے۔ مختلف حصہ جات کے لوگوں کے ظاہری صورت شکل خط وخال کو بغور دیکھے۔ ساتھ ہی اُن کے اندرونی حالات اور ملکی، مجلسی، مذہبی ہر طرح کی تحریکوں کا فوٹو بھی اپنے اندر کھینچ جاوے۔ اور بعد اس تمام چکّر کے ایک ایکانت استھان میں بیٹھکر اس پر باریکی سے غور کرے۔ تو اس فوٹو کی وچترتا پر عجیب وغریب محسوسات سے وہ اپنے دل کو بھرا پائیگا۔ منش ماتر کے اندر ہر پہلو میں اس قدر تقسیم اور فرق موجود ہوگا۔ کہ اُسے کسی مقرر ا ور محدود صورت میں بیان کرنے کے لئے نہ اُس کا وسیع تجربہ کام دیگا۔ نہ باریک بین عقل۔ نہ زباندانی نہ مضمون نویسی۔ بیان کرنا تو درکنار محض غور کرنے سے دماغ کا چکرانا لازمی امر ہے۔ مگر باوجود اس قدر وسیع اختلاف کے وہ یہ معلوم کر کے نہائت ہرش کو پراپت ہوگا۔ کہ ایک مہان اور اُچیہ اصول پھر بھی ایسا ہے۔ جو ان سب اختلافات کی تہ میں ایک جیسا کام کر رہا ہے۔ دُکھ سے بچنا۔ سُکھ کو پانا۔ یا تنزّل سے عروج کو جانا وہ اصول اُدیش ہے۔ جو شخصی اور مجموعی ہر تحریک کا بنیادی محرک ہے۔ انسان کسی مُلک میں ہوں۔ اُن کے رسم ورواج چال ڈھال کیسے ہی مختلف ہوں۔ انسٹی ٹیوشن خواہ کتنے ہی مختلف اغراض اور مختلف قواعد وطریقوں سے جاری ہوں۔ سب میں کسی نہ کسی پیرایہ میں اس اصول کا اظہار ہوتا ہے۔ گویا دُنیا روپی مشین میں ساری حرکت کی چابی یہی ہے۔ یا یوں کہو کہ جو کچھ مَنش ماتر میں وچار اور عمل ہے۔ وہ محض اس ترقی کے سادھنوں کی تاویل ہے ایک شخص خاص خیالات۔ خاص حالات اور خاص تجربات میں کام کرتا ہوا دوسرے شخص یا دوسری سوسائٹی کو کسی عمل کا استعمال

یا بیوقوفی اور پاگل پن کی حرکت کہہ سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی ممکن ذریعے سے وہی شخص ہر طرح پر ہُو بہو اس دوسرے شخص یا شخصوں کی پوزیشن میں رکھا جا سکے۔ تو اُسے وہی عمل معقول اور مفید معلوم ہوگا اور وہ کہیگا کہ میں یہ کام فلاں ہانی سے بچنے اور فلاں لابھ پانے کے لئے کرتا ہوں +

کُل بھوگوں کو چھوڑ دو۔ ذرا اس دیش کی ہی حالت دیکھو۔ وہ کون زمانہ ہے جس میں بلا لحاظ اس کے کہ نتیجہ کیا ہوا جدوجہد جاری نہیں رہی۔ لیکن ہمیں گذشتہ سے غرض نہیں۔ موجودہ حالت ہی صاف جتاتی ہے کہ حرکت غیر معمولی طور پر ہو رہی ہے۔ ایک کٹھ پُتلی جس طرح ایک اندرونی پوشیدہ تار کے ذریعے ناچتی ہے۔ اُسی طرح اپنے اپنے سنسکاروں کی ڈوری سے حرکت پاتا ہوا انسان یہاں کودتا پھرتا ہے۔ ایک مشرق کو دوڑتا ہے۔ تو دوسرا مغرب کو۔ ایک شمال کو تو دوسرا جنوب کو۔ ایک اُن میں سے اصل منزل مقصود سے خواہ کتنا ہی دُور ہو رہا ہو۔ مگر اپنی دُھن میں مست وہ دوسرے شخص سے کم یقین اپنی منزل مقصود کی نزدیکی کا نہیں رکھتا۔ ایسا ہی سوسائٹیاں خواہ کسقدر مختلف اور متضاد اغراض لئے ہوں پھر بھی نام وہ اپنے اپنے پلیٹ فارم سے ترقی اور سُدھار کا رٹتے ہوئے سنائی دیتی ہیں۔ آریہ سماج اگر مرتک شرادھ۔ مُورتی پُوجا۔ پوران وغیرہ کو تنزل اور دُکھ کا کارن ثابت کرتا ہے۔ تو ہندو انہیں کلیان کا مارگ ماننے اور منانے کا یتن کر رہے ہیں۔ ویدک دھرمی لوگ اگر اسلام اور عیسائیت کو روحانی اور اخلاقی ترقی کے راستے میں روکاٹ ظاہر کرتے ہیں۔ تو مسلمان یا عیسائی قرآن یا انجیل کو ہی الہامی اور بہشت میں لیجانے والا مانتے ہیں۔ ایک پارٹی سِکھّوں کے ہندو قوم میں شامل رہنے سے ہی سکھوں کی اور اوروں کی فلاح و بہبود سمجھتی ہے۔ تو تت خالصہ اُن کی ہستی اور بھلائی علیحدہ ہونے میں واضح کرتے ہیں۔ ایسا ہی ایک طرف متوں اور ذات پات کے بندھنوں کو توڑنے اور سنشوبانز کو قدرتی ادھکار دینے کا یتن ہے۔ تو دوسری طرف متوں کی چاردیواری کو مضبوط کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے جا رہے ہیں۔ یا منقسم شدہ ذاتیں اگروال سبھا۔ کھوکھرائن سبھا۔ سرین سبھا۔ کھتری۔ راجپوت اور ڈینس وغیرہ وغیرہ انیک سبھائیں بنا کر اپنی جاتی کی اُنتی میں ہی لگنا اپنا کرتویہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ غرضکہ جدوجہد خواہ ایک بات کو

بنانے میں لگتی ہے۔ تو بھی مُدعا یہ ہے۔ کہ اس سے بہتری ہوگی اور اگر اُسی بات کو گرانے کے لئے ہے۔ تو بھی کسی بہتری کے خیال سے ہی ہے۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ ابھی تک کئی لوگ موجودہ تہذیب کی زد میں نہیں آئے۔ اور عام مہذّب دُنیا سے دُور افتادہ سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن جب غور سے دیکھا جاتا ہے۔ تو کسی نہ کسی اَنش میں اُن میں بھی حرکت پہنچی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اپنی اپنی لیاقت اور لیاقت کے موافق سب عملی طور پر ہمّت اور جوش دکھا رہے ہیں۔ موجودہ تہذیب کی گھوڑ دوڑ میں حصہ لینے والے اگر ترقی کے جوش و خروش میں آپے سے باہر ہوئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے خیال اور کام کے پاس میں فرقے بندی ہونے کو بھی مُضر نہیں سمجھتے جیسا کہ گذشتہ سالوں میں نیشنل کانگریس کی نرم اور گرم پارٹیوں اور اُن پارٹیوں کی مختلف تفرقہ کا نظارہ دیکھا گیا۔ اگر مذہبی اور مجلسی سوسائٹیوں کے درمیان وچار اور بحث مباحثے۔ اخبار کتابوں۔ ٹریکٹوں۔ لکچروں اور بڑے بڑے جلسوں کے ذریعے ہو رہے ہیں۔ اگر ٹمپرنس سوسائٹیاں۔ سودیشی کارخانے اور کمپنیاں اور بنک اپنے اپنے خیال کے مطابق ترقی کے مختلف لوازمات پورے کر رہے ہیں۔ تو جن لوگوں کو ادنےٰ سے ادنےٰ سمجھا جاتا تھا۔ وہ بھی مارے رشک کے اپنی حالت پر وچار کر رہے ہیں۔ اخباروں میں تعجب سے یہ خبریں پڑھی جاتی ہیں۔ کہ آج فلاں مُقام پر جھیوروں نے جلسہ کر کے اپنی جاتی کی رسم و رواج کی اصلاح۔ آمدنی کی ترقی اور تعلیم کی اشاعت وغیرہ کے لئے تجاویز سوچیں۔ دُوسری جگہ میں دھوبی لوگوں نے اپنی ترقی وغیرہ کے لئے آپس میں اتفاق کیا۔ وغیرہ۔ مذہبی دُنیا میں آریہ۔ ہندو سکھ۔ مسلمان۔ عیسائی لوگ پبلک طور پر اپنے عقیدوں کو پھیلانے کے لئے کوشاں ہیں۔ تو تھیوسوفسٹ اور راد ہاسوامی وغیرہ لوگ بھی کسی نہ کسی طرح غیر لوگوں پر اپنا اثر ڈالنا چاہتے ہیں اور یہی وجہ ہے۔ کہ گو انہیں اپنی تعلیم کو پبلک کرنے میں گُریز ہے۔ تو بھی اپنے سربرآوردوں کی وہ نمائش کر کے غیروں میں اپنے لئے کشش پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ غرضیکہ جہاں تک سوچا جاتا ہے۔ ہر کہیں ہر شخص اور سوسائٹی کی طرف سے غیر معمولی جد و جہد جاری ہے۔ یا کم سے کم اُس کا احساس دن بدن بڑھتا جاتا ہے ٭

یہ صحیح ہے۔ کہ حرکت میں برکت ہے۔ یہ بھی صحیح ہے۔ کہ حرکت عملی طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ

بھی صحیح ہے۔ کہ ہر شخص اور ہر سوسائٹی اپنے ہی کام سے ترقی سمجھتی ہے۔ یہہ بھی صحیح ہے۔ کہ
آئے دن جو بھی پبلک لکچر سُننے یا شائع شدہ رپورٹیں پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ ان میں ہر
سوسائٹی اور ہر انسٹی ٹیوشن کے مشن اور کام کی ترقی کو بڑے فخر سے عوام پر ظاہر پاتے ہیں۔
لیکن اگر بیرونی نمائش کو چھوڑ کر وہ باریک بین سیّاح اس اندرونی حالت والے فوٹو کو بغور
دیکھے تو کیا وہ کہیگا۔ کہ واقعی سب جو ہمیں نے چمکتا دیکھا۔ سونا ہی ہے۔ اس سوال کا صحیح جواب
مثبت میں ہونا مُشکل ہے۔ بلکہ سچ پُوچھو۔ تو اُس کا سارا اُتساہ یاس میں بدلجاتا ہے۔ وہ
نہایت حسرت سے دیکھتا ہے۔ کہ گو کم ظرف لوگ باتوں ہی باتوں میں پھُولے نہیں سماتے
لیکن گہری نگاہ سے غور کرنے والے سب اپنی کامیابی کو محال دیکھ رہے ہیں۔ اور اُلٹا
تنزّل ہوتا محسوس کرتے ہیں۔ رُوحانی ترقی اور رہنمائی کی نمائش کرنے والے اصل میں
نہایت کمینہ پن سے بھی دنیاوی اغراض پُوری کر رہے ہیں۔ پیر۔ یا معتقدین اُمیدیں تو
اور رکھتے ہیں۔ لیکن رہنما اُن کی تمام ضعیف الاعتقادیوں کے باوجود بھی کمیٹوں پر پُورے
لُٹیرے اور ٹھگ ثابت ہوتے ہیں۔ ایکتا پھیلانے والے مذہبی اور ملکی لوگ اپنی معمولی کمزوریوں
سے آپس میں نزیادہ نہیں کر سکتے۔ اور بجائے طاقتوں کو ملانے اور مفید بننے و بنانے کے طاقتوں
کو زائل کرنے اور نکما بننے میں مصروف ہیں۔ حتّٰی کہ چند سال سے جاری شُدہ نیشنل کانگریس
کی تحریک بھی منقسم اور کمزور ہو جاتی ہے۔ حالانکہ تمام طرح کے اختلافات دُور کرا کے یہ
ایک کامن کاز کے لیئے سب کو ایک پلیٹ فارم پر لانا چاہتی تھی +

ٹمپرنس کا پرچار شراب کے خلاف ہے۔ مذہبی سوسائٹیاں علیحدہ اس کے خوفناک
نتائج ظاہر کر رہی ہیں۔ لیکن شراب کے ٹھیکے۔ شراب کی بکری۔ شرابیوں کی تعداد ترقی
پر ہے۔ گوشت خور بڑھ رہے ہیں۔ مُفید اور بے زبان جانوروں پر ظلم کی دن بدن
ترقی ہے۔ مُقدّمات۔ آپس کے تنازعات۔ برادریوں کے دھڑے۔ مذاہب میں فرقے
سب زیادہ ہو رہے ہیں۔ جو دُکھ اور تنزّل کا مُوجب مانے گئے ہیں۔ لیکن راستی پاکیزگی
اتفاق۔ ایمانداری۔ پرہیزگاری اور تمام سُکھ کے سادھن کم ہو رہے ہیں۔ جو سوچتا
ہے۔ چکت ہو جاتا ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے جا رہے ہیں۔ اور ہوتا کیا ہے +

آدمی کو تندرست طاقتور رکھنے کے لئے کس قدر اپاؤ کیے جاتے ہیں۔ بیماریوں کو دُور کرنے کے لئے لاکھوں ویدوں۔ ڈاکٹروں۔ حکیموں کے دماغ لگ رہے ہیں۔ بے شمار شفا خانے۔ اوشدھالیہ۔ پنساریوں کی دوکانیں موجود ہیں۔ کروڑہا روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ علاج کے مختلف طریقے۔ مثل انگریزی۔ یونانی۔ آیورویدک۔ ہومیوپیتھی سب جاری ہو رہے ہیں۔ مگر بیماریاں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ ایسی بیماریاں کہ اُن کا نام لینا بھی خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے۔ طاعون جیسی مہلک بیماریاں کس قدر غضب ڈھا رہی ہیں۔ طاقت گھٹ رہی ہے۔ قد پست ہو رہے ہیں۔ اور ہر طرح کے جسمانی دُکھ بڑھ رہے ہیں +

مُقدّموں اور تنازعوں کو اور جرموں کو کم کرنے کے لئے اس قدر انتظام عدالتوں فوجوں۔ پولیس وغیرہ کا ہے۔ ججوں۔ وکیلوں۔ بیرسٹروں اور دیگر مُلازموں کی غرض ان قباحتوں کا روکنا ہے۔ اخراجات وغیرہ کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ لیکن جرائم اور مُقدّمات کی تعداد روز افزوں ترقّی پر ہے۔ اور قیدی اور جیل خانے بھی بڑھ رہے ہیں۔ پس کلام نہیں۔ کہ خواہش اور کوشش سُکھ اور ترقّی کے لئے ہے۔ مگر نتیجہ میں دُکھ اور تنزّل ہے +

دوسری فصل

ناکامیابی کی وجوہات

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ کونسی ایسی زبردست وجوہات ہیں۔ جو اس تمام کئے کرائے پر پانی پھیر جاتی ہیں۔ ہر معلول کی علّت ضروری ہے اسلئے ہماری ناکامیابی کی تہ میں بھی خاص اسباب پائے جانے لازمی ہیں۔ سو اُس کے متعلق جتنا غور کیا جاتا ہے اتنا ہی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت واقعی کئی اسباب ہمیں گرانے کے لئے بھی ہر وقت موجود ہیں۔ اور ایسے کہ اُن کا مقابلہ ہماری طاقتوں سے بہت بعید ہے۔ تاہم موٹے طور پر اُن سب کو میں تین کارنوں میں شامل سمجھتا ہوں +

اوّل۔ بیرونی رُکاوٹیں

پہلی وجہ کا اشارہ تو اوپر کے بیان میں ہی موجود ہے۔ ایسا ایک طاقت کے مخالف ہر کام میں انیک طاقتیں کام کر رہی ہوں۔ تو نتیجہ حسب دلخواہ نکلنا ممکن ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔ ایک شخص گوشتخوری و شرابخوری کے خلاف یتن کرتا ہے۔ تو دوسرے کئی آدمی اُن کے حق میں دلیلیں گھڑنے کو تیار ہیں۔ اور چونکہ اس کے علاوہ زبانی باتوں سے بڑھ کر اثر شال کا ہوتا ہے۔ اس لئے بھی ایک شخص کے پرچار کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ اول اسلئے کہ خود عامل نہیں اور اگر ہو۔ تو بھی ہزاروں۔ لاکھوں گوشت خواروں اور شراب خوروں کے درشن ایک ایک شخص کو ہوتے ہیں۔ بازاروں میں گوشت کی اور شراب کی دوکانیں ہر کہیں موجود ہیں۔ کیا ان سب نظاروں کا اثر پرہیزگار بننے کے راستے میں بھاری رکاوٹ نہیں؟ شراب کے ٹھیکے دار گوشت کی فروخت سے روزی کمانے والے ان بدعتوں کے عملی طور پر پرچارک ہیں۔ اور سوسائٹی میں شامل ہیں۔ وہ گنتی کے پرہیزگاروں کے مقابل میں صریحاً زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یہی حال یہاں تحریک کے متعلق ہے۔ ہندوؤں

کے کاموں میں مسلمان - اور مسلمانوں کی جاری کردہ تحریک میں ہندو۔ ایسا ہی جملہ مذاہب و سوسائٹیوں والے ایک دوسرے کے کام میں روکاوٹ ڈالتے ہیں۔ یا یوں کہو۔ کہ ہر شخص اور سوسائٹی کا کام باقی تمام شخصوں اور سوسائٹیوں کے کام سے ٹکرا رہا ہے +

دوم - اندرونی کمزوریاں

باہر سے تو مخالفت ہے ہی اندرونی کمزوریاں اور بھی غضب ڈھا رہی ہیں۔ اور سچ پوچھو تو اگر کام کرنے والوں کے اپنے اندرونی نقص نہ ہوں۔ تو باہر کی روکاوٹیں کچھ وزن یا وقعت نہیں رکھ سکتیں۔ اس وقت ہمارے جسم کمزور ہیں۔ بیماریاں اس پر بھی ستا رہی ہیں۔ آمدنی کمانے کی قابلیت نہیں۔ لیکن نمائش پر مفتون ہوئے ضروریات بہت بڑھا چکے ہیں۔ پس اب معمولی گذارے میں ہمیں کامیابی اور فارغ البالی ہو سکتی ہے۔ اگر سوسائٹی کے کام کو لیں۔ تو اس میں بھی ایسے ہی شخصوں کی محنت پر انحصار ہے۔ جنہیں نہ فرصت ہے نہ طاقت۔ دل۔ دماغ۔ عقل کی کمزوریاں اس سے بھی بڑھ کر حارج ہیں دل اس قدر کمزور ہیں۔ کہ نہ ان میں جرأت ہے۔ نہ بُردباری کام میں ذرا مشکل پڑے تو وہیں ہمت ہار بیٹھیں۔ کسی کی زیادہ عزت ہو تو حسد کے مارے کچھ کا کچھ کر بیٹھیں۔ اپنی عزت کم ہو تو بھی دل اُچاٹ۔ اپنے ہی بھائیوں اور اپنے ہی مشن کے معاونوں کے اختلاف رائے کو سہار نہ سکیں۔ چاپلوس سست بیچپنے لوگ اعلیٰ کارکنوں کو اچھے لگیں۔ اور نکتہ چین خواہ نیک نیت اور بے غرض ہوں۔ بُرے۔ کسی کو ادھکار (اختیار) دو۔ اس کے من مانے کام پر کوئی اعتراض نہ کرو۔ وہ پھولا ہوا جوش و خروش سے کام کئے جاتا ہے۔ اپنے کام تباہ کر کے بھی وہ سوسائٹی کے کام پر ڈٹتا ہے۔ اور اسے سب سے اعلیٰ اور ضروری جتاتا ہے۔ لیکن جونہی ادھکار چھینا جاتا ہے۔ یا کسی غلطی پر نکتہ چینی ہوتی ہے۔ اس مشن سے سرد مہری شروع ہوتی ہے۔ ہر کام نقصوں سے بھرا ہوا ظاہر کیا جاتا ہے اور نہایت مُضر نکتہ چینی۔ تعلقات کی کشیدگی اور دھڑے دھڑے پارٹیاں بننے کی نوبت پہنچتی ہے۔ رامچندر جی کو راج تلک کا امیدوار کرنے اور اس رسم کی تیاری مکمل ہونے کے بعد یکایک ہی بن باس کا حکم ملتا ہے۔ کیکئی کی جہالت سے وہ بدسلوکی ہوتی ہے۔ جو وہم و گمان میں بھی نہ تھی

اُس وقت اگر موجودہ زمانے کا لحاظ ہوتا تو رام نہ صرف کیکئی کی مخالفت کرتا - بلکہ راج کو
تہ و بالا کر دیتا - وزراء و اُمراء اُس کے ساتھی تھے - کل پریوار یہاں تک کہ راجہ دشرتھ کے اندرونی
جذبات اس کی جدائی کے خلاف تھے - سلطنت کے تمام اراکین - اجودھیا کے ساکنین
تمام اُس پر جان تک نیوچھاور کرنے کو تیار تھے - اُنہیں اجودھیا چھوڑ کر جنگل میں رام
کے ساتھ جا بسنا منظور تھا - رام چاہتا تو اُنہیں اپنے بعد راج سے بے وفائی کے لئے پکا کر
سکتا تھا - لیکن اُس کی بجائے وہ تمام کو اس امر پر مائل کرتا ہے - کہ وہ بدستور راج کی اور
رعیّت کے امن کی مضبوطی میں کوشاں ہوں - بھرت کی لیاقت پر پُورا بھروسہ کریں -
اور اُس وفاداری اور ارادت اور عقیدت کا اظہار کریں - جو رام کے راج گدی کو شوبھت
کرنے کے لئے ہو سکتی تھی - ہر ممکن خرابی کو روکنے - پریواروں اور راج میں بدامنی کو
دُور رکھنے کے لئے وہ کیکئی کی تمام کارروائی کو سینے میں ہی رکھتا اور اُف تک نہ کرتا ہوا
اس کی ہر آگیا کو بسر و چشم قبول کئے جاتا ہے - کیا آج ایسے کیریکٹر کی مثال آسانی سے
مل سکتی ہے - یا کیا ایسے وصف کی آج معمولی سے موقعہ آزمائش پر بھی ہمیں اُمید ہو سکتی
ہے کہ ہمارے لیڈروں کی طرف سے ظاہر ہو - ایسے ہی دماغ ہر مشکل اور پیچیدگی کے حل
سے قاصر ہیں - عقلوں کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ ہے - کوئی معاملہ زیر بحث ہو - بجائے
اس کے کہ باریکی سے غور کر کے اور اُمر متعلقہ کی تہ تک پہنچ کر مدلل طور پر دوسروں کو اپنے
پکش کا قائل کریں - ہم جھٹ مختلف موٹو منسوب کر کے لڑائی خرید لیتے ہیں - بیہودہ اور
کمینہ طعن و تشنیع پر اُتر آتے ہیں - چال چلن کی حالت ان کمزوریوں میں اطمینان بخش
ہو ہی نہیں سکتی - بڑے بڑے واعظوں کی دھواں دھار تقریروں پر تحسین و آفرین کرتے
ہوئے لوگ نہیں تھکتے - لیڈروں اور ادھکاریوں کی عزت کے بھاو بدرجہ غائت عوام
میں بھرے ہوئے ہیں - لیکن عملی چلن کی ایک ہی بُری مثال ایسے واعظ یا لیڈر کے
متعلق سُننے سے جو چوٹ اُن کے دلوں کو لگتی ہے - اُس کا صدمہ کیسا سخت ہوتا ہے
یہ وہی لوگ جان سکتے ہیں - جنہوں نے ایسی مثالوں پر کئی لوگوں کو سوسائٹی سے ہی
قطع تعلق کرتے دیکھا ہے - فی الحقیقت اُن تاسف بھرے دلوں کو اس وقت سوسائٹی

کا اعلےٰ سے اعلےٰ مشن بھی فضول اور بیہودہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ ایک طرف یوں سائٹی کو کمزوری پہنچتی ہے۔ دوسری طرف کوئی کسی گراوٹ کو دور نہیں کر سکتا۔ نہ گرے ہوئے آدمیوں سے سوسائٹی کو پاک صاف رکھا جا سکتا ہے۔ جب کمزوریاں ہر طرح کی ہر ایک میں بکثرت موجود ہوں۔ تو کون دوسرے کے خلاف قدم اٹھانے کی جرأت کر سکتا ہے۔ قدرت میں روز سورج کی گرمی تعفن اور بدبو کو جلائے اور کھینچے جاتی ہے۔ تبھی یہ دنیا رہنے کے قابل ہے۔ ورنہ چند یوم میں ہی نجاست اور غلاظت کے ڈھیر اور مختلف اشیاء بوسیدہ و مردہ کی سڑاند سب کا ناک میں دم کر دے۔ ایسا ہی تمام گھروں میں روز جھاڑو دیگر فرش کو صاف کیا جاتا ہے۔ کپڑوں کو جھاڑا اور دھلایا جاتا ہے۔ تب کہیں مکان میں بیٹھنے اٹھنے یا کھانا پکانے و کھانے کو دل چاہتا ہے۔ یا کپڑوں کو پہنا جاتا ہے۔ لیکن سوسائٹی کی حالت میں کوئی انتظام معقول نہیں جس سے بڑے لوگوں سے اسے پاک رکھا جا سکے۔ یا جہاں تک ممکن ہو۔ ان کی برائی کا تدارک کیا جاوے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سوسائٹی کے اندر مادہ فاسد بڑھتا جاتا اور کمزوری کا موجب ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی اپنا اخلاقی فرض جان کر کہیں جرأت بھی کرے۔ تو بڑے سے بڑے آدمی کو بھی اپنے ہمجنس اور معاون ملنے آسان ہوتے ہیں۔ پس غلط فہمیوں سے اور چالاکیوں سے وہ اپنی پردہ پوشی کر اور اپنے خاص دھڑے کی طاقت سے اپنے نیک مخالف کو دھمکا اور چپ کرا سکتا ہے۔ ایسی اندرونی حالت میں کیا کوئی شخص یا سوسائٹی اپنی کامیابی کا صاف و سیدھا رستہ پا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں +

سوئم۔ جدوجہد کا اندھا دھند طور سے ہونا۔

یہ وجہ پہلی دو وجوہات کی بھی بنیادی علت ہے۔ کیونکہ بیرونی اور اندرونی روکاوٹیں پیدا ہی جب ہوتی ہیں۔ کہ ساری کوشش امور متعلقہ کو وچار بغیر کی جاتی ہے۔ سچ پوچھو۔ تو اونتی! اونتی!! کی پکار گو ہر طرف ہے۔ لیکن عام طور پر معلوم ابھی اتنا بھی نہیں۔ کہ اونتی ہے کیا۔ اور اس کے سادھن کیا ہیں۔ عموماً اس کا مفہوم ترقی زیادتی وغیرہ کو لیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا نشیت سٹینڈرڈ یا ترقی کی مقرر حد کا پتہ

نہیں۔ نہ کسی امر کے متعلق یہ علم ہے۔ کہ اصلی اور یقینی ترقی کے قدرتی سادھن کیا ہیں
پس جو حال ایسے شخص کا ہونا چاہئے جسے منزلِ مقصود معلوم نہیں۔ رستہ اصلی
معلوم نہیں۔ وسیلہ اور اپنی رفتار سے اُس کے طے ہونے کا امکان وغیرہ معلوم نہیں۔
مگر پھر بھی تیزی سے چلے جاتا ہے۔ کہ کہیں تو پہنچیں گے۔ وہی ہمارا ہو رہا ہے۔ معمولی غور سے
انسان کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ دنیا میں کوئی شے نئی پیدا نہیں ہوتی۔ نہ کسی بھی انسان نے کبھی
کوئی نیا علم یا اصول پیدا کیا ہے۔ آغاز عالم سے سلسلہ وار آئندہ نسلوں تک ماضی کے علم او
تجربات پہنچتے آتے۔ اور آئندہ بھی یہی سلسلہ جاری رہیگا۔ مادی اشیا کی شکلیں بدلی
جاتی ہیں۔ ایک دوسری چیز کا اوپر اصلی شکل کو ڈھانپ دیوے یا کسی چیز کو دوسری سے چمکایا
جاوے۔ یہ تو ہوتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ کائنات میں کوئی ایزادی انسان سے ممکن نہیں
گیہوں کا بیج۔ کھاد۔ پانی اور مٹی کی مدد سے سبزی کی شکل میں اُگتا۔ بڑھتا پکتا
آتا اور پھر گیہوں اور بھوسہ کی شکل سے کھاد اور بیج وغیرہ بنتا ہے۔ برف سے پانی۔ پانی
سے بخارات۔ بخارات سے بادل۔ اور پھر پانی اور برف کا چکر بھی روز مشاہدہ میں آتا ہے۔
جس سے ثابت ہے۔ کہ انسان کا کسی نئی چیز کو پیدا کرنا یا اس کی حقیقت کو بڑھانا گھٹانا
ناممکن ہے۔ صرف شکلیں بدل سکتی ہیں۔ اب ایک طرف تو سب ترقی پر زور دیتے ہیں دوسری
طرف چیزوں کی حقیقت کو بڑھانا ناممکن ہے۔ تو خیال ہوتا ہے۔ کہ پھر ترقی کا خیال ہی
فضول ہے۔ لیکن نہیں۔ جب یہہ کہا جاتا ہے۔ کہ انسانوں کی عمر بڑھنے کے لئے پورا یتن
ہونا چاہئے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ہوتے ہوتے ہمارے جسم کبھی کروڑوں سال
قائم رہ سکیں گے۔ ایسا ہی جب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ڈیل ڈول اور قد آدمی کا بڑھانے
کے لئے کوشش ہو۔ تو اس کا بھی یہہ مطلب نہیں۔ کہ کبھی انسانوں کے جسم میلوں اور یوجنوں
تک لمبے ہونے لگیں گے۔ عام عقل کا آدمی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس سے مراد یہہ ہو سکتی ہے۔ کہ
جس قدرتی مقرر حد تک تمام موافق حالات میں انسانی جسم قائم رہ سکتا ہے۔ یا قد بڑھ
سکتا ہے۔ وہاں تک بڑھانے کا ہمیں خیال ہونا چاہئے +

ہماری ہر ایک شخص کی اصلی ترقی ... منزل مقصود ہے اور ذہنی

ہر امر کے متعلق وہ درجہ ہے۔ جو قدرت نے اُس کے لئے مُقرر کیا ہے۔ انسانی علم انسانی عقل جسم۔ سوسائٹی وغیرہ جس سے عُمدہ سے عمدہ اور خالص حالت میں قدرتاً تجویز ہوسکتی ہے۔ اُسی تک پونچنا انسان کا کام ہے۔ اور وہی ترقی کی چوٹی ہے۔ موجودہ حالت میں ترقی کے لئے ایسا کوئی وچار نہیں اور ہے تو بالکل نفی کے برابر۔ اور اسی لئے کام اٹکل پچو اور اندھا دُھند کیا جا رہا ہے۔ لیکن جب یہہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہم نے محض اصلی اور اونت اوستھا پر پہنچنا ہے۔ تو ضرورت یہہ معلوم کرنے کی ہوتی ہے۔ کہ وہ اونت اوستھا یا قُدرتی حالت کیا ہے۔ بغیر ایسا علم ہوئے جدوجہد ہو ہی نہیں سکتی +

پراچین بزرگ اس اُچ اور اعلےٰ اصول کو سمجھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے جیو آتما کے سوبھاوک گُن دو کہے۔ پہلا درجہ گیان کو دیا اور دوسرا پریتن کو۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ پہلے علم ہو۔ اور اُس کے مطابق کام ہو۔ روز ہم گیان اندریوں کے ذریعے گیان حاصل کرتے اور پھر کرم اندریوں کو کام کے لئے حرکت دیتے ہیں۔ قدم رستے پر تب چلتا ہے۔ جب آنکھ پہلے رستہ دیکھتی ہے۔ جب ہی اس اصول کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ انسانی قوتیں اندھا دُھند پریتن کرتی ہوئیں تباہی لایا کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک دوکان کو لو۔ جس میں مختلف چیزیں خاص ترتیب سے رکھی ہیں۔ کسی برتن میں آٹا ہے۔ کسی میں دال۔ کسی میں گھی۔ تو کسی میں چاول۔ علےٰ ہذا القیاس ہلدی نمک تیل سب اپنی اپنی جگہ پر پڑی ہیں۔ دوکاندار جو چیز مانگی جاتی ہے۔ تول دیتا اور اُس کے ذریعے کمائی کرتا ہے۔ لیکن ذرا دوکاندار کو باہر نکال دو۔ اور اُس کے نوماہ کے رینگتے ہوئے بچے کو اندر چھوڑ دو۔ اور کسی کو اجازت نہ دو۔ کہ اُس کے کام میں روک پیدا کرے۔ ایک منٹ بعد ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بچہ اوندھے منہ گرا۔ اور روتا ہے والد فوراً اندر جاتا ہے۔ تو دیکھتا ہے۔ کہ بچے کے بدن پر کہیں آٹا ملا ہے۔ کہیں ہلدی مُنہ کا لُعاب پیٹ پر گر رہا ہے۔ ہاتھ گھی اور ہلدی سے لپے ہیں۔ کہیں کہیں چاول بھی لگے ہیں۔ بہت چیزیں زمین پر گری ہوئی ہیں۔ ہلدی والے ٹوکرے میں کچھ چاول اور آٹا گرا پڑا ہے۔ گھی و دال میں ہلدی ملی ہے۔ غرضیکہ سب چیزیں خلط ملط ہیں۔ اور

اُن میں گڑبڑ ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ مرچوں والا ہاتھ آنکھ کو لگ گیا۔ جس سے درد ہوتا ہے۔ آنکھیں کھلتی نہیں۔ اس نظارے کو چھوڑو۔ ایک پٹواری کا مکان یا دفتر خیال میں لاؤ۔ اُن کاغذات کے ذریعے سرکار دیہات کا سارا انتظام کرتی ہے۔ زمین کی پیداوار رعیت کی حالت۔ مالگذاری پیدائش موت وغیرہ وغیرہ۔ سب کا پتہ لے رہی ہے۔ پٹواری اُنہیں احتیاط سے مرتب کرتا اور ترتیب اور قرینے سے بستے میں یا الماری وغیرہ میں رکھا کرتا ہے۔ ایک دن اتفاق سے وہ کام کرتا ہوا دروازہ بند کئے بغیر تھوڑی دور باہر چلا جاتا ہے۔ اور اس کے ننھے سے بچے کو رینگتے ہوئے اندر آنے کا موقعہ ملتا ہے۔ تو وہ پھدکتا ہوا کاغذات کے اوپر آ بیٹھتا ہے۔ اور بے تحاشا اِدھر اُدھر ہاتھ مارتا ہے کبھی رجسٹر انتقال کو پکڑتا ہے۔ کبھی جمع بندی کو گرداوری کے رجسٹر پاؤں تلے روند رہا ہے۔ ایک رجسٹر کے ورق ہاتھ سے پکڑ کر سارے جسم کو ہلاتا ہوا جھٹکا دیتا ہے۔ ورق پھٹ کر رجسٹر گر پڑتا ہے۔ تو وہ دوسرے رجسٹر کے حصے کو پکڑ کر منہ میں لیتا ہے اور نگلنے لگتا ہے۔ غرضیکہ سارے دفتر کو آن کی آن میں تہ و بالا کر دیتا ہے۔ حتّٰی کہ ہاتھ حُقّے پر جا پڑتا ہے۔ جس کے گرنے سے پانی بہنے لگتا ہے۔ دوسری طرف ذرا پرے کاغذوں پر آگ پڑتی ہے۔ کچھ جلتے ہیں۔ کچھ پانی سے گلتے ہیں۔ اور اس حالت میں اگر جلدی سے کوئی خبر لے۔ تو جہاں سارا دفتر تہ و بالا اور تباہ ہو۔ وہاں سارے دکان کے بچّے سمیت جلنے یا اور نقصان کرنے تک نوبت پہنچتی ہے۔ ایسی حالت میں قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب دوکاندار اور بچّہ یا پٹواری اور بچّہ اسی دوکان کی یا دفتر کی ہر دو صورتوں میں حرکت کر رہے ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو۔ تو بچہ دوکاندار یا پٹواری سے بڑھ چڑھ کر ہاتھ مارتا ہے۔ تو پھر وجہ کیا۔ کہ بچے کا سارا پریتن اس کے دُکھ اور دوکان کے سودے یا دفتر کے کاغذات کی تباہی کا کارن ہوتا ہے۔ اس کا جواب صاف یہی ہوگا۔ کہ بچے کو کاغذات یا سودے کی حقیقت کچھ معلوم نہیں نہ یہ کہ وہ کس پریوجن کے لئے ہیں اس لئے وہ اُن سے کچھ لابھ نہیں پا سکتا۔ برخلاف اس کے دوکاندار یا پٹواری کا ہر

اُن چیزوں [illegible] کے ساتھ ہوتا ہے

یہی حالت ٹھیک دُنیا کی کل چیزوں کی ہے۔ یہہ دُنیا ایک بھاری دوکان یا دفتر ہے۔ جس میں پرم آتما نے انیک پرکار کے پدارتھ روپی سودے و کاغذ پتر ترتیب دئے ہوئے ہیں۔ اگر ان کے متعلق کسی شخص کو بخوبی معلوم ہو۔ کہ یہہ اشیاء کیا ہیں کس پریوجن کے لئے خالق حقیقی نے اُنہیں بنایا ہے۔ کب اور کسطرح وہ پریوجن ان سے سدھ ہوسکتا ہے۔ تب تو وہ اُن کے متعلق پریتن کرکے لابھ پاسکتا ہے۔ جیسا کہ دوکان دار یا پٹواری کی مثال سے ظاہر ہے۔ لیکن اگر معلوم ہی نہ ہو۔ کہ دُنیا میں کن چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ وہ چیزیں کیا ہیں۔ کس پریوجن کے لئے ہیں وغیرہ وغیرہ تو دنیا کی چیزوں کو ہاتھ تک لگانے کا بھی ہمارا حق نہیں۔ ورنہ نتیجہ سوائے تباہی کے کچھ ہو نہیں سکتا۔ جیسا کہ بچّہ کی مثال سے ظاہر ہے +

فی زمانہ سچ پوچھو تو انسانوں کا حال بعینہٖ اس اگیانی بچّے کی مانند ہے۔ لوگوں کو شکشا ہے نہیں۔ کہ سب سے اعلٰے اور اوٹوٹ سمبندھ ہمارا جس پرم آتما سے ہے وہ کیا ہے۔ اُس کی آگیا کیا ہے۔ اُس کا پالن کیسے ہو۔ ماتا پتا۔ پُتر۔ پُتری۔ بھائی بہن۔ گورو شِشش۔ راجا پرجا آدی کے تعلقات آپس میں کیا ہیں۔ جسم کا کون کون سا انگ کس کس کام کے لئے مقصود ہے۔ غذا۔ ہوا۔ پانی کی شُدھ اوستھا کیا ہے۔ اور کس طرح قائم رہ سکتی ہے۔ اور کس طرح شُدہ کھان پان اور اروگیتا ہمیں میسّر ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ کسی امر کے متعلق شکشا ہے نہیں۔ لیکن باینہمہ شوق اور جوش ہر شخص کو اس امر کا لگ رہا ہے۔ کہ میرا بیاہ جلد ہو۔ میرا بچّہ جلد بیاہا جاوے۔ دُنیا کی یہہ چیز بھی مجھے مل جاوے۔ وہ بھی۔ میرے اختیارات وسیع ہوں۔ بیٹے ہوں۔ بہو ہوں۔ پریوار بڑھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یوں اگر دُنیا کا معمولی سا کام کرنا ہو۔ تو کبھی اس شخص پر بھروسہ نہیں کیا جاتا۔ جو اس کام سے نابلد ہے۔ یا کم مہارت رکھتا ہے۔ گھاس کھودنے گھوڑے کا زین کسنے۔ گھڑی درست کرنے کپڑے سینے غرضیکہ ہر ادنےٰ سے ادنےٰ کام کے لئے بھی وہی شخص تلاش کیا جاتا ہے۔ جو اس کام کی شکشا پائے ہے۔ اگر نہ ایک کیل کسی میز میں لگانے کی ضرورت ہے۔ اور آپ خود اس کا کیل کسی چیز سے

ٹھوکتا ہوا مبز کی لکڑی بھی چھوڑ دیتا ہے۔ تو زید کے غصے کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اور
لعنت ملامت کرتا ہوا اُسے کہتا ہے۔ کہ بیوقوف جس کام کا تمہیں پتہ نہیں ہوتا یا جس
لیاقت نہیں۔ کیوں خواہ مخواہ اُن میں ٹانگ اڑایا کرتا ہے۔ ایسے امور روز ہمارے سامنے
تے ہیں۔ لیکن پھر بھی افسوس ہے۔ کہ دنیا سے تعلق کے لئے یا گرہست آشرم میں جو ان
ت تعلقات نباہنے۔ اور ویوہاروں کے کرنے کی ضرورت ہے۔ اُس کے لئے آج کوئی
کھشا لازمی نہیں جانی جاتی اور جوں توں اندھا دھند دنیا کے اندر لوگوں کو دھکیلا جا رہا
ہے۔ اور نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ وہ ہر سنبندھ کے متعلق اگیانی ہونے سے ساری دنیا میں
ہی اور گڑبڑ مچا رہے ہیں۔ جسم کی پرورش اور طاقت کی حفاظت کے نیم نہ معلوم ہونے
ے جسمانی قوائے کا ایسا استعمال ہوتا ہے۔ کہ وہ بیماری اور کمزوری کا شکار ہو کر جلد کام
ے ناقابل ہو جاتے ہیں۔ من کو جس قسم کے پوتر سنکلپوں سے شدھتائی اور بل پراپت ہونا
ے۔ اس کی بجائے مہا پنچ سنسکاروں سے اس کو اتی نیچ اور دربل کیا جا رہا ہے۔ پرم آتما
ے اپنے اتی اُونچ سنبندھ کو یہاں تک بھلایا گیا۔ کہ یوگ کے ذریعے اس کی پراپتی تو کجا دو
ت سدھیا تک کرنا مشکل ہے نہیں۔ ایشور کو ہی ناستک پن سے نیست ثابت کرنے
ہمت ہے۔ بھیشم پتامہ جہاں پتا کی پرسنتا کو مکھیہ سمجھتا ہوا ساری عمر کا برہمچریہ دھارن
ا ہے۔ رام جہاں پتا کی آگیا کے لئے راج پاٹ چھوڑ بنوں میں سروپرکار کے کشٹ
ن کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ وہاں آج بچے جائیداد کے لئے والدین کو زہر دل سے ہلاک
کے ہاتھا پائی تک نوبت پہنچاتے یا عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں۔ برہمن اور سنیاسی
آج پدوی جہاں دنیا کے اندر سے ہر طرح کی روحانی تاریکی کا ناش اور ستیہ ودیاؤں
پرکاش کرتی۔ اور چکرورتی راجاؤں تک کو ضبط میں رکھتی تھی۔ وہاں آج یہ پدوی
ے مفت خور دُراچاری لوگوں کے ہاتھ میں آ کر دھرم ودیا سداچار اور ہر طرح کی
یادا کا ناش کرنے میں لگ رہی ہے۔ بواہ کی اُتم مریادا جہاں سنسار میں نہایت
رم آتما پرش پیدا کر کے کلیان اور سکھ پھیلانے کا ہیتو تھی۔ آج محض حیوانی جذبات
ییری اور بدھی بل۔ آیو سب کا ناش کرنے کا کارن ہے۔ پانڈو کورو جہاں راج

گرانے سے علیحدہ ہوکر بنوں میں زرو تا چاریہ کے زیر سایہ تعلیم پاتے ہیں - اور رام لچھمن دشت

دشوار منزل کے کسی کو آرام کا خیال نہیں - بلکہ برہمچاری اور ستیہ سوی ہننے کا شوق ہے - وہاں آج بچے

محض گلے لگانے چومنے چاٹنے کے کام آرہے ہیں - اور علاوہ فضول دل لگیوں کا ذریعہ بننے

کا ذریعہ بننے کے زر - زمین - زن پرستی اور جھوٹھ و غا فریب کی عملی شکھشا پا رہے ہیں - اور

طرح جدھر بھی غور کرو - سارے تعلقات میں اور ویوہاروں میں گڑبڑ ادھم کولاہل مچ رہا ہے اور

ہم سب اپنی اور ساروں کی تباہی کرتے ہوئے اور دنیا کو سورگ کی جگہ نرک دھام بناتے ہوئے

ہر طرف سے گورو نانک کے اس شبد کی صداقت کو محسوس کرتے ہیں - کہ

نانک دکھیا سب سنسار

اگر اگیانی آدمی بغیر ضروری گیان حاصل کئے - دنیا میں داخل نہ ہوتے - تو شاید ایسے

شبدوں کی بالکل ضرورت ہی نہ ہوتی +

مسٹر جان کون صاحب اپنی کتاب سائنس آف نیو لائف کے صفحہ صفحہ ۶ پر اس امر کی ضرورت

جتاتے ہیں کہ دنیا سے خوشی اور اطمینان تبھی حاصل ہو سکتا ہے جبکہ پہلے دنیا کے تمام ضروری پہلوؤں کے متعلق علم ہو ایک جگہ

لکھتے ہیں عورت بنتی ہوئی لڑکی کو یہ سکھلایا جاتا ہے کہ اسکی زندگی کا مدعا خاوند حاصل کرنا ہے اور اس غرض کیلئے کہ اسمیں کامیاب

ناممکن ہو دھوکا اور جھوٹ کی مزید تعلیم کا بیج اسکی طبیعت میں بویا جاتا ہے ..... اور اس امر کا خیال نہیں ہوتا کہ آیا وہ اسکے لئے ایک

خوشی سرور اور پریم والی زندگی کے شگوفے منتخاب کریگا یا بے صبری نفرت اور مصیبت کے کانٹے -

اسیطرح صفحہ ۲۳ پر عورت کے ظاہری حسن پر فریفتہ ہونا یا عورت کا جرمن فرینچ وغیرہ بولیاں جاننا غیر ضروری جتا کر ان

ویوہاروں کے متعلق عورتوں کا سوکھشت دیکھنا ضروری جتایا ہے جو زندگی کے تعلق میں آتے ہیں صفحہ ۹۰ پر انسانوں کی تمام مصیبتوں اور بدنصیبوں

کا کارن جسمانی قوت کا مختلف طور پر ناجائز استعمال جتایا ہے اور لکھا ہے کہ اسکے صحیح استعمال کا علم انسان کی بڑی بھاری ضرورت ہے - کیونکہ

اسکے علم ہونے اور اس کے ٹھیک طور پر برتنے سے بنی نوع انسان اس کی نسبت زیادہ تندرست اور پر لوک میں زیادہ اعلے زندگی پا سکتے ہیں"

فی الحقیقت یہہ الفاظ اس اصول کو ظاہر کرتے ہیں - جو کل دنیا کے فلسفے و بہبود کی بنیاد

کہا جا سکتا ہے - کئی جاہل اور مورکھ لوگوں کو والد کے کمائے ہوئے لکھو کہا کی جائیداد ورثے

میں ملتی ہے - زیور اور نقدی بھی بے انداز ہاتھ آتی ہے - مگر وہ اسے ذرا مفید نہیں بنا سکتے

بلکہ سب کچھ عیاشی میں گنوا ... برہمچاری ... شراب خور ... کچھ

اُجاڑ کر آخر کاسۂ گدائی ہاتھ میں لئے دربدر بھیک مانگتے ہیں۔ بڑے بڑے راج اُن لوگوں کے ہاتھوں نشٹ ہوئے۔ اور شاہی خاندانوں کا نام ونشان اُن کی بدولت صفحہ ہستی سے مٹا۔ جنہیں راج پربندھ کی واقفیت تھی نہیں۔ مگر تخت شہی مل گئے۔ الغرض دین و دُنیا کے متعلق جہاں تک ممکن ہو صحیح اور سچّا علم ہر پہلو میں پہلے حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور جتنا یہہ علم زیادہ ہوگا۔ اُتنا ہی سُکھ اور کلیان بڑھیگا۔ یہی وہ سب سے اعلیٰ فلاسفی۔ مہان دھرم اور عالمگیر سچائی ہے۔ جسے بھول کر ہم سب دُکھ پارہے ہیں۔ کیونکہ سارا پربندھ اس کے بغیر اندھا دُھند ہو رہا ہے +

تیسری فصل

ترقّی کا سچّا ذریعہ

مسٹر کِرن پر ہی کیا موقوف ہے۔ مغربی محقّق قریباً تمام اس امر پر متفق ہیں۔ کہ سلیم العقل صحیح الدماغ اور ہر طرح سے لائق انسان صفحہ دُنیا پر تبھی دکھائی دے سکتے ہیں جب اُنہیں دُنیاوی تعلقات میں ڈالنے سے پہلے دُنیا کا صحیح علم حاصل ہو۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ وہ اب تک اپنے مُتلاشی ہموطنوں کے آگے کوئی مقرر سکیم ایسا نہیں رکھ سکے۔ جو اُن کے اطمینان کے مطابق انسانوں کو وہ علم دے سکے۔ یا انہیں سچا انسان بناکر دُنیا میں داخل ہونے کے لائق پیش کرے۔ جس کتاب کو مذہبی طور پر وہ الہامی مانتے ہیں۔ یعنی انجیل وہ اُن کے معمولی سے معمولی عقلی سوالات کا جواب دینے سے بالکل قاصر ہے۔ نہ کسی بھی چیز کے متعلق اُسمیں بالکل صحیح علم ملتا ہے۔ یہی حال اور کتب کا ہے۔ جنہیں الہام کا درجہ دیا جارہا ہے۔ کسی میں انسان کی سب سے پہلی ضرورت علم۔ اور اُس کے حصول کا طریق۔ جسمانی قوا کی بناوٹ۔ کیریکٹر کی تکمیل اور اُس کے بنانے کا راستہ [illegible] تک تہی [illegible] قرآن وغیرہ [illegible] نہیں کہیں ہدایت [illegible]

نہیں۔ کہ انسان کو سب سے پہلے تحصیلِ علم پر لگنا چاہیے۔ یا یہ کہ علم شے ہی کیا ہے۔ اور کیسے وکیوں حاصل ہوتا ہے۔ سچ پوچھو تو ایک اسی پہلو پر غور کرنے سے ویدوں کی عظمت بطور ایک سچے ایشری گیان کے دلوں پر نقش ہو جاتی ہے۔ یہ وید ہی ہے۔ جس نے کروڑوں سال پہلے نہیں آغاز عالم سے ہی اس اصول کا نہایت زور سے پرچار کیا۔ اور یہ خیال مغربی فلاسفروں کے دماغ تک پہنچنے کی بنیاد ڈالی +

رگ وید منڈل ۳۔ سوکت ۸ منتر ۴ میں اس امر کے متعلق کیا عمدہ ہدایت ہے:۔

"جو پُرش برہمچریہ کو کمالیت سے پالن کرکے اعلےٰ شکشا پائے ہو۔ اور پورا جوان اور عالم ہو کر گرہست میں داخل ہو وہی دوسرا جنم جو ودیا سے ہوتا ہے پائے ہوئے نہایت شُبا کر اور مفید ہوتا ہے۔ بُدھی مان اور اشاعت تعلیم کے دلدادہ عالم لوگ اُسی کو اُنتی کی طرف راغب کرکے عزت بخشتے ہیں" +

ایسا ہی اتھروید کانڈ ۱۱۔ انوواک ۳۔ منتر ۶ میں پُرزور ہدایت ہے۔ کہ جب تک دیرگھ شمشر یعنی لمبی مونچھ داڑھی والا انسان نہ ہو۔ یعنی پوری جوانی تک نہ پہنچے۔ برہمچریہ آشرم میں رہنا چاہیے۔ اور کہ ایسا برہمچاری ہی گرہست میں داخل ہو سکتا ہے +

رگوید منڈل ۳ سوکت ۵۵ منتر ۱۶ میں تو دُنیا کے تمام ویوہاروں کی ترقی اس اصول پر زبھر جاتی گئی ہے۔ کس کمالیت کے ساتھ سمندر کوزہ میں بند کیا گیا ہے +

"جو برہمچریہ قائم نہ رکھیں۔ ودیا شکھشا سے بے بہرہ ہوں۔ چھوٹی عمر میں شادی کریں وے ذلیل ہوتے اور ودوانوں میں ترسکار ہی پاتے ہیں۔ عورتیں وہی گرہستھ کے کاروبار ارتھات گربھ دھارن آدی ویوہار کریں۔ جو ایسی ہوں۔ کہ جیسے کسی سے دوہی نہ گئی گائے ویسے بچپن سے گذری ہوں۔ ارتھات بالکل پار دامن اور برہمچاری کے کاروبار کی اُن میں پوری لیاقت ہو۔ یعنی بچوں کا پالن پوشن اُن کی شکشا اور سب گرہ پربندھ آدی میں چتر ہوں۔ نابالغی سے گذری ہوئیں سوشکھشت۔ پوری جوانی کی عمر والی اور پورن وِدوان برہمچاریوں کو پراپت ہوں"

رگ وید منڈل ۱۔ سوکت ۱۷۹۔ منتر ۱ کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

جس طریق سے محنتی اور چست اور دیریہ سینچنے کے قابل پورے جوان طاقت ور مرد اُن عورات کو جو جوانوں کو پیاری ہیں۔ حاصل کر کے پورے سو برس یا زیادہ سُکھ سے رہتے ہیں اور بیٹا پوتا کیساتھ بنے رہتے ہیں۔ ویسے عورت مرد ہمیشہ عمل کریں۔ جس طرح پہلے گذرے ہوئے موسم سرما بڑھاپا پیدا کرتے ہیں۔ اور صبح کو رات دن اور جسم کی طاقت و حسن کو بہت بڑھاپا دور کرتا ہے۔ ویسے ہی میں برہمچریہ سے وِدیا شکھشا اور آتمک بل اور جوانی حاصل کر کے بیاہ کروں،،

اتھروید کانڈ ۱۱ پر پاٹھک ۲۴، ادھیائے ۳ منتر ۱۸ میں ہدائت ہے کہ:۔

"برہمچریہ کو پورن کر کے کنیا جوان پتی کو حاصل کرے"

ویدوں کی یہی ہدائت تھی۔ جس کے دوارا اُد نیا میں پریتن کرنے سے پہلے گیان حاصل کرنے اور قابل ہونے کے لئے برہمچریہ آشرم کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اُس میں داخل ہونا سب کے لئے لازمی امر سمجھا گیا۔ منو سمرتی ادھیائے ۲ کا صاف یہ مطلب ہے:۔

"سب یا کچھ وید پڑھ کے کھنڈ برت کرنے والا برہمچاری گرہست میں آوے۔ بنا ودیا اور برہمچریہ کے گرہستھ کہلا ہی نہیں سکتا،،

اور جگہ منوجی ہدائت دیتے ہیں:۔ "ہے استری پرشو! جو تم نربھگن مکتی سُکھ اور اس سنسار کے سُکھ کی اچھیا رکھتے ہو۔ تو جو دربل اندری اور نربدھی پرشوں کے دھارن کرنے کے یوگیہ نہیں ہے اس گرہ آشرم کو نت یتن سے دھارن کرو،،

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ کمزور اور بے عقل کو گرہستی کا ادھکار نہیں دیا جاتا تھا۔ گرہستی کے لئے لازمی تھا۔ کہ وہ برہمچریہ آشرم سے پاس ہو کر آوے۔ واستو میں کیسا اُتم سمے تھا۔ جبکہ گورو کل میں بالک اور کنیائیں لازمی طور پہ بھیجی جاتی تھیں + (منو ادھیائے ۷ شلوک ۱۵۲ کے مطابق۔ جس کا مدعا یہ ہے +

سرکاری قانون اور برادری کا پربندھ ہونا چاہیئے۔ کہ کوئی کنیا یا کمار گھر پہ نہ رہنے پادیں۔ بلکہ گورو کل میں بھیجے جاویں خلاف ورزی کی صورت میں راج ڈنڈ ملے۔ گویا ہر طرح کے وسائل عمل میں لائے جاتے تھے۔ کہ سوسائٹی میں ایسے لوگ نہ ہوں۔ جو اندھا دھند

دُنیا میں دھکیلے جا رہے ہوں۔ یعنی یوگیتا کا کچھ وچار نہ ہو +

جس دلی جوش اور لگن سے عملی طور پر اس اصول کی پابندی تھی۔ اُس کا پتہ اُن پُرشوں کو ہی لگ سکتا ہے۔ جو بھارت ورش کی گذشتہ حالت کا کچھ علم رکھتے ہیں۔ اس کا کچھ اشارہ اس اقتباس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو شریمان ماسٹر رام دیو جی نے ہندوستان ریویو سنہ ۱۹۰۹ء میں سے اپنے لکچر میں دیا۔ جس میں ہیُوین سانگ۔ چینی سیاح کے نلندا کی بڑی یونیورسٹی میں آنے کا ذکر ہے۔ جہاں ہزاروں نہایت عالم مشہور اور قابل وِدوان تھے۔ لوگ دُور دراز جگہوں سے شنکا نوارن کرنے کو وہاں پہنچتے تھے۔ دن کا وقت اُن کے لئے کافی نہ تھا۔ رات کو بھی اپنے ایسے ہی کاریہ کے لئے سمے دیتے تھے۔ جو ترک میں جلد شہرت حاصل کرنا چاہیں۔ وہ یہاں ہی اپنی مراد پوری پاتے تھے۔ اور بڑے فخر سے اس یونیورسٹی کے ودیارتھی ہونے کا دم بھرا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ سب حال رومیش چندر دت کی تصنیف ہندوستان قدیم کے حوالے سے دیا ہے لکھا ہے۔ اُن کے پڑھنے پڑھانے کے اس شوق اور محنت سے۔ گویا اُن کی عقل کی ندی دور دراز جگہوں تک بہتی تھی +

اس کے ساتھ ہی اس کتاب میں وکرم شلا اور تکش شلا آدی یونیورسٹیوں کے ذکر پائے جاتے ہیں۔ گئے گذرے زمانے میں جب یہ جوش اور شوق تعلیم پایا جاتا ہے۔ تو اُس وقت کا بیان ہی کس طرح ہو سکے۔ جب کہ علم کا آفتاب عین نصف النہار پر تھا۔ واقعی قدیم بزرگوں کا جیون اور نیش ہی نرالا تھا۔ کوئی دولت سَت وِدّیا سے بڑھ کر انہیں عزیز نہ تھی۔ وہ یجروید ادھیائے ۴۰ کو اپنا لکھش رکھتے ہوئے جانتے تھے کہ:۔

"جو منش وِدّیا اور اوِدّیا کے سروپ کو۔ ساتھ ہی ساتھ جانتا ہے۔ وہ اوِدّیا ارتھات کرم اُپاسنا سے رتیو کو تر کے وِدّیا ارتھات یتھارتھ گیان سے موکھش کو پراپت ہوتا ہے"

وِدّیا کے لئے اُن کا سروسیہ ارپن تھا۔ وہ گورو کلوں میں اپنی آیو کا بڑا حصہ اُسی کی پراپتی میں صرف کرتے ہوئے سارے کشٹوں کو اہو بھاگیہ کہہ کر سہارتے تھے۔ وہ گرہستھ میں بھی اُسی کو اُچیہ پدوی دیتے ہوئے ودوانوں کی رکھشا۔ برہمچاریوں کا پالن۔ ستیہ وِدّیا کی رچی دلانے والے انتھیوں کی سیوا کو اپنا فرض سمجھتے تھے۔ بان پرستھی ہو کر بھی اسی کے حاصل کرنے

میں نمگن تھے۔ ادھا خیر او ستھا میں سنیاسی بنکر بھی ستیہ ودّیا اور دہرم کا پرشاد بانٹنے میں پران ارپن کرنا فرض سمجھتے تھے۔ اس وقت ودّیا پر ہی درنوں کا مدار ہونا علم کی فضیلت کا مظہر ہے۔ برہمنوں تک کو ودّیا شونیہ ہونے پر شودروں کے کام پر لگانا علم کے لئے سب کو رُچی دلانے کا زبردست ثبوت ہے۔ راجا مہاراجا اس کو پرم دان سمجھتے ہوتے اپنے خزانے ودیا پرچار کے لئے کھولے رہتے تھے۔ دیش اور کھشتری اپنی جائیداد و دھن مال جتنا برہمچریہ آشرم کی پشٹی کے لئے خرچ کریں۔ اتنا ہی کرت کرت ہوتے تھے۔ برہمن ودّیا کے لئے پیسا لینا لعنت سمجھتے تھے۔ مُبادا کہ ایسا رواج ہونے سے ودّیا کے پھیلنے میں روک پیدا ہو۔ راجہ کی سہائتا ہو گاؤں میں کوئی سیٹھ ساہوکار نہ ہو۔ تو بھی کیا مجال کہ ودّیا کے پرکاش میں کہیں بادھا پڑے ودّوان باہر کٹیا میں ڈیرا کئے ہیں۔ اور بچے دربدر بھیک مانگ کر لاتے اور گورو کو کھلاکر خود کھاتے ہیں۔ ماتاؤں کو کتنا جوش ہے کہ برہمچاریوں کے پہنچتے ہی فوراً بھوجن لئے حاضر ہیں۔ خیال ہے تو یہ کہ کہیں برہمچاریوں کو اس وجہ سے دیر نہ لگے۔ اور نہ ہرج تعلیم ہو۔ غرضیکہ کیا برہمن کیا کشتری۔ کیا دیش کیا شودر کیا مرد کیا عورت سب ستیہ ودّیا کی پراپتی میں عمر وقت محنت اور روپیہ سب کچھ قربان کرنے کو حاضر تھے۔ مگر افسوس کہ وہ زمانہ جاتا رہا۔ جہالت کے دن آئے زوال نے مُنہ دکھایا۔ ورن مریادا ٹوٹ گئی۔ آشرم بیوستھا تہ و بالا ہوئی۔ پُرانی باتیں کہانی یا خواب و خیال ہوئیں۔ معتبر اتہاس سب جل گئے۔ مگر جونہی کاشی میں جاتے ہیں۔ اب بھی ہزاروں ودیارتھیوں کے لئے سیٹھوں ساہوکاروں راجوں مہاراجوں کی طرف سے بھوجن کے کھشیتر جاری دیکھ کر جنم جنمانتروں کے پُرانے سنسکار جاگ اُٹھتے ہیں۔ اور یاد آتا ہے۔ کہ ستیہ ودیا کے لئے کیا کچھ اُمنگیں گرہستھوں میں ہوتی تھیں۔ اب ودیا وید کی نہیں پڑھائی جاتی۔ برہمچریہ کی رکھشا کا کوئی پربندھ نہیں گورُکل کا نشان ہی ہے نہیں۔ مگر پھر بھی ع

ز نقش و نگار در و دیوار شکستہ + آثار پدید است صنادید عجم را۔

اوپر کے کل حوالوں سے اس نتیجہ پر پہنچنا بالکل آسان ہے۔ کہ اس مشکل کا حل جو ہر کام میں ہمارے بزرگوں کو حاصل ہوتی تھی ... واضح کردیا۔

سچی شکشا کو مقدم سمجھتے اور عملاً اُس کے پھیلانے کے لئے تین اُمور اوپر کے سب حوالوں سے نہایت ضروری اور قابلِ غور معلوم ہوتے ہیں +

اول - دُنیا میں داخل ہونے سے پہلے گوروکل میں داخل ہونا۔

دوم - برہمچریہ برت کا پورا پالن کرنا۔

سوئم - یتھارتھ وِدیا کی پراپتی۔

وید گویا ان امور پر ہی کل ترقی اور کامیابی کا مدار رکھتا ہوا جتا رہا ہے۔ کہ ان کے بغیر لاکھوں سبھائیں بناؤ۔ کروڑوں طرح کے اپاؤ کرو۔ کتابیں لکھو۔ انسانیت کے اعلےٰ معراج پر پہنچنا یا سُکھ پانا ناممکن امر ہے + ان ہی امور کا ترتیب وار بیان آئندہ اوراق میں ہے +

اوّل گوروکل میں داخل ہونا کیوں ضروری ہے؟

ا۔ شکھشا کی بنیاد

مثل مشہور ہے۔ کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔ "تخم تاثیر اور صحبت کا اثر" یہ بھی عام ضرب المثل ہے۔ لیکن جن گہرے وچاروں پر یہ الفاظ مبنی ہیں۔ وہ خاص ہی آدمیوں کے خیال میں گذرتی ہیں۔ میں نے جو اصول شکھشا اور تعلیم و تربیت کا اوپر بیان کیا وہ کسی انسان نے اپنے دماغ سے نہیں نکالا۔ بلکہ گیان آتما کا سبھاوک گُن اور اُس کی پراپتی کی تحریک قدرتاً اس میں موجود ہے۔ فلاسفی اور سائنس کے ماہر لوگ کہتے ہیں۔ کہ انسان جیسا بنا ہے۔ وہ بچپن سے لے کر اُس کی کل شکھشا کا نتیجہ ہے۔ جو اُسے دوسرے انسانوں یا چیزوں کی صحبت سے ملی ہے۔ خوراک۔ لباس۔ مکان۔ نزدیکی رشتہ داروں یا کسی طرح بھی تعلق میں آنے والے لوگوں کی چال ڈھال پر ہی انسان کی بناوٹ منحصر ہے۔ اُسی سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ بچپن سے ہی بچوں کو جیسا چاہیں بنالیں۔ فارسی شاعر کہتا ہے

چوبِ تر را چنانکہ خواہی پیچ + نشود خشک جز بہ آتش راست

(گیلی لکڑی کو جدھر چاہو مروڑ لو۔ مگر خشک ہو کر یعنی جوان ہو کر آگ سے ہی سیدھی

ہوتی ہے۔ مگر شکشا کی بنیاد اور آگے چلتی ہے۔ ڈاکٹر کون اپنی کتاب "دی سائنس آف نیو لائف"

میں واضح کرتے ہیں۔ کہ جو اصلاح کا کام ماتا ایام حمل میں کر سکتی ہے۔ وہ تمام مذہبی مجلسی اور

اخلاقی سوسائیٹیاں مل کر بھی نہیں کر سکتیں۔ ڈاکٹر بروک صاحب کا قول ہے۔ کہ وہ گربھنی ماتا اگر

چاہے۔ تو اس کے خال وخط بچے میں منتقل ہو سکتے ہیں۔ جن باتوں کا اثر حاملہ کے من پر ہو

وہی سنسکار سے کرا اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اگر ماں ڈرتی رہے۔ تو اولاد ضرور بزدل اور ڈرپوک ہوگی۔

ریولینی گربھ کے دنوں میں اپنے پتی کے سنگ یدھ میں جاتی تھی۔ جس سے کہ گربھ کے

اندر یہ سنسکار جمتے جس نے نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کے ہاں وہ بچہ پیدا ہوا۔ جو نپولین بونا پارٹ کے

کے نام سے تمام دنیا میں پرسدھ ہے +

ڈاکٹر کون صاحب نے بیشمار نظیریں اس امر کی دی ہیں۔ کہ گربھ کے اندر شکھشا بڑے

وسیع پیمانے میں ثابت ہوتی ہے۔ ایام حمل میں استری سنگ ہونے سے امریکہ میں پانچ پانچ

سال کی عمر والے بچے غلط کاریوں کے شکار ہوتے ہیں۔ یہ اسی امر کا ثبوت ہے۔

ایک خوب صورت گورے رنگ کے ڈاکٹر صاحب کے ہاں سیاہ فام اور حبشی صورت کا

لڑکا پیدا ہوا۔ تو عورت پر بے عصمتی کا الزام لگا۔ مگر تحقیقات پر ثابت ہوا۔ کہ یہ اس تصویر

کا نتیجہ ہے۔ جو ایک حبشی کی ایام حمل میں عورت کے کمرہ میں لٹکی ہوئی تھی +

"ڈاکٹر صاحب صفحہ ۱۵۵ پر اس امر کو واضح کرتے ہیں۔ کہ کسی فن میں کمال رکھنے والے

موجودہ سکول یا کالج کی تعلیم کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اس بدھی کا جو ان امور میں خاص قابلیت حاصل

کرنے والی اُنہیں جنم سے ملی ہوتی ہے"

حیوانوں اور پودوں کی نسبت ہمارا روز کا مشاہدہ اور تجربہ یہی بتاتا ہے۔

عرب کے لوگوں نے عمدہ نسل کے گھوڑے پسند کئے اور انہیں اس درجہ کمال تک پہنچایا

کہ آج عربی نسل کے گھوڑے ہی تمام جگہوں پر ترجیح پاتے ہیں۔ اچھا دودھ دینے والی

گائے بھینس کی اولاد معمولی احتیاط سے ایسی ہی زیادہ دودھ دینے والی ہوتی ہے پودوں

کو پیوند کر کے جو پھل وغیرہ میں تبدیلی کی جاتی ہے۔ اس امر کی دلیل ہے۔ جتنا زیادہ غور

کیا جاوے اتنا ہی زیادہ واضح ہو ... استقرار ... کی شکھشا

رہتی ہے۔ اور یہ امر مغربی محققوں سے زیادہ خوبی کے ساتھ ویدک رشی واضح کرتے ہیں
چنانچہ سشرت کارجی صاف لکھتے ہیں۔ سثریراستھان۔ ادھیائے ۲-۲۴-
"یدی رجسلا اوستھا میں عورت دن کو سووے۔ تو اس رتو میں گربھ رہنے پر بچہ بہت سونے والا ہوگا۔ اگر عورت کجل یا سُرمہ لگائے تو بچہ اندھا ہوگا۔ روے تو وکرت درشٹی۔ سنان اور انولیپ سے دکھ شیل۔ تیل کی مالش سے کشٹی۔ ناخن کترنے والی کا خراب ناخن والا۔ دوڑنے سے شوخ۔ ہنسنے سے کالے دانت۔ ہونٹ اور تالو و زبان والا۔ زیادہ بولنے سے بکواسی۔ توپ وغیرہ کی دھمک سے بہرا۔ کنگھی کرنے سے گنجا۔ زیادہ ہوا کھانے کشٹ کرنے سے متوالا بالک پیدا ہوتا ہے۔

اسی لئے اس سے پہلے اس ادھیائے میں ان کاموں کا تیاگ لکھا ہے۔ اور شلوک ۲۵ میں بالکل علیحدہ رہنے اور پرہیز کرنے کی تاکید کی ہے۔ چوتھے دن حیض سے شدھ ہو کر خاوند کا درشن کرنے کو لکھا ہے۔ اور شلوک ۲۷ میں اس کی تشریح کی گئی ہے۔ کہ حیض کے شدھ سنان کرنے کے بعد عورت سب سے پہلے جیسے پُرش کا درشن کرے۔ ویسی ہی شکل کی سنتان اُتپن ہوگی +

اس سے آگے کس واضح طور پر اس امر کا پتہ دیا ہے۔ کہ سنتان جیسی والدین چاہیں پیدا کر سکتے ہیں۔ رتو کال کون ہے۔ کن کن راتوں میں سماگم کرنے سے بچہ یا کنیا پیدا ہوتی ہے سب صاف لکھا ہے۔ ایسا ہی منوسمرتی میں صاف ہدایات پائی جاتی ہیں۔ مگر ان سب رشیوں کو آپس بارے میں ایسے اصولوں کا علم وید دوارا ہی ہوا۔ وید میں صاف ہدایات نہایت توضیح کے ساتھ دی گئی ہیں۔ کہ سنتان اُتپن کرنے والوں کے اندر نہایت پریم ہو۔ سبھاوگن ملتے ہوں۔ گربھادھان رتو کال میں ہو۔ استری پُرش کے تعلقات نہایت سنجیدہ اور شانت ہوں۔ ایشری آگیا کے متعلق وچار ہو۔ سنتان اُتپتی کی اچھیا ہو۔ نہ کہ شہوت پرستی کی۔ یجر وید ادھیائے ۱۱ منتر ۷۱ میں گربھ کے دنوں کے لئے خاص ہدایت ہے۔ کہ کھان پان آدی میں پورا پرہیز اور احتیاط چاہئے۔ اور اُتم سنتان پیدا کرنے کے لئے اُتم اُتم اودھیوں کے پاک سیون کرنے چاہئیں۔ اس کے علاوہ جو ہدایات گن کرم سبھاؤ

کے متعلق دی گئی ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صرف گربھ کی حالت پر ہی بچے کی شکشا منحصر نہیں۔ بلکہ ماتا اور پتا کی قابلیت پر۔ اُن کی عقل۔ اُن کے خیالات۔ اُن کی عادات۔ اُن کی طاقتیں سب بچے کی بناوٹ میں حصہ لیتے ہیں۔ اسی لئے منوجی نے اور سشرت کارنے وید کے آشا کو لے کر لکھا۔ کہ جن خاندانوں میں متعدی یا پُرانی بیماریاں ہوں۔ اُن میں بیاہ نہ ہو۔ چنانچہ ڈاکٹر ٹرال صاحب کا قول ہے کہ منشی اشیاء استعمال کرنے والوں کی اولاد کی صحت ضرور خراب رہتی ہے۔ شرابیوں کی اولاد کم عمر ہوتی ہے۔ اُن سے بڑھ کر یہ امر قابل غور ہیں:۔

"اگر ماں باپ اچھی غذا کھائیں۔ تو اولاد کا جسم اچھا تیار ہوتا ہے۔ اور ناقص کھائیں تو بچے کا جسم بھی ناقص ہوگا۔ جو لوگ کھلی ہوا میں زیادہ رہیں۔ وہ بند مکانوں والوں سے عمدہ اولاد پیدا کریں گے تعلیم کا بھی اثر وراثت پر ہے۔ والدین کا عالم بہتر اور مکمل عادات والا ہونا گویا اولاد کو عمدہ تعلیم دینا ہے۔ کیونکہ حاصل کردہ خصوصیتیں ایک حد تک بچوں میں جاتی ہیں"+

یہ قول کہاں تک منوجی کی شکشا کی پشٹی کرتا ہے۔ ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں +

منو نے جو خاندان کو چھوڑ کر یہ امر واضح کیا کہ لڑکے لڑکی خود روگوں سے مبرا ہوں۔ اُن کی عادات اُن کے خط و خال اُن کے نام تک عمدہ ہوں۔ وہ نہایت باریک اور لطیف وچار کا نتیجہ ہیں۔ حتیٰ کہ ادھیائے ۹ شلوک ۸۹ میں زور سے تاکید کی گئی ہے کہ

"چاہے لڑکا لڑکی مرن پریئنت کنوارے رہیں۔ پرنتو وروودھ گُن کرم سبھاؤ والوں کا بیاہ کبھی نہ ہونا چاہئے"۔ یہی وجہ تھی۔ کہ سُلبھا دیوی نے عمر بھر شادی نہ کی۔ چنانچہ مہابھارت میں ذکر ہے۔ کہ سولبھا دیوی نے راجہ جنک کو کہا۔ کہ میں کشتری کل میں پیدا ہوئی۔ ودیا پڑھی۔ یوگیہ ور نہ ملا۔ موکھش کے لئے سنیاس دھارن کر لیا"۔

والدین کی عام حالت، عادت و طریق زندگی کا اثر منو ادھیائے ۳۔ شلوک ۵۷ و ۶۰ و ۶۱ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ "جس خاندان میں عورتوں کی عزت ہوتی ہے وہاں اُتم سنتان آدی رمن کرتے ہیں۔ اور جہاں ایسا نہیں وہاں سب کریا نشپھل

جس خاندان میں استریاں اپنے پُرشوں کے وشیا لگن اور بیچار سے شوکاتر ہیں۔ وہ جلدی ناش کو پراپت ہو جاتا ہے۔ اور جس میں عورتیں پتیوں کے اُتم آچرنوں سے پرسن رہیں وہ ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے۔ (۵۷)

جہاں عورت سے خاوند اور خاوند سے عورت باہم پرسن رہیں۔ وہیں ہمیشہ راحت قیام کرتی ہے + (۶۰) +

ایسے حوالوں سے ثابت ہے کہ بچے کی شکشا کی بنیاد گربھ سے گذر کر والدین کی ہوش سنبھالنے والی عمر سے ہی بڑھتی ہے۔ اور اسی لئے بہت سے مغربی محقق بھی یہ رائے دیتے ہیں کہ گربھ سے ۲۰ سال پہلے سے شکھشا شروع ہوتی ہے۔ ویدک شکھشا اس تمام کی تہ میں ہے۔ کہ جو جاتی ہے کہ پتا کے انگ انگ سے بچے کا انگ انگ بنتا ہے۔ بیج درخت کا کس قدر چھوٹے سے چھوٹا ہو۔ اس میں تمام جڑوں۔ شاخوں پتوں۔ پھل۔ پھول کا نقشہ موجود ہوتا ہے۔ ساتھ ہی زمین پانی ہوا سے ہر انگ کو نشوونما دینے اور بڑھانے والے مادہ کو کشش کرنے کی شکتی اس میں ہوتی ہے۔ بجنسہ منشیہ شریر روپی بیج یعنی ویریہ کے اندر ان کے تمام انگوں کی بنیاد ہوتی ہے۔ جو ماتا کے گربھ میں رہ کر اس کے تمام انگوں سے اپنا حصہ کھینچتے ہوئے اور خوراک پاتے ہوئے بڑھتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ نو ماہ میں باہر کی ہوا وغیرہ کے اثرات اور ہاتھ سے پکڑے جانے یا اُٹھائے و لٹائے جانے کی تکلیف برداشت کرنے اور خود ماتا کی چھاتی دوارا دودھ چوسنے کی قابلیت ہونے پر باہر آتا ہے۔ یعنی یوں کہو کہ ماتا کے رج اور پتا کے ویریہ کا ہی یہ پتلا بنتا ہے۔ اور وہی غذا جو پہلے گربھ میں ملتی تھی چھاتی دوارا دودھ کی حالت میں پراپت ہوتی ہے +

پہلی منزل میں ویریہ کے ذریعہ صرف پتا کی طرف سے بناوٹ کی بنیاد ہے یعنی بیج کی حالت

دوسری منزل میں ماتا کے رج سے سمبندھ ہے۔ یعنی بیج زمین کے اندر ہے۔

تیسری منزل میں بیج کا زمین سے پھوٹنا یا اُگنا ہے۔ یعنی بچے کا جنم۔ اس میں باہر کے اثرات کا بھی تعلق پڑنے لگتا ہے۔ ہر ایک حرکت اس کے لئے خاص شکشا ہے۔ زبان کی حرکت۔ ہاتھ۔ پاؤں سر کی حرکت سب

ہلتے ہوئے دیکھتا ہے۔ تو خود بھی ہلاتا ہے۔ مگر چونکہ آواز کا گیان بہرہ ہونے سے پا نہیں سکتا۔ اس لئے وہ گونگا ہی رہتا ہے۔ اکبر نے انسانوں کے بچے بھیڑیوں کے پاس رکھے تو بچے بڑے ہو کر وہی بولی بولنے لگے تھے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ جہاں جنم سے پہلے کے ماں باپ سے اچھے یا بُرے اعضاء ملتے ہیں۔ وہاں پیدا ہونے کے بعد جو شکشا ملتی ہے۔ اس سے اُن کو گُن اوگن ملتے ہیں۔ جنگلی جانوروں کو خاص اعضاء اپنے والدین سے ورثہ میں ملتے ہیں۔ لیکن انسان اگر انہیں خود قابو کرے۔ اور اپنے طرز کی شکھشا دیوے تو جانوروں کی طرح سے اُن کا استعمال نہیں رہتا۔ بندر۔ بکرا۔ گائے۔ ہاتھی۔ گھوڑا سب کو انسان پالتو کر کے اپنی اپنی مرضی انوسار کھیل تماشے کرا رہے ہیں۔ جنگلی پن شیر ببر تک کا شکھشا نے دور کر دیا۔ غرضیکہ بعد پیدائش شکھشا پر بچوں کے نیک و بد ثابت ہونے کا مدار ہے

رُوح ہمیشہ گیان پراپتی کی دھن میں لگا ہے۔ اگر اس کی سیری ماتا پتا اُس وقت پوری توجہ سے کریں۔ یعنی اُس کو ٹھیک طور پر چلنا پھرنا شُدھ اچارن کرنا اور اچھے شبد بولنا وغیرہ سکھائیں۔ تو اس اُتم شکشا سے اُس کی انسانیت اور منشیہ پن والی لائن کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ ورنہ بے پروائی سے اُن کو جانوروں کی طرح موقعہ ملتا ہے کہ فضول طور پر حرکتیں کریں۔ وہ جو کچھ کسی کو کرتا بولتا دیکھیں یا سُنیں گے۔ وہی کچھ کرنے اور بولنے لگ جاویں گے۔ اور اسی سے اُلٹے یا وپریت گیان کے سنسکار اُن میں زیادہ جمینگے اور اس سے بھی زیادہ خراب نتیجہ اُس حالت میں ہوگا۔ جب والدین اوٹ پٹانگ طور پر انہیں چومنے چاٹنے گلے لگانے بیہودہ محبت میں از خود رفتہ ہو کر ادھورے لفظ یا غلط تلفظ والے الفاظ بولنے اور اُن کی معصوم اوستھا کو اپنی دل لگی کے لئے استعمال کریں گے۔ جاہل یا خراب عادت والے والدین اپنی طرح اولاد کے اندر بُرے بُرے سنسکار قائم کرتے انہیں گالیاں دینے کا عادی بناتے لڑنے جھگڑنے اور فضول ممیت کر بیٹھنے کی طرف اُن کی رُچی دلاتے ہیں۔ روح اپنے سوبھاوک گُن کو چھوڑ نہیں سکتا۔ انسانی جسم میں مقید ہو کر بھی وہ گیان اندریوں کے ذریعے باہر کی حرکات کا نقش یا سنسکار

حاصل کئے جاتا ہے۔ اور اُن کی مدد سے اندریوں کی حرکت کے لئے کشش اور قوت پاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچّوں کے آزادانہ کاموں کا بغور دیکھنا اس اصول کو اچھی طرح ہر ایک کے ذہن نشین کرتا ہے +

مُسلمان بچّہ اپنے متعلّقین کو نماز پڑھنے میں اُٹھتے بیٹھتے دیکھتا یا قرآن خوانی میں سر ہلاتے دیکھتا ہے۔ تو دل لگی اور خوشی کے موقعہ پر وہ بھی ویسی ہی اُٹھک بیٹھک یا سر ہلا ہلا کر دکھاتا ہے۔ آریہ بچّے اگروال کو چوکڑی اور آسن لگائے سندھیا کرتے دیکھتے ہیں۔ تو جب دو چار کھیلتے وہ دل لگی کرتے ہوں۔ کہتے ہیں۔ آؤ بھائی اب چھندھیا (سندھیا) کریں اور ویسے ہی بیٹھکر اور آنکھیں بند کر کے چھنو وبوی وغیرہ توتلی زبان سے پڑھنے لگ جاتے ہیں

کہیں پولیس کا عمل دیکھنے کا موقعہ ملے۔ تو یہہ بھی وہی نقشہ آثار دکھا دیں۔ ایک لڑکا دُوسرے کے ہاتھ میں اپنی دھوتی یا پگڑی باندھ کر اُسے کھینچتا ہوا تیسرے کے پاس لاتا ہے۔ جو تھانیدار بنا بیٹھا ہے اور آکر کہتا ہے کہ اس نے چوری کری ہے ہتھکڑی لگا لایا ہوں

غرضیکہ اُن کی بول چال اُن کے کھیل تماشے تمام ظاہر کرتے ہیں۔ کہ کس قسم کی تعلیم کی بُنیاد پڑ رہی ہے۔ اندریاں گو اس وقت کمزور ہیں۔ اندرونی قوائد کو بھی پوری طاقت نہیں ملی تاہم موٹے اور بنیادی اصول ظاہری مشاہدات سے بخوبی نقش ہوتے جاتے ہیں۔ اور اس لئے یہہ لائق ماتا اور پتا کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ کہ انہیں عمدہ انسان روپی مکان کی بُنیاد بنا دیں +

درزی کپڑے کو لے کر انہیں ترتیب اور ترکیب سے سیتا ہے۔ اُس کی کاریگری کی تعریف ہوتی ہے۔ بڑھئی کا کام صندوق میز وغیرہ بنانے کا کسی بے ڈول لکڑی پر ہوتا ہے۔ مگر آخر کس کس قسم کے سامان وہ بڑھئی مختلف لکڑی پر عمل کر کے بنا دکھاتا ہے اور تعریف پاتا ہے +

مٹی اور پانی کو اینٹوں اور چونہ آدی کی شکل میں بدل کر اور اپنی قابلیت کے جوہر سے ملا کر معمار لوگ کیسے عالیشان خوبصورت اور پائیدار محل و مکانات بنا دکھاتے ہیں +

ایسے تمام کاریگروں کی کمالیّت پر تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے

جاتے ہیں۔ لیکن سچ پوچھو۔ تو ریل اور انجن وغیرہ تک بنانے والوں سے بھی بڑھکر وہ والدین مبارک اور تعریف کے قابل ہیں جو نیک اولاد یا ہونہار بچے دُنیا کے آگے رکھ سکتے ہیں۔

۲۔ جسمانی و ذہنی قابلیّت کی ترقّی پر تعلیمی ضروریات

غرضیکہ ماتا کی چھاتی سے لگا ہوا۔ گھر کی چار دیواری میں رینگتا ہوا یا ادھر اُدھر گلی کوچوں میں کھیلتا ہوا معصوم بچّہ والدین کی پوری غور و فکر بھری احتیاط کی ضرورت رکھتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ حرکت اور غذائیت سے اعضاء زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اندرونی طاقتیں فروغ پاتی ہیں۔ وہ اور بھی احتیاط کا زمانہ ہے۔ پانچ چھ سال کی عمر کے بعد بچّہ گھر کی چار دیواری یا والدین کی پُرنگر حفاظت کا محتاج نہیں رہتا وہ خاصہ اس قابل ہوتا ہے۔ کہ والدین سے جدا رہ سکے۔ اور اپنی سوجھ بوجھ اچھا یعنی گیان پراپتی کے عمل کا دائرہ وسیع کرے۔ اُس وقت بچہ کی بڑھتی ہوئی ذہنی۔ عقلی۔ دماغی طاقتوں کے لئے معلومات مہیا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اول تو ممکن ہے۔ والدین کی استعداد علمی عام طور پر یا کسی خاص مضمون میں کم ہو یا اگر استعداد ہو تو فرصت نہ مل سکے اور اگر تھوڑا سا وقت وہ دیویں۔ تو وہ کافی نہیں ہو سکتا۔ بچے کو بھی کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ تعلیمی تجربات کے لئے جو سامان درکار ہو۔ وہ بھی ہر ایک گھر سے مہیّا ہونا نہایت مشکل۔ گویا کل تعلیمی ضروریات کے لئے خاص ہی انتظام کی ضرورت ہے۔ ہر وقت اور ہر طرح کی احتیاط اور رہنمائی اُن کی اندرونی و بیرونی طاقتوں کی ٹھیک وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جن کو کام ہی یہی ہو اور جہاں تک ممکن ہو وہ فکرات سے آزاد ہوں۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ موجودہ سکول و کالج کے طریق پر کافی انتظام ہو سکتا ہے۔ سکول ٹائم سارا اُستاد بچوں کی تعلیم پر صرف کریں۔ تو باقی وقت والدین کی زیر نگرانی رہنے سے سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ گرہست جیسے مہان آشرم کے فرائض صرف سکول کے گھنٹوں تک محدود ہوں۔ نہ یہ کہ سب والدین روز ایک مقرر وقت میں ہی گرہست کے کام کر کے فارغ ہو سکیں۔ اس کے علاوہ ایک اور دقّت یہ ہے۔ کہ انسانی من کا خاصہ ہے کہ جو کچھ اس کے اندر نقش ہو جاوے۔ وہی اُسے پیارا

معلوم ہوتا ہے۔ یا اس چیز کی طرف اُس میں کشش سی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ ہی اَمر مسلمہ ہے۔ کہ ہر چیز جو گیان اندریوں کی زد میں آتی ہے۔ من میں نقش ہوتی ہے۔ مثلاً کل چیزیں جو ہم آنکھوں سے دیکھتے یا زبان سے چکھتے ہیں۔ یا ناک سے سونگھتے وغیرہ ہیں۔ اُن کی شکل ذائقہ یا بُو وغیرہ کا سنسکار من پر پڑتا ہے۔ اس لئے نتیجہ صاف ہے کہ جو چیزیں وغیرہ بچے کے سامنے یا نزدیک زیادہ ہوں۔ اُنہی کی طرف من دوڑتا رہتا ہے جس قسم کے کپڑے بچہ لوگوں کو پہنے دیکھے ویسے ہی بنوانے کے لئے والدین کے گرد ہو جاتا ہے۔ جن کی شکل زیادہ دیکھتا ہے۔ اُنہیں ہی ملنا چاہتا ہے۔ والدین اور بچوں کا موہ اسلئے ہے۔ کہ والدین کے جسم سے بچے کا جسم بنتا ہے۔ لیکن اگر پیدا ہوتے ہی بچہ علیحدہ کر دیا جاوے۔ تو کچھ عرصہ بعد محبت بالکل کم ہو جاتی ہے۔ گویا بار ہا کے دیکھنے و میل جول سے محبت قائم رہتی و بڑھتی ہے۔ اسی طرح سے اپنے وطن سے۔ گاؤں سے یا مکان سے یا دوسری چیزوں سے آدمی مانوس ہو جاتا ہے۔ پس اگر تجویز کی جاوے۔ کہ گھروں میں ہی تعلیم و تربیت ہو۔ یا موجودہ طرز کے سکولوں سے جو آبادی میں یا آبادی کے پاس ہوں۔ خواہ اُن میں کتنی ہی توجہ کرنے والے اُستاد ہوں۔ تب بھی یہ دقت برابر رہیگی۔ کہ بچوں کے من کو ارد گرد کے سامان اپنی طرف کھینچتے رہیں گے۔ اور آج کل چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بھی عام طور پر بچوں کی گمراہی اور تباہی کی مثالیں عام ملتی ہیں۔ بچوں کو ہر وقت لڑکیوں اور عورتوں کے دیکھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ بیاہ شادی یا دیگر تقریبوں میں اُنہیں شامل ہونا لازمی ہوتا ہے۔ قسم قسم کے کھانے پینے کے سامان۔ گانے بجانے اور تماشے دیکھ دیکھ کر ہر طرح کے لالچ اور ترغیبوں سے اُن بیچارے معصوموں کو گرنا اور شکار ہونا پڑتا ہے تعلیم پانے کی عمر طاقتوں کو بڑھانے اور پکانے کا زمانہ۔ کہ اس کی بجائے وہ عشق یا ناجائز محبت یا زبان کے ذائقے اور ناواجب شوق میں پڑ کر وقت ضائع کرتے پھرتے ہیں۔ اور بیماریاں سہیڑتے اور طاقت اور عقل وغیرہ کا ناش کرتے ہیں۔ کتابوں اور فیسوں کے بہانے والدین سے روپے بٹورتے۔ پھر بھی قرض اور ادھار دوکانوں سے لیتے اور منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔ موقعہ ملے تو گھر سے چوریاں کرتے جھوٹ بولتے۔ بہانہ بناتے اور

آوارہ گرد ہونے جاتے ہیں +

۳- اِن ضروریات کا گورو کل سسٹم سے تدارک

اگر کوئی سمجھدار انسان ایسے امور پر غور کرے تو اُسے یقیناً اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے - کہ جونہی بچہ پانچ سات سال کا ہو۔ اُس کی طاقتوں کی ٹھیک رہنمائی کا پورا پربندھ ہونا چاہئے - اُسے ان یوگیہ شکھشکوں کے سپرد کرنا چاہئے - جو انسانی طاقتوں اور اُس کے استعمال سے بخوبی واقف ہوں عالم ہوں - دُنیاوی تفکرات سے جن کا من آزاد ہو - اور مُقدم فرض جن کا ان دُنیاوی جدوجہد میں بھرتی ہونے والوں کی رہنمائی ہو۔ اور ساتھ ہی جگہ ایسی میں اُنہیں رکھنا چاہئے - جہاں من کو کیول اُچیہ اور پوتر بھاودں کی طرف ہی کشش ہو اور دُنیاوی ترغیبوں اور نمائشوں کی پہنچ سے باہر ہو بغیر اُس کے شکشا کا پربندھ مکمل کہلا ہی نہیں سکتا - اور یہی وجہ تھی کہ پراچین سچی سبھیتا کے پرچارکوں یعنے بھارت سنتان کے لائق اور فاضل بزرگوں نے وہ انتظام چلایا ہوا تھا جس کا اوپر کے وید منتروں اور شلوکوں میں ذکر ہے - یعنی یہ کہ بچوں کو لازمی طور پر گوروکل میں بھیجا اور بھجوایا جاوے +

یہہ گوروکل ہی وہ استھان تھے - جو تمام دُنیاوی ترغیبوں سے علیحدہ کم سے کم آبادی سے چار میل دُور اور ہرسے بچوں کی تربیت میں ادوتیہ ہتیشی عالم باعمل لوگوں کی جائے رہائش تھے۔ اس وقت مختلف ولائتوں میں مختلف طریقوں پر بورڈنگ سکول کھل رہے ہیں - اس سسٹم میں گوروکل کے مقابل کسقدر کمیاں ہوں - پھر بھی اُن کا وجود اس امر کا بدیہی ثبوت ہے کہ گوروکل کی ضرورت جن اصولوں پر مبنی تھی - کسی نہ کسی صورت میں اس کا خیال مغربی علماء اور تمام حامیان اشاعت تعلیم کو ہو رہا ہے - نام انسٹی ٹیوشن کا خواہ کچھ ہو - لیکن ان کے چلانے والوں کے غور و فکر کا نتیجہ اگر تعلیمی مشکلات کے حل کے لئے انہیں گوروکل سسٹم کے اغراض و مقاصد کے نزدیک کرتا جاوے - تو یہ بلا شبہ ویدک سدھانت کی زبردست فتح ہے +

دوم - برہمچریہ برت کا پالن

۱- تمام اندریوں کی شکھشا

برہمچریہ لفظ سنسکرت میں نہایت وسیع معنوں میں لیا جاتا ہے - لیکن اس جگہ اس کے کچھ محدود معنے ہیں یعنی کہ ہر انگ کی شکھشا - پرورش، یا ترقی اور ایشری آگیا کے انوکول ہر آچار بیوہار کو چھوڑ کر اس کو محض جسمانی بیرونی قواے کی مضبوطی پختگی اور شکھشا کے معنے میں استعمال کیا گیا ہے - اندرونی قوا بُدھی آدی کی بردھی اور سُدھار کا تعلق وِدّیا پراپتی سے ہے - جس کا ذکر علیحدہ کیا جاوے گا -

عام طور پر برہمچریہ کو آج کل شادی نہ کرانے کے معنے میں سمجھا جاتا ہے - یا ویریہ رکھشا کے - لیکن درحقیقت اس کا تعلق تمام اندریوں سے ہے - جسم کے تمام انگوں کی کس کس قسم کی غذا سے ترقی و مضبوطی اور پوترتا ہوتی ہے - ان کو کس کس کام میں لانا چاہیئے - آنکھوں کے آگے کیا کیا نظارے ہوں - کانوں کو کس کس قسم کے شبد سُننے کا عادی بنایا جاوے - ناک کو کس قسم کی گندھ کا وغیرہ وغیرہ یہ سب شکھشا اس میں شامل ہے -

من اندریوں کا شرومنی ہے - اور ان سے کام کرتا ہے - اندریوں اور من کا سنبندھ اور بگاڑ سدھار لازم ملزوم ہے - جس قسم کے نقش اور اثرات اندریوں کے ذریعہ من پر پڑتے ہیں ویسا ہی وہ بنتا ہے - اور جیسا من بنتا ہے - ویسے ہی عملوں کی طرف اندریوں کو لے جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اندریوں کے استعمال اور ان کی رہنمائی کے لئے ایسی احتیاط لازمی ہے - کہ وہ خاص قسم کے اثرات سے پرے رہیں - یہ ممکن نہیں - کہ آنکھ کے آگے ایک لڑکی و استری کا روپ آوے - تو وہ من میں نقش نہ ہو - اور یہ بھی ممکن نہیں کہ جب تک استری اور پُرش کے سنبندھ کی اصلیت ذہن نشین نہ ہو جاوے - اور یہ گیان نہ ہو کہ انسان کو کس عمر میں کس موسم میں کن حالات میں کیسی استری سے کس پریوجن کے لئے سماگم کرنا چاہیئے - اس سے پہلے من کے اوپر سُندر روپ کے سنسکار پڑنے سے اُدھر ہی کشش ہونا لازمی ہو جاتا ہے - اور اسی سے کام کی غلامی یا استری بھوگ شکتی کا ناجائز استعمال عشق وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے

ایک لائق آدمی اپنے بیٹے کو جو ۲۵ سال کی عمر سے پہلے بیاہا گیا تھا۔ نہایت دور اندیشی سے یہہ اُپدیش دیا کرتا تھا۔ کہ بچہ اپنی بیوی کو ابھی میکے میں ہی رہنے دو۔ استری کا تمہارے یہاں رہنا ایسا ہی ہے۔ جیسے آگ اور گھی کی نزدیکی۔ ممکن نہیں کہ گھی آگ کے نزدیک ہو اور پگھلے نہیں فی الحقیقت آج کل کے نوجوان جنہیں برہمچریہ کی شکھشا نہ ہو۔ استری کے نزدیک رہنے یا درشن آدی سے کام کے سنسکاروں سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ یہی حال اور اندریوں کا ہے۔ خاصکر اُس حالت میں کہ اُن کو پُورا بلوان نہ بنایا جاوے۔ کیا قابل رحم حالت ہے۔ ان بیچاروں کی جو بے بس اور کمزور ہو کر کسی بھی ترغیب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹر ٹرال صاحب (صفحہ ۲۴۵) کتاب سکشول نز یالوجی میں لکھتے ہیں کہ

"رتو گامی وہ لوگ نہیں ہو سکتے۔ جو پُوری صحت میں نہیں"۔ تات پریہ صاف ہے کہ کمزور اور روگی لوگوں کی طاقت ہی نہیں۔ کہ وہ ترغیب کو روک سکیں۔ جیسے کمزور رسنا اندری سے فوراً ہی ذائقے کے لالچ میں پانی بہنے لگتا ہے۔ جب وہ کسی کھانے والی چیز کو دیکھے یا ہر وقت ہی للچاہٹ رہتی ہے۔

ایک اور مشہور مغربی فلاسفر بھی یہی لکھتے ہیں۔ کہ ورزش کرنے والے یا بیکار رہنے والے رتو گامی نہیں ہو سکتے۔

غرضیکہ اندریوں کا بلوان ہونا اتی اوشیک ہے۔ اور یہ امر مُسلّمہ ہے۔ کہ کسی ایک اندری کی کمزوری بھی انسان کو تباہ کرتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کو زبان کی چاٹ ہے۔ اور وہ بار بار کھانے کو دوڑتا ہے۔ ہاضمہ ساتھ نہیں دیتا۔ مگر وہ کھانے سے باز نہیں رہتا ہے۔ جس سے بدہضمی اور ہیضہ یا ہیچش وغیرہ کا شکار ہوتا ہے۔ اس لیے تمام قواء کی پختگی کو ضروری جان کر ہارمونی اس ڈی ویلپ منٹ یعنی یکساں اور ساتھ کے ساتھ ترقی کو ضروری جانا گیا ہے۔ ورزش کا اثر ان تمام پر ہوتا ہے۔ اس لئے اسے بھی ایک امر ضروری جتایا گیا ہے اتھروید۔ ۱۲۔ ۵۔ ۱۰ میں ایشر آگیا دیتا ہے کہ "تم لوگ شرم اور تپ سے چمکیت رہو" جس سے صاف طور پر ورزش کرنے اور جفاکش بننے کی ہدایت ہے۔

ایک شخص ایک عزیز کا نام [illegible] کی ایک [illegible] ڈی کا گانا دلکش

ہو رہا ہے۔ آواز کان کے ذریعہ اُسے کھینچتی ہے۔ اگر وہ بلوان اور تپسوی ہوگا۔ تو فوراً اس ترغیب کو ناکام کرتا ہوا سیدھا اپنے کام پر چلا جائیگا۔ لیکن دُوسری صورت میں کان کی اندری اُس کو ہر کام سے روک کر گانا سننے میں مست کرے گی۔ خواہ نقصان کتنا ہو۔ اور پھر یہ اثر کہ اُس گانے کے ذریعہ من میں کام شکتی کو بھڑکانے والے سنسکار جائیں گے۔ قابل غور ہے بلوان پُرش ہی من کی پوترتا پر کان کی اندری کے ذائقہ کو قربان کر سکتا ہے۔ ورنہ کمزور اندری لوگ تو ایسے موقعہ پر اپنے من آدی کو وہیں کا بنا آتے۔ اصل کہ تو یہ ہے گمراہ ہوتے اور کھٹیا دُکھ میں پھنس جاتے ہیں +

موجودہ زمانے میں تعلیم کا جو انتظام ہے۔ اس میں کئی امور یہ واضح کرتے ہیں کہ جسمانی تعلیم کی ضرورت کو محسوس کیا جاتا ہے۔ لیکن جب تک پراچین طریق تعلیم کے آگے موجودہ انسانی طریق کو تلانجلی نہیں دی جاتی۔ ممکن نہیں کہ مکمل کامیابی ہو۔ رشی لوگ اندری گیان سے جو شکشا پائے ہوئے تمام تعلیمی ضروریات کو باریکی سے حل کئے ہوئے تھے۔ اور ہر چھوٹے سے چھوٹے۔ امر کو جو بچوں کی جسمانی حالت پر اثر رکھتا تھا۔ نہایت قابل توجہ جانتے تھے۔ مثلاً اگر جاگنے کا وقت قدرتاً ایک خاص ہے۔ اور بچہ کو اُس سے کچھ پہلے یا پیچھے جگایا جاتا ہے۔ تو دونوں صورتوں میں یہ برہمچریہ کے نیموں کا اُلنگھن ہے۔ نقصان خواہ پہلے کتنا ہی خفیف ظاہر ہو۔ لیکن آخر اُس سے بڑھتے بڑھتے بہت بُرے نتائج نمودار ہوتے ہیں ورزش کس قدر مفید ہو لیکن بہت زیادہ ہو جانے سے نتیجہ اُلٹا۔ یہی حال خوراک وغیرہ کا ہے۔ پس تمام ضروریات کو بحیثیت مجموعی لیا جاوے۔ تو جسم کی تمام و کمال حفاظت اور پرورش تقاضا کرتی ہے۔ کہ برہمچریہ کے نیموں کو پوری باریکی اور تفصیل سے جاننے والے شکشک بچوں کے انچارج ہوں۔ اور وہ نہ صرف نیم انہیں سکھا دیں۔ بلکہ عملی طور پر پابندی کرائیں۔ اتنا عرصہ کہ وہ نیم اُن کی پختہ عادت بنکر مستقل طبیعت بن جاویں۔ اور اُن کا انحراف ناممکن ہو جاوے ایسے لائق شکشک اُن کو ہر کام میں استعمال پر چلا سکتے ہیں۔ سونا۔ جاگنا۔ کھانا۔ پینا۔ نہانا۔ دھونا۔ بولنا۔ چلانا پڑھنا۔ ورزش کرنا۔ ایشور پرارتھنا۔ غرض آدمی کی کریا سب اُن کو مدنظر رہ سکتا ہے۔

مگر موجودہ سسٹم میں یہ باتیں ناممکن العمل ہیں۔ صدہا ایسی مثالیں عوام کو معلوم ہونگی
کہ بعض نہایت ہونہار اور شریف طلباء کو تعلیم کی دُھن تھی۔ رات دن پڑھنے میں لگے رہے
امتحان میں نمبر زیادہ ملنے کے سبب گھر والوں نے تعریف کی اُستادوں نے شاباش
دی۔ جماعت میں عزّت ہوئی۔ اول نمبر لا انعام پایا۔ اس سے حوصلہ بڑھا اور محنت دماغی
کی صبح کو کتاب شام کو مطالعہ۔ گرمی کا موسم ہے۔ کہ یہ رات کو لیمپ جلائے کتابی کیڑا بنا ہے
نتیجہ آخر سب کا یہ کہ ۱۸ سال کی بھی عمر نہ ہونے پائی۔ کہ مختلف اعضا کمزور ہو کر بیماریاں سوار
ہوتی ہیں۔ اور ۲۰ یا ۲۵ سال کی عمر میں موت اُسے شکار کر کے تمام متعلقین کو دُکھ دیتی
ہے۔ اور سب کیا کرایا اکارتھ جاتا ہے۔ اُس کی تہ میں اعتدال کی شکشا کی عدم موجودگی ہے
نہ والدین کو نہ اُستادوں کو اس امر کا چنداں خیال آتا ہے۔ اور نہ لڑکا اپنی یکرُخی عادت
کے نتیجہ کو سمجھ سکتا ہے۔ یہی حال زیادہ خوراک یا کچی یا گلی سڑی اشیاء کے استعمال یا بے
وقت کھانے سے یا قابل ترک گوشت وغیرہ کے استعمال سے ہوتا ہے۔ اتنے سے معلوم ہو سکتا
ہے۔ کہ گوروکل شکشا پرنالی کہاں تک مکمل ہوتی تھی۔ پچیس سال تک دھرم آتما دوزالوں کی ذمہ
داری میں رہ کر سب کام مسلسل باقاعدگی سے بے خطا طور پر کرتے ہوئے انسانیت اور
کرکٹر کے لحاظ سے کیا کچھ بن سکتے تھے۔ شکشک ہر سمے ساتھ ہوتے اُپدیش کو شودھ تک کے
متعلق شکشا دیتے اور اس کے بعد اندریوں کی شُدّھی تک کی طرف توجہ رکھتے تھے موجودہ
انتظام میں ایسا مکمل سکیم تو کیا آتا کئی باتیں محض مذاق معلوم ہو سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ
کیرکٹر کا یہ نقص بھی سب پر روشن ہے۔ کہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ آدمی بھی منطق اور
بحث کے لحاظ سے کتنے چتر ہوں۔ ایک کام کی خوبیاں خواہ کتنی جتالیں۔ مگر عملاً یا
[illegible] پابند نہیں ہو سکتے۔ کئی تعلیم یافتہ آریہ سماج میں آکر سندھیا کی خوبیاں جانتے ہیں
کئی ہون پر لیکچر دھواں دھار دے سکتے ہیں ورزش کی۔ سویرے اُٹھنے کی تعریف میں
[illegible] میں لکھ دیتے ہیں لیکن خود اُن میں سے کوئی کام بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ ارادہ
بار [illegible] کرتے ہیں۔ آغاز بھی بار بار کرتے ہیں۔ مگر ایک۔ دو۔ چار دن میں اُبال پھر شانت
ہو جاتا ہے۔ اور [illegible] غیر مستقل مزاجی [illegible] ہوتے یا [illegible] سے طعنہ پاتے

ہیں - لیکن فی الحقیقت اُن کی یہ کمزوری ایک خاص شکھشا کے لئے زبردست اُپدیش ہے - اور دہ کیا - کہ تمام بھلے کاموں اور فرائض کی پابندی کی بُنیاد دبال اوستھا سے پڑنی چاہئے - وید ہدایت دیتا ہے - کہ برہمچریہ کم سے کم ۲۴ سال کی عمر تک ہو -

یجر وید - ادھیائے ۱۱ منتر ۵۸ میں وسو - رُدر - آدتیہ اور وشواز چار قسم کے برہمچاری لکھے گئے ہیں - اور گایتری - تیر شٹبھ - جگتی - اور انو شٹبھ چھندوں کے اکشروں کی تعداد کے لحاظ سے اُن کی میعاد ۲۴ - ۴۴ - ۴۸ و ۳۲ سال کی رکھی گئی ہے اس سے آگے منتر ۶۱ میں استریوں کے درجے مقرر کئے ہیں +

اسی طرح یجروید ادھیائے ۵ - منتر ۱۱ و ادھیائے ۱۱ منتر ۵ میں اور سادرچگھووں میں ۲۴ سے ۴۸ سال پُرش کے لئے اور ۱۶ سے ۲۴ تک کنیا کے لئے میعاد مقرر ہے اُپ نشد - برہمن گرنتھ - سمرتیاں - تمام متفق طور پر یہی مانتے ہیں - اب جائے غور ہے - کہ اگر اتنی عمر تک لگاتار اپنی اندریوں اور من کو خاص اصولوں کی پابندی میں باقاعدہ لگایا جاوے - تو کیا بعد میں کبھی سُوپن میں بھی اُن کو اپنے فرائض سے ہٹنے کا خیال ہو سکتا ہے - ہرگز نہیں - سچ پوچھو تو کسی اندری کو بُرے کام میں لگاتے ہوئے اُن کا بدن کانپ جائیگا - اور جس طرح کھانے وغیرہ کی عادت ہونے سے آدمی کو اتی ویاکلتا ہوتی ہے جب کھانا نہ ملے - کامی پُرش اپنی عقل ہوش کھو بیٹھتا ہے - اگر استری پراپت نہ ہو شرابی کو کل نہیں آتی اگر شراب نہ ملے - اسی طرح ایسے شُدھ برہمچاریوں کو ابھیاس - سنا - دھیانا یام - ہون یگیہ - و پایام آدی میں بگھن پڑنے سے کشٹ ہوگا اور وہ کبھی اُن کا اولنگھن یا کوئی کچیشٹا کر ہی نہ سکیں گے +

۲ - ویریہ رکھشا

میں نے اوپر واضح کیا - کہ شکھشا سب انگوں کی ہونی ضروری ہے - اور ساری طاقتیں مضبوط اور شُجنتہ ہونی چاہئیں سول - جگر - معدہ - دماغ - گردہ - شانہ - آنکھ - ناک کان ہاتھ - پاؤں کونسی طاقت ہے - جس کی ہانی سے دُکھ نہیں ہوتا - لیکن میں نے یہ بھی اشارہ دیا تھا - کہ عام فہم معنے آج برہمچریہ کے شادی یا استری سنگ سے بچنا یا ویریہ

رکھشا لئے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ صرف اس سینے پر ہی محدود کرنا غلطی ہے۔ اور نیز یہ بھی کہ ایک اس امر پر بھی دنیا کی توجہ نہیں۔ کیونکہ شادی اور استری سنگ چھوٹی عمر میں ہو رہے ہیں۔ چند ملکوں میں گو ۱۴ یا ۱۵ یا غائت ۱۸ سال تک مردوں کے لئے شادی کا قانون ہے۔ مگر اول تو یہ بھی بہت کم عمر ہے اور دوسرے عملی پابندی اور بھی مشکل۔ کام واسنا کو جیتنے کے لئے آتما کا بلوان اور من کا شیو سنکلپ اور آتما کے ٹھیک ادھین ہونا اتی آوشیک ہے۔ بغیر اس کے اندریاں وش میں نہیں ہوتیں اور قبل ان کے ایسا ہونے یا بدھی کو گیان اور روشنی استری سمبندھ کے متعلق ملنے کے۔ بالپن میں ہی کام اگنی کو پرچنڈ کرنے والی ترغیبوں اور سامانوں کے درمیان ہونے سے گراوٹ لازمی ہے۔ انگلینڈ اور فرانس میں شادی کی عمر عورتوں کی بھی ۱۵ سے ۲۵ سال تک ہے۔ لیکن شادی کے اور نقص۔ نیز کورٹ شپ اور فری لو کے اصولوں کے پھیلاؤ وغیرہ سے اصلی مدعا ویریہ رکھشا کا پورا نہیں ہوتا۔ باوجود اس کے یہ کہنا بھی بیجا نہیں۔ کہ برہمچریہ کا صرف ان معنوں میں محدود ہونا کچھ نہ کچھ معقولیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ ویریہ رکھشا بذاتہ ایک ایسا کام ہے۔ جو تمام قوائے انسانی کی صحت ترقی اور طاقت کے لئے نہایت ضروری چیز ہے۔ انگریزی فلاسفر اس ویریہ۔ (سیمن) کو ہی فزیکل بیسس آف لائف یعنی زندگی کی جسمانی بنیاد کہتے ہیں +

میرج اینڈ پیرنٹیج کے لائق امریکن مصنف صاحب اسے انسان کی ترقی اور تکمیل کا ذریعہ جتاتے ہوئے کہتے ہیں۔ "ویریہ کا جائز استعمال انسان کی ترقی اور خوشی کا ذریعہ ہے ...... ویریہ ایشور کی طرف سے مقرر کیا ہوا سادھن سنتان اپتی کا ہی نہیں۔ بلکہ منش جاتی کو سدھارنے۔ ترقی اور مکمل بنانے کا ہے"۔ ایسا ہی سائنس آف نیو لائف میں نہایت وضاحت سے جتایا گیا ہے کہ

ویریہ سب سے نفیس اور بیش بہا جوہر ہے۔ اس کو ضائع کرنے پر سزا واجب ادا ہوتی ہے۔ فاضل ڈاکٹر اسکاٹ صاحب کا قول ہے۔ "جو شادی کرتے ہیں

ویریہ جیسے نہایت مفید رتن کو ضائع کر دیتے ہیں۔ وہ اپنی جسمانی ترقی کی جڑھ پر کلہاڑا مارتے ہیں"

1307

وید جو یجرویہ کو اتنا اچیہ درجہ دیتا ہے۔ وہ ایسے حوالوں سے نہایت ہی معقولیت پر مبنی ہے۔ سشرت کار نے شریر میں سات دھاتو لکھی ہیں۔ یعنی رس۔ رکت۔ مانس میدا۔ استھی۔ مجا۔ ویرج۔ ان میں سے ویریہ کو پرم دہاتو کہا ہے۔ اور وا ستو میں کل دھاتو کا ہی سار ہے۔ ویریہ کو رائیگاں کھونے والوں کی سب دھاتوؤں کو نقصان پہنچتا ہے

ویدک میگزین جولائی ۱۹۰۵ء میں پنڈت گرودت جی نے "انگا دانگا ت سمبھو ......" والے واکیہ کی تشریح میں ثابت کیا ہے کہ ویریہ میں تمام انگوں اور ذہنی قوتوں کا سار ہوتا ہے۔ اور جب شریر روپی درخت کا بیج ہے۔ تو اُن تمام اعضا کا انکر اسی ماننے میں سندیہہ ہی کیا ہوسکتا ہے۔ نہ صرف انسانوں میں بلکہ حیوانوں میں بھی یہ امر تجربہ کی بنا پر ثابت ہو چکا ہے +

ڈاکٹر اسمر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ایک کُتے کی دم ندارد تھی۔ اُس کا بچہ بھی بےدم ہوا سکشول فزیالوجی میں ۳۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء کا جو خط منجانب ایم۔ ایس۔ کیل لوگ چھپا ہے۔ وہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ مسٹر موصوف کے والد کی آنکھ میں بچپن میں ضرب آئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسٹر موصوف کی بائیں آنکھ بھی کمزور تھی۔ وہ اس آنکھ سے پڑھ بھی نہ سکتے تھے۔ اور اُن سے پانچ سال بڑی اُن کی بہن کی بھی بائیں آنکھ کی یہی حالت تھی۔

یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۷۶ میں تو بالکل ہی یہ بات صاف کی گئی ہے۔ بھاوارتھ اس کا سوامی جی یہ لکھتے ہیں:۔

"پرانی جو کچھ کھاتا پیتا ہے۔ وہ پہلے سے ویریہ ہو کر شریر کا کارن ہوتا ہے پرش کا لنگ اندریہ استری کے سنیوگ سے ویریہ چھوڑتا اور جس سے الگ موتر کو چھوڑتا ہے۔ اس سے مانا جاتا ہے۔ کہ شریر میں موتر کے ستھان سے پرتھک ستھان میں ویریہ رہتا ہے۔ اور وہ ویریہ جس کارن سے سب انگوں سے اُتپن ہوتا ہے۔ اس سے سب انگوں کی آکرتی (شکل) اس میں رہتی ہے" بیشک منش جیون کا آدھار منش کی صحت اور

طاقت اور خوشی کا سہارا جو کچھ ہے یہی امو یہ رتن ہے ۔ رشی لوگوں کے وچاروں کو اس
دشے میں پرگٹ کیا جاوے ۔ تو ایک خاص کتاب طیار ہو سکتی ہے ۔ اس لئے اس جگہ مختصر
طور پر بیان کرنے کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ ایک عام فہم درشٹانت سے جو ایسے وچار
پُرشوں نے ودیا کے متعلق لکھا ہے ۔ اور جو اُس کی مہانتا کا ثبوت ظاہر کرتا ہے ۔ مطلب
کو صاف کیا جاوے +

ودیا کی فضیلت پر ایک درشٹانت

فرض کرو ۔ ایک بڑا بھاری ملک ہے ۔ اُس کا ایک راجہ ہے ۔ جو اُس کی حفاظت
کرتا ہے ۔ راج پربندھ کے وچاروں میں سہائتا دینے کے لئے اُس کے پاس وزیر دل
کی سبھا ہے ۔ اس سے اُتر کر اہلکار ہیں ۔ پولیس اور فوج ہے ۔ یہ سب موجود ہوں تبھی
سلطنت کا انتظام بخوبی چلتا ہے ۔ ورنہ انتظام میں گڑبڑ کا احتمال ہے ۔ لیکن ان سب
سے بڑھکر ایک چیز راجہ کے پاس ایسی ہے ۔ جو ان سب سے بڑھکر ضروری ہے ۔ اگر ملازم
ایک آدھ نہ ہو تو بھی کام چل سکتا ہے ۔ مگر یہ چیز نہ ہو تو تمام نکمے ہو جاتے ہیں ۔ یہ قیمتی
چیز راجہ کا خزانہ ہے یہی تمام راج کی جان ہے ۔ خزانہ بھرپور ہو تو تمام وزراء و
اراکین کو تنخواہ وقت پر بطور معقول ملتی ہے ۔ اور وہ کام دل دے کر کرتے ہیں ۔ پھر
عمدہ کارگذاری پر انعام ملا ۔ تو بقول ع کہ مزدور خوش دل کند کار بیش ۔ جملہ
ملازمین راجہ کی خاطر جان تک دینے کو طیار ہیں ۔ تمام عملہ کے اس انتظام دیکھتی کا
نتیجہ راجہ سے عام پیار اور راج کا استحکام ہوتا ہے ۔ بڑے سے بڑے دشمن کو حملہ کی
جرأت نہیں ہوتی ۔ لیکن برخلاف اس کے اگر وہ بیوقوفی سے خزانہ خالی کر دیوے تو
سب کام ڈھیلا پڑ جاوے ۔ رعایا پر ٹیکس وغیرہ بڑھے اور عام بے اطمینانی ہو ۔ ملازموں
کو تنخواہ وقت پر نہ ملے وہ دل برداشتہ ہو کر اس خیال سے کہ کہیں تنخواہ بالکل ہی نہ
ملے ۔ پہلے ہی جہاں سینگ سمائے جا جا کر ملازمت کرنے لگتے ہیں ۔ راج پربندھ
میں نقص ہوتا راجہ کی بدنامی پھیلتی ہے اور مخالفین کے حوصلے بڑھتے ہیں ۔ حتیٰ کہ کوئی
چھوٹے سے چھوٹا دشمن بھی ایسے وقت میں دھاوا کر کے اندرونی کمزوریوں سے فائدہ

پاکر فتح حاصل کر سکتا ہے۔ راجہ گرفتار۔ راج اُس کا تباہ ہوتا ہے۔ جس سے سچ پوچھو تو خزانہ ہی راج کی اُنتی اور سلامتی کا ذریعہ ہے۔ آشا اس درشٹانت سے یہ ہے۔ کہ یہ شریر ایک ملک ہے۔ من راجہ ہے۔ گیان اندریاں یعنی آنکھ۔ ناک۔ کان۔ رسنا اندری اور توچا گیاں اندریاں بمنزلہ وزیر ہیں۔ کرم اندریاں یعنی ہاتھ پاؤں۔ پیشاب اور پاخانے کی اندریاں۔ اور باقی اہلکار ہیں۔ اور یہ سب ناڑی۔ نس۔ رگ پٹھے۔ آدی انیک چیزیں باقی کے مختلف محکمے ہیں۔ سب کے قیام پر ہی شریر کا عمدہ ہونا منحصر ہے۔ کوئی سا ایک انگ بھی نہ ہو تو دُکھ ہے۔ لیکن جس طرح راجہ کے پاس خزانہ سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے اسی طرح من روپی راجہ کے پاس قیمتی شے کیا ہے۔ سوچنا صرف یہ ہے۔ رشی جواب دیتے ہیں۔ کہ وہ امولیہ خزانہ مُنش روپی شریر میں "ویریہ" ہے۔ یدی من پوِتّر ہو۔ اور خزانہ کی صحیح معنوں میں رکھشا کرے۔ تو سارے شریر کا پربندھ اتی اُتم ہوتا ہے۔ سب ملازموں کو بل روپی تنخواہ وقت پر ملتی اور وہ کام عمدگی سے دیئے جاتے ہیں آنکھوں میں تیج۔ دماغ میں مضبوطی۔ چہرہ پر سُرخی۔ جسم میں طاقت اور بلشٹ انگوں کا باقاعدہ ویوہار سب اسی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جوں جوں اس عمدہ پربندھ سے ویریہ روپی خزانہ میں بڑھی ہوتی ہے۔ توں توں ان قوا کا کام اُتساہ اور آنند پوروک ہوتا ہے۔ چُستی چالاکی۔ ہمت۔ جفاکشی۔ محنت۔ مستقل مزاجی وغیرہ اوصاف جو سچے شُور بیروں میں ہونے لازمی ہیں۔ اور باریک سے باریک باتوں کا سمجھ جانا۔ اور عالم باعمل ہونا جو ودیا اور رشی لوگوں کے وصف ہیں۔ اس کی بدولت پیدا ہوتے ہیں۔ اس اطمینان کی حالت میں کام کرودھ وغیرہ حملہ تو کیا کر سکیں۔ مُنش کے تابع میں رہتے ہیں۔ اور داس بھاو سے اُس کے کام میں آتے ہیں۔ گرمی زیادہ پڑتی ہے تو بلا سے۔ سردی زیادہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ غرضیکہ ویریہ رکھشا کی حالت میں کوئی بھی بیرونی آفت ستا نہیں سکتی۔ نہ بیماریاں گرا دبا سکتی ہیں۔ یہ شریر اروگیتا کا ہی نتیجہ ہے کہ دماغ طاقتور ہوتا اور بدھی کو گیان پراپتی سے شدھی ملتی ہے۔ جس سے مُنش اس تمام دنیا کے پدارتھوں سے سُکھ حاصل کرتا ہوا آخیر میں پرم آتما کے درشن اور پراپتی کے

یوگ ہوتا ہے۔ اسی لئے وید کا اور سمرتی کا یہ سدھانت ہے۔ کہ برہمچریہ روپی تپ سے ہی رشی لوگ موکھش سُکھ تک کی پراپتی کر گئے +

سنسکرت میں تیرتھ شبد دُکھوں سے ترانے والے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ماتا پتا سب کو تیرتھ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن برہمچریہ کو سنسکرت میں پرم تیرتھ کہا گیا ہے۔

بھارت میں وہ کون سمجھ ہوش والا انسان ہے۔ جس نے مہابھارت کے مشہور ہیرو بھیشم پتامہ کا ذکر نہ سُنا ہوگا۔ وہ یدھشٹر کو کہتے ہیں:-

"ہے راجن! تو برہمچریہ کے فوائد سُن۔ جو انسان پیدائش سے لے کر موت تک برہمچاری رہتا ہے۔ اُس کے لئے کوئی بھی نیک بات ایسی نہیں۔ جس کو وہ حاصل نہ کر سکے۔ اُس کی بدولت بے شمار رشی اور کروڑوں انسان آنند سروپ پرم آتما کی قربت کو حاصل کرنے اور اس دُنیا میں بے شمار سُکھوں کو پاتے ہیں۔ کہاں تک لکھا جاوے۔ ویریہ رکھشا سے بڑھکر منش شریر کے لئے کوئی بھی کلیان کاری ودھار نہیں۔ گورو نانک صاحب نے اس آشا کو نانک سورج اودے میں اس طرح ادا کیا ہے:-

بند باندھی جب ام ٹھہرایا۔ بند باندھی جب پنڈ بھر پایا
" " جو آپ اپ جانا۔ " " تب ست پرگٹانا
" " جب برہم کو رلیا۔ نانک بند باندھی پھر گرہہ نہ گلیا
" " جب رہت سب جانی بند باندھی جب جوت پرگھٹانی
" " جب بکھم گرٹ سادھا۔ بند باندھی تب ہے پد لادھا
" " جب کایا سچیاری نانک کوٹ بدھے کو رتن سچیاری

یہ ہرش وانک پھل ویریہ رکھشا کا ہے۔ عمر۔ دولت۔ طاقت۔ صحت۔ عزت حُرمت۔ یش کیرت سُکھ اور آنند من مانا پھل مل سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ من روپی راجہ کھوٹے سنسکاروں کا شکار ہو کر اپنے خزانہ کی بے قدری کرے۔ اور اس امولیہ رتن کو چھوٹی عمر کے بواہ یا بھیچار میں برباد کر دیوے۔ تو ساری طاقتیں کمزور ہونے لگتی ہیں آنکھوں کی روشنائی چہرہ کا تیج۔ بدن کی طاقت۔ جسم کے قواعد کا سڈول ہونا دل کی

جرأت اور اطمینان سب کا فور ہونے لگتا ہے۔ ذرا سوچ بچار کا کام آیا۔ تو دماغ چکرایا۔ سر درد کرنے لگا۔ سردی ذرا زیادہ ہوئی۔ تو بستر ے میں پڑے ہیں حوصلہ باہر نکلنے کا نہیں۔ مجبوراً کچھ باہر ہوئے تو زکام نزلے نے گھیرا۔ ایسے ہی گرمی کہیں زیادہ معلوم دی۔ تو اور بھی شامت۔ غرضیکہ برداشت کی طاقت ذرا نہیں رہتی۔ نہ کام کے لئے حوصلہ نہ ارادے کی مضبوطی نہ مصیبت میں استقلال نہ کسی امر کامیابی۔

سچ پوچھو تو یہی پاپ یا ویریہ کا ضائع کرنا ہی ہماری تمام مصیبتوں اور دکھوں کا کارن ہے۔ سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش میں مختلف جگہوں پر برہمچریہ کے ناش سے ہی تمام جہالت پھیلنے اور کمزوریاں و بیماریاں پیدا ہونے کو منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ جہاں سوئمبر بواہ میں برہمچریہ آدی کی شرط لازمی کی ہے۔ وہاں صاف لکھا ہے۔

"جب تک اسی طرح سب رشی منی راجہ مہاراجہ آریہ لوگ برہمچریہ سے ودیا پڑھکر ہی سوئمبر بواہ کرتے تھے۔ تب تک اس ملک کی ہمیشہ ترقی ہوتی تھی۔ جب سے برہمچریہ کے نہ کرنے اور ودیا کے نہ پڑھنے سے بچپن میں محتاج بالبغیر بیاہ ہونے لگے۔ تب سے بتدریج آریہ ورت ملک کا زوال ہوتا چلا آیا ہے۔

گورو نانک صاحب ویریہ ضائع کرنے کا پھل بھی یوں لکھتے ہیں:۔

جن بند کھوئی تن رتن گنوایا۔	جن بند کھوئی سو گربھ میں آیا۔
" سو پھرے چوراسی	" پڑے جیم پھاسی
" تن کال سنتپی	" سو بھے مہا پاپی۔
" تن سب کچھ گنوایا	" تن ہنداں دکھ پایا۔
" تن کو کھری ات بھاری	" تس کرے جیم خواری
" تس کو ات دکھ ہوئی	نانک جن بند کھوئی سو انت کو روئی
" سو جنم پھر آوے	" سو ہاں دکھ پاوے
" تو نرک گھر دیے	" تن مہاں دکھ لاوے ہے
" سو گربھ میں گلے۔	" اگنی جیون جلے۔

پیارے ناظرین۔ کیا اوپر کا بیان زیادہ ثبوت کا محتاج ہے۔ وہ کون شخص ہے جس کو روز مشاہدہ میں یہ امر نہیں لانا پڑتا کہ اس خزانہ کی تباہی سے روز کس قدر ستری پرش ولی سلطنتیں عدم آباد کو روانہ ہوتی ہیں۔ آہ! اس زندگی کے مول کو بے قدری اور بے پروائی اور وشے بھوگ سے اکھاڑتے ہوئے آج ایک دو نہیں دہائیاں یا سینکڑوں نہیں ہزاروں۔ لاکھوں نوجوان اپنی زندگی کو موت میں تبدیل کئے جاتے ہیں۔ قدرتی عمر سو سال یا زیادہ تو کجا ستر۔ اسی بھی نہیں۔ پچاس ساٹھ۔ یا تیس چالیس بھی نہیں۔ بلکہ بیس بائیس اور پچیس چھبیس سال کی عمر میں عین عالم شباب کو کھو کنے کے امیدوار اپنی بیاہی دھرم پتنی اور بڈھے ماتا کو روتے دھوتے اور غم و الم میں زندگی کے دن کاٹنے کے لئے چھوڑ جاتے ہیں +

بھارت بھومی کو بدھواؤں کے ہاہاکار سے کلیشت دیکھ کر دیش سیوک لوگ انیک اُپاؤ کرتے ہیں۔ بدھواؤں کی رکھشا اور سہائتا کو اپنی ہمدردی کے اظہار کے لئے وہ لازمی جزو سمجھتے ہیں۔ لیکن ودوان پرشوں کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ بدھواؤں کا بیاہ کرا دینا یا انہیں اور طرح زیادہ آدمی کے لئے کوئی سہائتا دینا یا سبھا بنانا محض پتوں پر پانی چھڑکنا ہے۔ لیکن سچی ہمدردی اور یقینی طور پر عمدہ پھل لانے والی کوشش سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کہ برہمچریہ کو پنر جیونت کرنے کے لئے بھارت باسی اپنے سارے بل سے یتن کریں۔ بدھوا دکھ اور پاپ کی بیخ کنی کا یہی سچا اُپائے ہے۔ اور یدی کوئی غور سے دیکھے گا تو ¾ حصہ بدھوائیں محض برہمچریہ کے ناش سے اس دکھ ساگر میں گرتی ہیں +

۳۔ برہمچریہ روگوں کا قدرتی علاج ہے۔

اوپر جو ویریہ رکھشا کو اس قدر ضروری فرض جتایا گیا اور اسی کی تکمیل پر دوسری کامیابیاں منحصر بتائی گئیں۔ یہ کوئی وہمی یا قیاسی اعتقاد نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ یہ ایک قدرتی اور بے خطا علاج انیک بیماریوں کا ہے۔ یہ قدرت نے اسے علاوہ صحت اور طاقت حاصل کرنے کے لئے انسان کے اندر ہی ایک اتی منوہر رسائن پیدا کی ہوئی

ہے۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ باہر سے بھی ہر امر میں ہاتا کامیابی کے لئے مل سکتی ہے

لیکن اندرونی اور ذاتی قابلیت نہ ہو تو بیرونی وسائل سب ناکامیاب رہتے ہیں۔

والد قدرتاً بالکوں کا سرپرست ہے۔ اُس کی موجودگی میں بچہ آسانی سے پرورش پا رہا ہے۔ چچا۔ تایا اور دیگر بھائی بند بھی اور توجہ کریں تو زہے قسمت۔ مگر بچہ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ جاوے تو پھر سینکڑوں چچا تایا کی موجودگی اور رحم و ہمدردی یا دستگیری پر بھی امداد بچے کے آنند اور اطمینان کا کارن نہیں ہو سکتی ۔

گھر میں روپیہ موجود ہو۔ معمولی لیاقت کا آدمی بھی اس سے بیوپار کر کے منافع پا سکتا ہے۔ لیکن بے زر شخص قرض لے کر عموماً بڑی محنت اور ہمت پر بھی کوئی بڑا کام نہیں چلا سکتا۔ اور اگر چلاتا ہے۔ تو مالدار نہیں ہو سکتا۔ آمدنی بیچارے کو بہت ہوتی ہے۔ مگر سود کا اُس کو کھا جاتا ہے ۔

عورتوں کو با عصمت بنائے رکھنے کو کتنا یتن کیا جاتا ہے۔ انہیں چار دیواری میں قید رکھتے ہیں۔ غیروں سے ملنے و بولنے نہیں دیتے۔ نہ کسی کو گھر میں آنے دیویں۔ اگر باہر جاویں تو لمبے لمبے گھونگھٹ اور برقعے سے اُن کو ڈھانپا جاتا ہے۔ مارے غیرت کے آدمی کا ہے خون بھی کر دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی بھیچار اور بے حیائی کی مثالیں عوام ملتی ہیں۔ محض اس لئے کہ دلوں کے اندر پتی برت دھرم کا مضبوط نقش موجود نہیں۔

انسان آنند و شانتی کی ابھلاشا میں کہاں کہاں بھٹکتا پھرتا ہے۔ کھانے پینے۔ رہنے سہنے اور دیگر سامانوں کے ہوتے ہوئے بھی ناکامیابی ہو رہی ہے۔ قبر۔ پیر۔ خانقاہ۔ سادھو۔ مورتی وغیرہ سب اسی لئے پوجے جا رہے ہیں۔ مگر سب بے سود۔ اس لئے کہ آنند کا اصلی بھنڈار جو پرم آتما اپنے اندر موجود ہے۔ اس کو ڈھونڈا نہیں جاتا۔ آنند ستیہ دھرم کی ابھلاشا ہے۔ اُس کی پراپتی کے لئے سینکڑوں مذہب لوگوں نے جاری کئے ہزاروں اور لاکھوں فرقے بنے۔ کتنے ہی روحانی رہنما ہادی نبی۔ رسول بنے۔ پستکیں بڑی بڑی لکھی گئیں۔ اُن کی تعظیم کی گئی۔ قیمتی کپڑوں میں انہیں لپیٹ لپیٹ اونچی کیا۔ غلط اور کتھائیں رو رو جتنی چاہو سن لو۔ دھرم شالائیں۔ مسجد۔ مندر۔ گرجے

کروڑوں بنے۔ نقاروں کی آواز اور بانگیں روز سنی گئیں۔ اور وہم وگمان میں نہ آنے والی مقدار دولت کی خرچ ہوئی۔ مگر باوجود ان تمام انسانی کوششوں کے دھرم اور ایمان کی سلامتی مشکل ہو رہی ہے۔ پاپ۔ جھوٹ۔ دغا فریب دنیا میں دن بدن ترقی پر ہے۔ محض اس لئے کہ قدرتی دھرم ویدسے لوگ منحرف ہو چکے ہیں۔

اسی طرح بیماریوں کو رد کرنے صحت اور طاقت حاصل کرنے کے لئے انسان انیک اپائے سوچتے ہیں۔ دنیا میں لاکھوں۔ وید۔ ڈاکٹر حکیم۔ اس خدمت کی سرانجام دہی میں مصروف ہیں۔ یونانی۔ انگریزی۔ ویدک ہومیوپیتھی وغیرہ وغیرہ انیک طریق علاج کے ایجاد کئے گئے۔ ہسپتال۔ پنساریوں کی دوکانیں اوشدھالیہ لاکھوں ہی بے اندازہ دوائیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ بڑے بڑے قوت والے نسخے تیار ہوتے ہیں جڑی بوٹیوں سے دھاتوں کے کشتوں سے۔ رسائنوں سے صحت اور طاقت کے اطمینان اشتہاروں کے ذریعے دلائے جاتے ہیں حکیم کہتا ہے۔ ۱۲ خوراک کشتہ فولاد کھاؤ بس طاقت بڑی آجاوے گی۔ کوئی کسی اور ٹانک سے دل۔ جگر۔ معدہ سب کی درستی کا یقین دلاتا ہے۔ کروڑوں اربوں روپیہ ڈاکٹروں کی فیسوں اور دوائیوں کی قیمتوں پر خرچ ہو رہا ہے۔ مگر باوجود ان سب کے یہ کہنے کی جرأت نہیں دیکھتی کہ بیماریاں کم ہوئیں۔ یا طاقت بڑھی۔ بلکہ دن بدن بیماریاں بڑھتی جاتی ہیں۔ نئی سے نئی خطرناک بیماریوں کے نام سن رہے ہیں۔ سب ناکامیابی کی وجہ یہی ہے کہ انسان کے اندر جو قدرتی علاج اور یقینی نسخہ ان امراض کے لئے تھا۔ اس کا استعمال ہی چھوڑ دیا +

اس میں کلام نہیں کہ ویدوں اور ڈاکٹروں کی خدمات اور قابلیتیں قابل قدر ہیں لیکن ان کی محنتوں کا اصلی فائدہ ظاہر تبھی ہو سکتا ہے کہ آدمی اس اندرونی جوہر کی رکھشا کریں۔ ورنہ اوشدھیاں فائدہ نہیں دیتیں۔ دیتی ہیں تو کم اور وہ بھی دیرپا نہیں ہوتا +

ویدک شکشا کو ہی یہ بھی فخر ہے کہ وہ اس اندرونی اور قدرتی علاج کو مقدم درجہ دیتا ہے۔ ورنہ عام طور پر تو لوگوں کو دیریہ کے متعلق بات کرتے ہوئے ہی کچھ شرم

سی آتی ہے +

ایک لیٹرا اگر افیم یا سنکھیا دے کر لوگوں کو مارنے اور لوٹنے کا عادی ہے۔ تو دو
دوسروں سے کلام کرتے ہوئے احتیاط رکھتا ہے کہ زہروں کا نام نہ لے۔ وہ اوروں
میں بیٹھا ہو اور کسی وجہ سے اپنے گھر میں یا اپنے پاس موجود چیزوں کا نام بتانے لگے
تو ایسی چیز بن زد چھوڑ جائے گا۔ کوئی اور وجہ معاش نہ رکھنے والا چور کتنا روپیہ اپنے گھر
میں چوری کا رکھتا ہو۔ کبھی دوسرے لوگوں کے پاس ذکر نہیں کرتا۔ اُسے کھٹک جاتا ہے۔
کہ شائد پھر پوچھا جاوے۔ کہ روپیہ کہاں سے لیا۔ غرضیکہ جس چیز کے متعلق من میں کیول
پاپ کا ہی سنسکار بیٹھا ہو اُس کے عام ذکر کے لئے انسان کو کچھ جھجھک سی رہتی ہے۔
اسی طرح چونکہ ویریہ کا استعمال آجکل سنتان اُتپتی کے لئے نہیں کیا جاتا۔ بلکہ شہوت
پرستی کے طور پر۔ اس لئے اس کے متعلق ذکر اذکار میں عام طور پر لوگوں کو شرم سی محسوس
ہوتی ہے۔ جو کھوٹے سنسکاروں کا بھاری ثبوت ہے۔ ورنہ جیسا اس لٹیرے اور چور کو
چھوڑ کر ڈاکٹر اور ساہوکار افیم یا سنکھئے اور روپے وغیرہ کا ذکر کرتے اور اُس سے لابھ پاتے
اُن کے متعلق شکھشا دیتے لیتے ہیں۔ اُسی طور پر دھرماتما لوگ ویریہ کے متعلق جو اتی اُتم
اور کلیان کاری وستو ہے شکشا دیتے اور اُس کے لابھ اور اُس کا سچا استعمال واضح
کرتے تھے +

اس کے علاوہ ایک اور دقّت یہ ہے۔ کہ حفظانِ صحت کی جو عام تعلیم اس وقت دی
جاتی ہے۔ اُس میں بھی صرف ہوا۔ پانی۔ غذا کے متعلق چند موٹی موٹی باتیں ہیں
کسی اصلی اور باریک اصول کا اُس سے علم نہیں ہو سکتا۔ پانی اور غذا کی اصلی صفائی ہوا
پر منحصر ہے۔ اور ہوا کی صفائی کے لئے آندھی وغیرہ قدرتی ذریعے چلائے جاتے ہیں۔
پھول آدی سگندھت پدارتھ بھی اس میں مدد دے رہے ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ
سنسانوں کا جو کرتویہ تھا۔ وہ خیال میں نہیں بجز اس کے کہ جھاڑو وغیرہ دے دو یا خاص
جگہوں میں پانی پڑنے سے یا سڑنے نہ دو۔ اس کی بابت بھی قدرت کی طرف سے ہی بڑا اپکار
ہو رہا ہے۔ سورج کی کرنیں تمام غلاظت اور نجاست کو دور کرنے میں بڑا کام کر رہی

ہیں۔ آج ایک بدررو میں کس قدر سڑاند اور بدبو ہے۔ مگر دھوپ لگتا رہنے سے وہ آخر خشک ہو جاتی بدبو وغیرہ بھی دور ہو جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا انسان ان قدرتی وسائل پر بھروسہ کر کے بیٹھے یا صحت اور طاقت کے متعلق خود بھی کچھ کرے۔ یہ تمام مذہبی کتب و موجودہ سائنس سب اس کے متعلق کچھ تعلیم نہیں دے رہی ہیں۔ یہ فضیلت وید کو ہی ہے کہ ان تمام ضرورتوں کو نہایت باریکی سے حل کیا۔ بنسپتی پھل پھول قدرتاً دنیا میں پیدا ہو رہے ہیں۔ مگر انسانوں کو اسی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے ایشور نے بدھی دی۔ اور ہدایت بھی۔ جس سے کھیتی کر کے انسانوں نے اَن۔ اناج۔ پیدا کیا۔ روشنی اور گرمی کے لئے ایشور نے سورج اور چاند دیا۔ حیوانوں کے لئے یہ کافی ہوا۔ مگر انسان کو بدھی ملی اور ہدایت۔ جس سے اس نے پرشارتھ کر کے آگ نکالی لیمپ وغیرہ ایجاد کئے۔ اسی طرح محض آندھی پر ہوا کی شدھی یا پھول آدی پر سگندھ یا سورج کی حرارت پر بدبو کا تدارک منحصر رکھنا محض حیوانوں کی ضروریات ہیں انسان کی بدھی تقاضا کرتی تھی کہ اُسے ہدایت ملے اور وہ اپنی ضروریات کے لئے خود پرشارتھ کرے۔ یہی وجہ تھی کہ اُس ہادیٔ مطلق کی طرف سے انسان کو ہر طرح سے مکمل ہدایت ملی۔ جس پر چل کر وہ دنیا کے اندر پوری طاقت اور صحت کے ساتھ اس منش شریر کو سچی آتمک اُنتی اور آنند پراپتی کا سادھن بنا سکتا ہے۔ جہاں بھوجن کے لئے ان اناج۔ دودھ۔ بنسپتی کا حاصل اور استعمال کرنا اُن کو معلوم ہوا۔ وہاں وہ اور بڑے سادھن دئے گئے۔ گو اس میں سے صرف ایک کا تعلق نفس مضمون سے ہے۔ تاہم دوسرے کا بیان بھی مختصر طور پر کر دینا یہاں موزوں ثابت ہوگا۔

پہلا سادھن بیرونی اصلاح

ویدوکت شکھشا کے مطابق ہر انسان کو روزانہ دونوں وقت سندھیا کے بعد دیو یگیہ یا اگنی ہوتر کرنا فرض ہے۔ جس کا شارح فی زمانہ آدمیوں میں نہایت کم ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی یگیہ ہوتے تھے۔ جن کے ذریعے ہوا کی۔ اور اُس کے ذریعے ان اور جل کی شدھی ہوتی تھی [illegible] آگ [illegible] کا موقعہ نہ

پاسکتی تھی۔ یہ نہایت مفید بیرونی علاج تھا۔ مگر ہماری بدنصیبی کا کیا ٹھکانا۔ کہ اول تو جہالت کے سبب اس کو بجائے عمدہ سامگری کے گوشت وغیرہ سے کیا گیا اور بجائے شدھی کے ہوا میں بدبو اور عفونت پھیلائی گئی۔ اور آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہون یگیہ پر مخول مضحکہ اڑانا ہی عقلمندی کا ثبوت سوجھا۔ کہا گیا کہ کیا بے وقوفی کی بات ہے کہ بجائے کما کر طاقت حاصل کرنے کے گھی کو آگ میں جلا جلا کر ضائع کر رہے ہیں

(اسکا جواب) اول تو کوئی شے دنیا میں ناش ہوتی ہی نہیں۔ بلکہ محض شکل بدلتی ہے۔ پس گھی ضائع نہیں ہوتا۔ نہ سامگری۔ دوم یہ سب چیزیں سوکشم یا لطیف حالت میں ہوا میں اور اس کے ذریعے ان اور جل میں پہنچائی جاتی ہیں جہاں جاکر وہ تمام سوکشم جرم کو جو آئندہ انسانی جسموں میں داخل ہوکر بیماریوں میں مبتلا کر سکتے تھے۔ تباہ کر دیتی ہیں۔ اعتراض ہوتا ہے۔ کہ جو چیز جل گئی وہ کیا بیماریوں کو دور کر دے گی۔ اور کیا بیماریاں باہر ہیں۔ وہ تو آدمی کو ہوتی ہیں۔ اس کا جواب صاف ہے۔ کہ بیماریاں انسان کے اندر نہیں ہوتیں بلکہ ہوا یا پانی غذا ہیں اور ان کے ذریعے ہی سے باہر سے جسم میں داخل ہوتی ہیں۔ اب یہ امر انسان کے اختیار میں ہے کہ خواہ وہ کوئی ایسا یتن کرے کہ بیماریوں کے جرم جہاں کہیں باہر ہوں وہیں تباہ کرے یا جب اس کے جسم میں داخل ہوں۔ تب یہ تو ظاہر ہی ہے۔ کہ ایشر کی سرشٹی میں بل دینے والی زہروں اور روگوں کو ناش کرنے والی ایک اور عجیب وغریب اوشدھیاں ہیں۔ بیماریوں سے آدمی اتی دکھی ہوتا ہے۔ حکیم صاحب کے پاس جوں توں پہنچا ہے۔ نسخہ لکھا آتا ہے۔ نیم۔ گلو۔ بہت پاپڑا آدی اوشدھیوں کا نسخہ خاص ترکیب سے اسے مل جاتا ہے۔ پنساریوں سے آکر یہ دوائیاں پاؤڈر کی صورت میں یا کسی اور طرح جل دودھ کے ساتھ اندر جاتی اور جن جن انگوں میں روگ کا مادہ ہو وہیں پر اسے ناش کرتی ہیں۔ اور اگر [illegible] کر لیا ہو۔ روگ یا اوشدھی کی جانچ میں حکیم غلطی کر جاوے تو صحت مشکل بلکہ ناممکن بھی ہو جاتی ہے۔ اب غور کے قابل یہ امر ہے۔ کہ جب بیماریاں باہر سے اندر داخل ہوتی ہیں۔ تو کیا دور اندیشی تقاضا نہیں کرتی۔ کہ اپاؤ ایسا کیا جاوے۔ کہ یہی روگ ناشک دوائیاں ہم کسی طرح باہر جہاں بیماریاں ہیں پہنچا سکیں۔

کہ ہمیں دکھ بھرنے نقصان اور رنج اُٹھانے کی نوبت ہی نہ آوے۔ اگر اس مسئلے پر غور سے دیکھا جاوے گا۔ تو بجائے ہنسی مخول کے موجودہ لوگوں کو نادم ہونا پڑے گا۔ کہ کن باریک بین لوگوں کی اولاد ہم بھدی عقل والے ہیں ۔

ایک دولت مند اپنے مال کی حفاظت کا خیال نہیں کرتا۔ چوکیدار رکھنا اُس کے نزدیک فضول خرچی ہے۔ خود احتیاط رکھنا یا رات کو کبھی جاگنا اُس کے نزدیک محض دردِ سر ہے۔ مگر موقعہ آتا ہے۔ کہ چور اس کے مکان میں داخل ہو کر سارا مال و متاع لوٹ لے جاتے ہیں۔ اس وقت اُس کے دکھ اور رنج کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ پولیس میں رپورٹ کرتا ہے۔ منت سماجت کرتا ہے۔ روپیہ قرض لے کر خرچ کرتا ہے۔ غرضیکہ ہر ذلت سہارتا ہے۔ مگر مال پھر بھی برآمد نہیں ہو سکتا یا ہوتا ہے تو کم۔ اس کے مقابل میں ایک اور مالدار ہے۔ جو علاوہ مضبوط مکان بنانے کے اور آہنی صندوق و الماریوں سے مال و اسباب کی حفاظت کرنے کے رات کو خود بھی خیال رکھتا ہے۔ اور چوکیدار حفاظت کے لئے علیحدہ مقرر ہیں ذرا سی آہٹ پر چوکس ہو جاتے ہیں۔ اس کا خرچ تو کچھ ہوتا ہے۔ مگر آنند پوروک وہ اپنی دولت کو بھوگتا ہے نہ چوری کا خطرہ نہ پولیس کی خوشامد ۔

اب ناظرین کا فرض ہے۔ کہ دونوں حالتوں کا مقابلہ کر کے پراچین آریوں کی غیر معمولی باریک بینی کی داد دیویں۔ ہم مورکھ سنتان تو جب اپنے اندر بیماریاں داخل ہو کر ہمیں گرا دیویں۔ تکلیف اور مصیبت کا شکار کر لیویں۔ تب ہوش میں ہوتے اور روپیہ خرچ کرتے۔ ڈاکٹروں کی منت خوشامد کے علاوہ پنساریوں سے دوا خریدتے اُس کی تیاری کی تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ اور پھر بھی ممکن ہے کہ نہ بچیں۔ یا ہمیشہ کے لئے کمزور ہو جاویں لیکن آفرین ہے لائق بزرگوں کو جو قبل اس کے کہ بیماریاں اُنہیں قابو کریں۔ نہ ہی اودشدھیاں اور اور عجیب و غریب چیزیں آگ کے ذریعے پرمانو پرمانو کر کے ہوا میں بکھیر دیتے تھے اور وہی گلو نیم وغیرہ اس طرح ہوا میں جہاں کہیں جرم ہوتے تھے۔ انہیں جا دباتے تھے۔ جیسے کہ پولیس کے سپاہی چوروں کی تلاش میں پھرتے ہیں۔ وید کا کیا ہی سُندر اپدیش منش اگنی کے دوارا سگندھ جو آدی دربوں کو وائو میں پہنچا۔ اس سگندھ سے روگوں کو

موجودہ نسخوں کی جگہ اُن کو سامگری کا ہون میں استعمال کرنا زیادہ بھاتا تھا - اس سامگری میں روگ ناشک - خوشبودار طاقت دینے والی میٹھی سب چیزیں ہوتی ہیں - اُن کی ضرورت اور گُن کا ہمیں ابھی ٹھیک پتہ نہیں لگ سکتا - اور جس قدر میں کہہ سکتا ہوں - اُس کے بیان کا یہاں موقعہ نہیں صرف اتنا ہی کافی ہے - کہ سب اشیاء واقعی اکاش منڈل میں سارے پدارتھوں کی شدھی کرنے والی ہیں - گھی کو سب سے مقدم درجہ دیا جاتا تھا - اور یہ لازمی جزو ہر سامگری کا ہے - جس کی وجہ صاف ہے - کہ یہ نہایت طاقتور چیز ہے - عام بات ہے - کہ مضبوط اور طاقت ور ماتا پتا کی اولاد مضبوط اور طاقت ور ہوتی ہے - لیکن پیدائش سے کمزور بھی غذا میں گھی زیادہ کھانے اور باقاعدہ لینے سے موروثی کمزوری کو دور کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے - اور ابھی بھی جاٹوں میں یہ بات مشہور ہے - کہ جو کرے گھیو نہ کرے ماں نہ کرے پیو یعنی والدین وہ کچھ نہیں کر سکتے جو گھی کر سکتا ہے - لیکن اس کے علاوہ اور بھی بھاری وصف ہیں - منجملہ اُن کے ایک یہہ کہ بہت اعلے درجہ کا زہر ناشک ہے - جلد کی عام بیماریوں وغیرہ میں گھی کا لگانا بہت بھاری فوائد پہنچاتا ہے - اس کو دودھ کے ساتھ ملا کر پلانا بھی از حد مفید ہے - جاٹوں میں تو اُس کے ذریعے علاج یقینی صحت کا موجب ہے - انہیں جب بچھو کاٹتا ہے کہتے ہیں گھی پلاؤ - زہر کا اثر زائل ہو جائیگا - سانپ کاٹتا ہے - تب گھی پر زور دیتے ہیں - وہ زہروں کے ناش کے لئے اس سے زیادہ کسی کو مفید نہیں سمجھتے - اُن کی یہہ ضرب المثل کیا معنے خیز ہے - کہ سو چاچا تے اک پیو - سو دارو تے اک گھیو - یعنی چچے سینکڑوں ہوں - اُن سے ایک باپ اچھا - اور دوا دارو سینکڑوں سے گھی زیادہ مفید - کیا ایسی اشیاء کا ہون بیماریوں کی بیخکنی اور سچا حفظ ماتقدم نہیں ہے - یقینی طور پر ہون یگیہ کا کرنا بے شمار آئندہ خطروں سے بچا سکتا ہے - یہ گورو کل میں پرتی دن ہوتا - اور برہمچاریوں کو عملاً اس کا عادی بنایا جاتا تھا +

دوسرا سادھن اندرونی علاج

اودّیا میں مُبتلا دماغ کسی شے کے گُن کو نہ سمجھتے ہوئے اس کی قدر نہ کریں تو جُدا بات ہے۔ ورنہ سرشٹی میں ایک پدارتھ اس مکمل گیان سروپ پرماتما کی مہانتا کا پردھک ہے۔ اُس کی حکمت کیا ہی کمال ہے۔ کہ زمین سے مٹی۔ جل وغیرہ کے منتشر پرمانوؤں کا میل آہستہ آہستہ ہو کر بنسپتی کی سُندر شکل ہمارے سامنے آتی ہے۔ بنسپتی پشوؤں روپی مشین کے ذریعے میٹھا تازہ دودھ روپی عرق انسانوں کو ملتا ہے گائے بھینس پشو۔ اُنہیں یہ تمیز یہ عقل کہاں۔ کہ گھاس کو دُودھ کی شکل میں ظاہر کریں۔ یہ اچنبھے کی مشین ایشوری گیان کی کمالیّت کا ہی ثبوت ہے۔ انسان نے اس کی دی ہوئی عقل سے اُس دُودھ کا سار گھی کی شکل میں نکال لیا۔ لیکن ایشری قدرت نے اُس سے آگے اور کمال دکھایا۔ کہ بنسپتی کے دوسرے قسم کے سار یعنی اناج وغیرہ کا کیا۔ اور اس گھی کا کیا۔ ایک ایسا اتی سار۔ ایسا مختصر عطر نکالنے والی مشین بنائی۔ جس کے گُنوں کے وچار پر بار بار سے باریک عقل بھی چکت رہ جاتی ہے۔ سوکشم درشی پُرشوں کا کرتویہ ہے۔ کہ وہ سوچیں۔ جب گھی ایسا زہر ناشک ایسا طاقت دینے والا ہے۔ تو اُس کا بھی نہایت مختصر نچوڑ یعنی وہی بیش بہا رتن ویریہ کتنا امولیہ ہوگا۔ اور جب گھی اس قدر زہر دل کو دُور کرتا ہے۔ تو ویریہ کتنا روگ کی بیخ کنی کر سکتا اور زہر دل کو جذب کر سکتا ہے۔ آہا پرم آتما کی طرف سے ہماری رکھشا کے لئے کتنا بھاری پربندھ ہے ہوا وغیرہ کی تبدیلی کے لئے آندھی چلتی ہے۔ گند اور غلاظت کو دُور کرنے کے لئے سُورج کی گرم کرنیں تعینات ہیں۔ انسان کے دل و دماغ کو معطّر کرنے کے لئے قدرتی پھول خوشبو سُگندھ پھلواڑی کا لگا ہے۔ اس سے بھی آگے مُنشوں کو ہلت کے دوا اروگ ناش کرنے کی عقل دی ہے۔ اگر ان تمام طریقوں کو بھی انسان اپنے طرز عمل سے ناکام کر دیں اور بیماریوں کو جسم میں دخل پانے کا موقعہ دلویں تو اس کے لئے ایشور نے انگ انگ میں بھرپور ہونے والا ویریہ روپی محافظ مقرر کیا ہے۔ جو جو بھی فاسد مادہ اندر آیا اُس کو جذب کرتا ہے +

حقیقت میں حفاظت کے لئے پرم آتما کی طرف سے نہایت ہی مکمل

انتظام ہے۔ مگر حیف ہے باغی انسان پر جس نے اُس کی آگیاؤں کو بھول کر باوجود اس
سب کے اپنے آپ کو دُکھ میں پھنسا رکھا ہے۔ مکانات کی تعمیر میں غلطی کر کے آبادی گنجان
کر کے آندھی اور سورج وغیرہ قدرتی وسائل کو دخل نہیں دیتے۔ اور خود ہون آدی
کو ایک طرف چھوڑ اوریہ کو دوسری طرف ضائع کیا۔ رشی لوگ اس کی عظمت کو جانتے تھے
ویدک گیان نے اس نعمت غیر مترقبہ کی خوبیاں اُن کے ذہن نشین کر دی تھیں۔ اسی
لئے وہ اس کی رکھشا کے لئے سب سے زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ جب تک کل طاقتیں
پوری پُختہ نہ ہو جاویں۔ وہ شادی کے خیال کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اور نہیں تو ۲۵ سال سے
قبل کا بواہ تو وید شاستر سب کی ہدائت کے صریحاً خلاف تھا۔ نہ صرف یہی۔ بعد میں بھی شادی
کا مُدعا صرف سنتان اُتپتی تھا۔ اُس کے بغیر ویریہ کا استعمال بھاری گناہ تھا۔ بلکہ جیوہتیا
یا خودکُشی اسے کہتے تھے۔ سنتان اُتپتی کے لئے بھی کس قدر قیدیں لگائی گئی تھیں شہوت
میں اندھا ہوا ہوا آج کل کا انسان کتنا ہی ہدائت کرو۔ کبھی کچھ سوچ ہی نہیں سکتا
لیکن ویدک سدھانت سنتان اُتپتی کے دھرم کی حس سب میں پیدا کر کے کام کو اُس کے
تابع کرتا تھا۔ وہ سوچ بچار سے سنتان کے اندر جو گُن پیدا کرنے ضروری ہوتے تھے۔
اُن کو اپنے آگے لکش رکھ کے استری و پُرش کے گنوں کو نہائت باریکی سے دیکھتے تھے
وہ استری کے رتوگامی ہونے دی کا خیال رکھتے تھے۔ جائز وقت کے سوائے سماگم
نہ کرتے تھے۔ اور سماگم سے کئی دن پہلے اپنے اندر پوِتّر بھاو پیدا کرتے ہوئے گربھادھان
روپی یگیہ کو کرتے تھے۔ ایک بار کے سماگم سے یقیناً گربھ ستھتی ہو جاتی تھی۔ اور ہدائت
تھی۔ کہ ۲½ سال کے بعد استری کا سماگم ہو۔ کیونکہ دس تک اولاد پیدا کرنا مقرری دھرم تھا
اور ۲۵ سال گرہستھ کی میعاد مقرر ہے۔ منوسمرتی اور دیگر دھرم پُستک بالاتفاق کہتے ہیں
کہ گرہستی بھی اس طرح برہمچاری ہی رہتا ہے۔ اور اُس ایک بار کے ویریہ دان کے
لئے بھی غیر معمولی طور پر ویریہ کی بردھی کرنے والی اوشدھیاں سیون کرائی جاتی
تھیں۔ اس مُدعا سے جو کمی اس طرح ہو۔ وہ فوراً پوری ہو۔

وید میں نہائت تاکید ہر کہیں کی گئی ہے۔ کہ ویریہ سے شریر کو بھرپور رکھو۔ ایک

منتر میں تو صاف لکھا ہے۔ کہ گھڑا جس طرح جل سے بھرا ہو۔ ویسا انگ انگ میں ویریہ ہونا چاہئے۔ یجروید اودھیائے ۱۱ منتر ۳۶ کا بھاوارتھ اس اوپر کے بیان پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔

"استری پرشوں کو چاہئے کہ آپس میں پرسن ایک دوسرے کو ہردے سے چاہنے والے پرسپر پریکشا کر اپنی اچھیا سے سویمبر وواہ کر اتینت وشئے آسکتی کو تیاگ رتو کال میں گمن کرنے والے ہو کر اپنے سامرتھ کی ہانی کبھی نہ کریں۔ کیونکہ اسی سے جتیندری استری پرشوں کے شریر میں کوئی روگ پرکٹ اور بل کی ہانی بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کا انوشٹھان اوشیہ کرنا چاہئے"

ایک ایک لفظ اعلیٰ ہدایتوں سے پُر اور غور کئے جانے کے قابل ہے۔ سویمبر وواہ اور استری سماگم کے لئے ہدایت دینے کے علاوہ سامرتھ یعنی ویریہ کا نقصان کبھی نہ کرنا اسی سے تمام بیماریوں اور کمزوریوں کا دور رہنا وہ مسائل ہیں۔ جن پر تمام ناظرین کو پورا دھیان دینا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ ویریہ اگر صرف نہ کیا جاوے۔ تو جسم کے تمام انگوں میں جذب ہو کر انہیں اتینت شدھ سامرتھ دیتا ہے۔ اگر یہ ضائع ہو جاوے۔ تو سب میں مُردنی سی چھائی رہتی ہے۔

مسٹر ولیم ایکٹن ایم۔ آر۔ سی۔ ایس۔ پی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:-

"یہ بات مُسلمہ ہے۔ کہ ویریہ پیدا ہونے کے بعد دوبارہ خون میں جذب ہوتا ہے۔ اور جذب ہونے پر انسان کی طبیعت کو فرحت اور مردانگی دیتا ہے"

اس سے آگے وہ پادریوں کو شادی سے روکا جانے کی وجہ یہی بتاتے ہوئے اسے آتم بل اور اخلاقی طاقت کا موجب مانتے ہیں۔ اور پھر یہ زوردار الفاظ میں لکھتے ہیں

اُس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ ویریہ جب جسم سے باہر خارج نہ ہوا ہو۔ تو انسانی جسم کے اندر ہی دوبارہ جذب ہو جاتا ہے۔ اور جذب ہو کر جسمانی اور دماغی طاقتوں کو حیرت افزا درجہ تک بڑھا دیتا ہے۔ یہ طاقت ور مقوی محرک یعنی ویریہ جسم کو زندگی و توانائی دیتا ہے۔ جسم کو

اُونچ اوستھا میں لے جاتا اور اعلےٰ طور پر سوچنے اور اعلےٰ طور پر کام کرنے کے لائق بنا دیتا ہے۔ دلیری اور طاقت کو یہ یہاں تک پیدا کر دیتا ہے۔ کہ پہلوان اور روم کے گلیڈی ایٹرز اسی وجہ سے روکے جاتے تھے۔ اور جنگجو بہادروں کو اسی وجہ سے مجرّد رکھا جاتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ ویریہ جسم کے اندر دوبارہ جذب ہو جاتا ہے۔ اور میں ڈاکٹر ہیلر سے متفق ہوں کہ ویریہ کا بہت سا جزو جو کہ نہایت مفید اور تیز بو رکھنے والا ہوتا ہے اور جس میں کہ طاقت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ وہ خون کے اندر دوبارہ جذب ہو جاتا ہے۔ اور جذب ہونے سے عجیب و غریب تبدیلی جسم کے اندر پیدا کر دیتا ہے"۔

سائنس آف نیو لائف کا مصنّف بھی ذیل کی عبارت میں رتوگامی کی تشریح کرتا ہوا اسی کی تائید کرتا ہے:۔

"وہ شخص رتوگامی کہلاتا ہے۔ کہ جس میں سنتان اُتپتی کی شکتی ہے اور جو اپنے دھارمک جیون اور مستقل مزاجی کے کارن صرف رتوکال میں سنتان اُتپتی کی خاطر استری سے سماگم کرتا ہے۔ اور گربھ ستھتی کے بعد دو یا تین برس تک مجرّد رہتا ہے .... جو شخص رتوگامی نہیں ہوتے اُن کا نظامِ عصبی کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ نظامِ عصبی کی کمزوری آلاتِ انہضام کو کمزور کر دیتی ہے اور آخرش قبضی بدہضمی گٹھیا۔ تپِ دق وغیرہ جملہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں"۔

رتوگامی پُرش ہمیشہ باہمی محبّت اور آنند سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ کتاب پرفیکٹ مین ہڈ کا مصنّف بھی یہی رائے ظاہر کرتا ہے:۔

"جب جب ویریہ پیدا ہوتا ہے۔ تب تب انسان کے دل میں مباشرت کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ خواہش اس قابل نہیں۔ کہ ہر موقعہ پر اس کو پورا کیا جاوے۔ اگر پورا کیا جائیگا۔ تو ویریہ کو دوبارہ جسم میں

داخل ہونے کا موقعہ نہیں ملے گا۔ اور ایسی حالت میں دماغ اور جسم کو
طاقت دینے والا جوہر کھویا جائیگا۔"
مہرشی سوامی دیانند سرسوتی اسی لئے جگہ بجگہ وید بھاش اور دوسری پستکوں
کے دوارا اس ہدایت کو تمام اخلاق اور دہرم کی بنیاد جتاتے ہیں۔
ستیارتھ پرکاش سملاس ۴ میں وہ لکھتے ہیں:-
"اب اس پر مرد اور عورت کو دھیان رکھنا چاہئے۔ کہ ویریہ اور رسج کو بے بہا
سمجھیں۔ جو کوئی اس بیش قیمت چیز کو بیگانی عورت، بازاری یا برے لوگوں
کی صحبت میں کھوتے ہیں۔ وے بڑے بے عقل ہوتے ہیں۔ کیونکہ کسان یا
مالی جاہل ہو کر بھی اپنے کھیت یا باغیچہ کے سوائے اور کہیں بیج نہیں بوتے
جبکہ معمولی بیج اور جاہل کا ایسا دستور ہے۔ تو جو شخص سارے اعلےٰ انسانی
جسم کے درخت کے بیج کو برے کھیت میں بوتا ہے وہ بھاری بیوقوف کہلاتا ہے"
اسی طرح سملاس ۵ میں سوامی جی لکھتے ہیں:-
"جس شخص نے وشے (نفس پرستی) کے عیب اور منی کی حفاظت کے فوائد
جان لئے ہیں۔ وہ نفس پرست کبھی نہیں ہوتا۔ اور اس کی منی کو بچار (فکر
وخوض) کی آگ جلا جاتی ہے۔ یعنی اسی میں صرف ہو جاتی ہے"
اس سے سوامی جی یہ جتاتے ہیں۔ کہ جسطرح آگ کے جلانے کے لئے ایندھن درکار
ہے۔ اسی طرح فکر وخوض روپی آگ کے لئے ویریہ کام دیتا ہے۔ پس ظاہر ہے۔ کہ اس
کی عدم موجودگی میں دماغی کام کس قدر کم ہو سکے گا +
اشارۃً اتنا لکھنا ہی لائق آدمیوں کے دلوں میں بخوبی ذہن نشین کر سکتا ہے
ویدک دہرم اس اصولیہ دستو کی حقیقت عمدگی سے جتاتا۔ اسکو بحفاظت و احتیاط ہمیشہ
جسم میں رکھنا یا اگر گرہا دھان جیسے پتر اِشٹی یگیہ میں اپنشری آگیا کا پالن کرتے
ہوئے اُسے صرف کیا جاوے۔ تو پوری توجہ سے غذا وغیرہ کے ذریعے اس کمی کو پورا
کرتے ... خیال رہا ہے کہ سب ... ہیں ... شوک منتر

کوئی آکرمن نہ کرسکیں جس سے وہ شانت چت اپنے درڑھ سنکلپ سے منش جیون کے ادیش کی پورتی کرتا جائے۔ مگر افسوس ہے تو یہ کہ جہالت میں ان امور سے بالکل بےخبر ہوئے۔ اس وقت اس اندرونی اور قدرتی اعلیٰ معنوی رسائن سے بے خبر ہوکر محض بیرونی دنیا میں بھٹکتے پھرتے ہیں صحت طاقت اور اصلی خوب صورتی جسموں کی جاتی رہی ہے اور بناوٹ نمائش پر بھروسہ ہو رہا ہے۔ دواؤں اور کُشتوں وغیرہ کی مدد سے کوشش کی جاتی کہ جیسے بنے برہمچار جاری رکھ سکیں۔ جسم کو نمائشی طور پر خوب صورت بنایا جاتا ہے۔ قدرتی چمک کھوکر چہرہ کو چمکانے کے لئے کئی اور تجویزیں ہوتی ہیں۔ بالوں پر کئی طرح کے عمل ہوتے ہیں۔ البرٹ اور ادر فیشنوں سے خوبصورتی کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ خال خط کی عجیب تراشیں۔ سوٹ۔ بوٹ اور نکٹائی کالر وغیرہ کا پردہ ایک جنٹلمین سے اتر جاوے۔ تو ایک پراچین برہمچاری کی درشٹی میں اس کا انگ، انگ کس طرح رنج و غم کا مضمون بنے سچ مچ اس نے اپنے سمے کے کسی اتینت روگی یا قریب المرگ کے انگوں کی ہی ایسی دُراوستھا نہ دیکھی ہوگی۔ ہم آپس میں بمصداق مرگ انبوہ جشنے وارد جو چاہیں شیخی بگھاریں مگر کوئی زندہ دل ہماری اوستھا پر اگر ذیل کا لطیفہ عائد کرکے مضحکہ اُڑادے۔ تو یہ کوئی غیر موزوں عمل نہیں ہوسکتا۔

لطیفہ

ایک صاحب بہادر عہدہ منصف پر ممتاز تھے۔ ترقی کے لئے بڑی خواہش تھی۔ مگر ترقی اوپر کے عہدہ پر جن شرائط پر موقوف تھی۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ امیدوار علاوہ انگریزی کے ہندی بھی جانتا ہو۔ صاحب بہادر کو بدنصیبی سے ہندی کا اکشر آتا نہیں تھا۔ اس پر آرام طلبی کی عادت سے محنت کرنا اور ہندی سیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ باوجود اس کے ترقی کی خواہش ترک نہ کرسکتے تھے بلکہ جو بھی اپنا دوست ملتا۔ اُسی سے اپنی خواہش ظاہر کرکے پوچھتے۔ کہ کوئی ترکیب بتائیے۔ جس سے ترقی مل جائے۔ مگر جواب یہی ملتا۔ کہ اگر ترقی چاہتے ہو تو ہندی سیکھ لو۔ یہ اس جواب سے بڑے دق ہوجایا کرتے۔ کہ اگر میں یہ کرسکتا۔ تو تم سے پوچھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بہت عرصہ اسی طرح مایوسی میں

صاحب کا گذرا - ایک دن اثنائے گفتگو میں اُن کے ایک پُرانے دوست نے کہا کہ اگر آپ کی یہ خواہش تھی - تو آپ نے مجھ کو اتنا عرصہ کیوں نہ بتایا - بھلا یہ ترقی بھی کوئی بڑی بات ہے - میں ایسی تجویز بتاتا ہوں - اس پر عمل کرو - اور دیکھو کتنی جلدی کام بنتا ہے - صاحب کی یہ باتیں سُنتے ہی باچھیں کھل گئیں اور خوش ہو کر بولے - میں آپ کا بڑا ہی مشکور ہوں گا - اگر آپ مجھے اس ارادے کی تکمیل میں مدد دیں گے +

دوست - اجی بات ہی کیا ہے - ایسی تجویز لو - کہ پاس بھی ہو جاؤ - ترقی بھی پاؤ اور اختیارات بھی ملیں +

صاحب - افسوس اتنا عرصہ میں یونہی مایوسی میں رہا - کاشکہ آپ سے ہی ذکر کرتا - لیکن خیر اب ہی فرمائیے +

د - آپ فوراً انسپکٹر جنرل کو درخواست لکھیں - کہ مجھے ترقی دی جاوے اور یہ بھی کہ مجھے انگریزی اور ہندی دونوں زبانیں آتی ہیں +

ص - میں لکھ تو دونگا - لیکن اگر امتحان ہوا تو پھر کیا کرونگا - ہندی تو آتی نہیں

د - امتحان کی تو بات معمولی ہے - مجھے سب پتہ ہے کہ کیا امتحان ہوتا ہے - بس تین ہی تو سوال صاحب کیا کرتے ہیں - وہی میں تمہیں بتا دیتا ہوں - اُن کے جواب مجھ سے یاد کر لو - اور بے کھٹکے اِمتحان میں جا کر سَو کے سَو نمبر حاصل کرو -

ص - (بڑا خوش ہو کر) اجی ایسا ہو تو اور چاہیئے ہی کیا -

د - سنو بتائیے آپ کی عمر کتنی ہے +

ص - Thirty years (تھرٹی ایرز)

د - پس پہلا سوال وہ ہندی میں یہ پوچھیں گے - کہ آپ کی عمر کتنی ہے ؟ اُس کا جواب آپ نے فوراً دینا ،، تیس سال ،،

ص - (بار بار ”تیس سال“ کے لفظ کورٹ کرا سے یاد کرنے کے بعد) یہ تو مجھے آ گیا - دوسرا کیا ہوگا +

د - آپ نے کتنی مدت نوکری کی (انگریزی میں)

ص ۔ (فائو ییرز) Five years

ح ۔ جب دوسرا سوال پوچھیں ۔ فوراً کہنا "پانچ سال"

ص ۔ (بار بار اُس کو یاد کر کے "پھر تیس سال" اور "پانچ سال" دونوں کو اکٹھا کر کے چند بار رٹ کر) بہت خوب ۔ یہہ دو سوال تو اچھے یاد ہو گئے ۔ ۶۶ فیصدی نمبر تو اس کے ہو گئے ۔ اب تیسرا سوال بھی فرمائیے +

ح ۔ بس تیسرا سوال یہی ہوگا ۔ کہ "کیا تم دونوں زبانیں جانتے ہو" اس کے جواب میں آپ نے کہہ دینا "ہاں جناب دونوں" اور امتحان ختم +

صاحب نے ان لفظوں کو یاد کر کے فوراً درخواست لکھی اور اُٹھتے بیٹھتے یہی منتر جپنے لگے ۔ کہ "تیس سال" "پانچ سال" "ہاں جناب دونوں"

عرضی کے جواب میں مقررہ تاریخ پر آپ کی طلبی ہوئی ۔ اور آپ یقینی کامیابی کی اُمید پر پرسن چت ہوتے پہنچے ۔ سوال ہمیشہ ممتحن صاحب اوپر کی ترتیب سے پوچھتے تھے مگر صاحب بہادر کی قسمت کہ جونہی آپ اندر داخل ہوئے ۔ اور آداب وغیرہ سے فارغ ہوئے ۔ امتحان شروع اس طرح ہوا :-

ممتحن ۔ آپ نے کتنا عرصہ نوکری کی ہے ؟ (دوسرا سوال پہلے ہو گیا)

اُمیدوار ۔ جلدی سے "تیس سال" (پہلا جواب)

ممتحن ۔ تعجب کرتے ہوئے کہ کیوں اتنے پُرانے ملازم کو اب تک ترقی نہیں ملی) آپ کی عمر کتنی ہے ؟

اُمیدوار ۔ (جھٹ) پانچ سال (دوسرا جواب)

ممتحن یہ سُنکر اور بھی حیران ہوئے اور کچھ مُسکرائے کہ خوب عجب ماجرا ہے ۔ پانچ سال تو عمر ہے ۔ اور نوکری کرتے تیس سال ہو گئے ۔ سمجھا کہ کوئی پاگل ہے اور مُسکرا کر بولے کہ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یا تو تم پاگل ہو یا میں ۔

اُمیدوار ۔ ممتحن کو مُسکراتے دیکھ کر سمجھا انہیں سمجھا تھا کہ بس کام بن گیا میرے بالکل صحیح جوابوں نے ممتحن کو خوش کر دیا ہے ۔ اس لئے بڑی جرأت سے قبل ... کے

د صاحب کے الفاظ ختم ہوتے تیسرا جواب بولتا ہے۔" ہاں جناب دونو"

ممتحن کو اس جواب سے یقین ہوگیا۔ کہ وہ سچ مچ پاگل ہے۔ اُسی وقت آواز دی۔

چپڑاسی !

چپڑاسی۔ حاضر حضور +

ممتحن۔ دل اِدھر آؤ۔ اس شخص کو باہر نکالو۔ عجب پاگل ہے۔ جو مجھے بھی پاگل بنائے جاتا ہے +

صاحب دُردشا کے ساتھ نکالا گیا۔ تو اُسے ہوش آیا۔ حیران ہو کر لوٹا اور اُس دوست سے لڑنے لگا۔ کہ جو کچھ میرے ساتھ کرایا ہے۔ تم نے ہی کرایا ہے۔ دوست کو اس سے افسوس ہوا۔ مگر جب اصل حال دفتر سے معلوم کیا تو خوب ہی قہقہہ لگا کر ہنسا

فی الحقیقت یہ لطیفہ عین ہمارے حسب حال اور سبق آموز ہے۔ اصلی ہندی لیاقت کے بغیر جس طرح اُس صاحب کا پردہ فاش ہوا۔ بعینہ وہی حال آج کل کے نوجوانوں کا ہوتا ہے۔ جسمانی آرائش اور بناوٹ کتنی ہو۔ بیرونی دوائیاں خواہ کس قدر کریں مگر جب موقعہ آزمائش کا آتا ہے۔ یعنی کسی بیماری کا جسم پر حملہ ہوتا ہے۔ مثلاً پلیگ جن دنوں پھیلتی ہے۔ وہ بیچارے بے بس مرض میں مبتلا ہو کر جان کھوتے ہیں۔ بیرونی وسائل کا آسرا اُس وقت چنداں مُفید نہیں پڑتا۔ آج سالوں سے پھیلی ہوئی مُوذی مرض بیوبانک پلیگ کی نسبت غور کرنے والوں نتیجہ نکالا ہے۔ کہ اس کا شکار زیادہ تر جوان آدمی ہوتے ہیں اور اُس کی وجہ وہ یہی ہیں کہ عالمِ شباب میں اور نوجوانی کے جوش میں کہیں بھی برہمچریہ رکھشا کے ستو نہ ملنے سے نوجوان اس جوہر کو مُختلف غلط کاریوں سے ضائع کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے وہ ایسی بیماری کو روکنے کے لئے بالکل ناقابل ہو جاتے ہیں۔ کل ملک کے ڈاکٹر لوگ بالاتفاق ایسے ایام کے لئے سنجیدہ اور شانت رہنا۔ خیالات سے اور ہر طرح پرہیزگار رہنا لازمی جاتے ہیں۔ یہ عالمگیر سکشا کیا صاف اِس ا ثبوت نہیں۔ کہ ویریہ کا اندر موجود رہنا جسمانی تقسیں بیرونی حملہ آور دُشمنوں

بیماریوں کے مقابل زبردست بارود خانہ ہے۔ پھر عملی طور پر اگرچہ سوال وہ تینوں تھے
مگر بے ترتیب حل جاننے سے اُمیدوار کا سارے کا سارا کام اُلٹا نتیجہ لایا۔ اسی طرح ہمارے
یہاں پرورش تعلیم اور شادی وغیرہ ضروریات کی بے ترتیبی ہو جانے سے سب کچھ
چوپٹ ہو رہا ہے۔ والدین تعلیم بھی دیتے تو ہیں۔ مگر بیاہ بھی عالم ہونے سے پہلے
کرا دیتے ہیں۔ اس سے چھوٹی عمر کا بیاہ تعلیم سے پیچھے ہونے کی بجائے پہلے ہو کر
نوجوانوں کو طالب علمی اور گرہستی والد کی پدوی ایک ہی وقت میں دے کر نہیں
کسی لائق نہیں چھوڑتا۔ طاقت محنت۔ توجہ سب منتشر ہو کر اور نوجوان دونوں
طرفوں میں ٹانگ اڑاتے ہوئے نہ گرہستی ہی بن سکتے نہ طالب علم۔ یعنی نہ کچھ اپنا
بنا سکیں اور نہ پریوار کا۔ بمصداق ع دبدھے میں دونوں گئے مایا ملی نہ رام

بھارت ورش کے انیک پراچین پرمانک گرنتھوں میں سے ایک بھی نہیں
جو اس بواہ کے سمے۔ اس کی غرض اور برہمچریہ کے مختلف پہلوؤں کے متعلق روشنی
ڈالنے کو زبردست پرمان نہ رکھتا ہو۔ لیکن اس وقت ودیشی بھی نہایت زور سے
ان صداقتوں کی معقولیت کو تسلیم کر رہے ہیں۔ کون صاحب کم سے کم پچیس سال
کی عمر شادی کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ جو اونے برہمچریہ کی یہاں میعاد گنی جاتی ہے
وہ کہتے ہیں کہ قدیم جرمنی کے لوگ ۲۵ سال سے پہلے بیاہ نہیں کراتے تھے۔ اور پورے
باعصمت و پرہیزگار رہنے سے صحت اور قد کے لحاظ سے اُن کی سنتان ایسی
ہوتی تھی۔ کہ تمام یورپ کے باشندے عش عش کرتے تھے۔

کیا فاضل اجل پنڈت گورودت جی کے گرہستھ نامی پستک میں ذیل کے الفاظ
پورے غور کے قابل نہیں؟ "اگر وواہ کے نیموں پر چلنے کے لئے لوگ پوری توجہ دیں
تو روئے زمین صحت اور خوشی سے اتینت بھرپور ہو جائے پرتھوی رہنے کے لئے
ایک خوشنما باغ ہو جائے۔ جو کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے اس فرضی بہشت سے
جس میں کہ سونے جیسی سخت چیز کے سوا ملائم شے کوئی نہیں۔ بڑھ کر سندر اور اصلی
ہو...... میں اس سے بڑھ کر کوئی بھی ذمہ داری اتنی سنجیدہ نہیں سمجھتا۔ جتنی کہ ایک سنتان

کا جو کہ ہماری طرح شریر دھاری ہے پیدا کرنا .... اپنی سوسائٹی کو کسی اور طرح سُدھارنے سے تمام کوشش محض بے سُود ہے - کیا آپ اُمید کر سکتے ہیں - کہ موجودہ شادیوں سے جو کہ ناواجب عمر میں پُرش و استریوں کی ہوتی ہیں - جو کہ عین قُدرت کے کے خلاف اپنے والدین سے شادی کئے جانے پر مجبور کئے جاتے ہیں - کبھی ایک بلوان سوامی دیانند سرسوتی جیسی مہان اُتم مہان سنتان اُتپن ہو سکتی ہے +

بھارت کے کیسے مند بھاگ ہیں - کہ ان تمام اُتم مریاداؤں کی جگہ آج ہر طرف کُچیشٹا سے ستیاناش ہو رہا ہے - اور گرہستھ نرک دھام بن رہا ہے - ایک طرف نوجوانوں کو کنیاؤں استریوں کے درشن سپرشن - دوسری طرف چھوٹی عمر کے بیاہ - عورتوں کی سٹّنی پٹّی گندے گیت اور ہر وقت اُن کے سنگ رہنا وغیرہ سے سنسکار بگڑتے ہیں - تیسری طرف کورٹ شپ - فری لو - بھبچار - ویشیا گمن ہر کہیں تباہ کر رہے ہیں - اور چوتھی طرف مکمل گیان اور صحیح قدرتی سکیم استری پُرش کے سبندھ کے متعلق معلوم نہ ہونا - عام مذہبی کتب کا برہمچریہ کی تعلیم سے اُلٹی ہونا اور بھی غضب ڈھا رہا ہے - اور تنزّل کو روک سکنے کا کوئی سامان نہیں - کاشکہ لوگ کبھی کسی طرح گذشتہ اور موجودہ کا مقابلہ کر کے معلوم کریں کہ ایک ویدک دھرم کے پرچار نے کس طرح سورگ دھام اس دُنیا کو بنایا - اور آج صدہا انسانی مذاہب کے ہوتے ہوئے بھی جہالت نے کتنا نوع انسان کو گرایا - موجودہ گری ہوئی حالت کا نقشہ کس عمدگی سے ماسٹر آتما رام جی نے وواہ آدرش نامی پستک میں کھینچا ہے -

"گرہستھ ایک مہان بن کی شکل میں نظر آ رہا ہے - اس بن کا ایک ایک برکھش گرہستھ ہے اور ایک سے ایک نرالا ہے - ان برکھشوں کے مول کو وواہ - دھن کو شاکھا اور پھل کو سنتان کہتے ہیں - پُرش استری کا پریم پریم ان برکھشوں کے لئے جل سدرش کام دے رہا ہے ...... پرنتو کس دیا کلتا کو من پر ابرت ہوتا ہے جب ..... پرتیت ہوتا ہے کہ اس بن کے بہت سے برکھشوں کے وواہ روپی مول میں دیوگ (طلاق) روپی گھن لگ رہا ہے [illegible] ہوئے

برکھشوں کے ایسے نظر آتے ہیں کہ جن کو ہنسی مُنوں کے ایک ماد میں پریم روپی جل سے سینچ کر بو تو دیا تھا۔ پرنتو وہ اب جل کے ابھاو سے مُرجھا کر ایندھن بن گئے ہیں۔

اس بن میں لکھو کھا برکھش ایسے ہیں۔ کہ جن کی جڑ سُندر پتّے کومل اور شاکھا وشال ہیں۔ پرنتو پھل کا نام تک نہیں۔ اور یدی پھل کے موسم میں پھُول لگیں۔ اور پھل کی آشا بندھے تو مالی ایسے مند متی کہ پھُول کو ہی کاٹ ڈالنے کا اُپائے کریں........

اس مہان بن کے ایک کونے میں انیک پرکار کے ایسے برکھش بھی ہیں۔ کہ جن کو جس سمے پھل لگتے ہیں۔ اُسی سمے نردئی مالی کومل پھلوں کو چھوڑ کر پرندوں کو رکھوالا بنا آپ بھاگ جاتے اور من مانے چین اُڑانے کا فکر کرتے ہیں۔ (یہ اوستھا طلاق کی خرابی جتاتی ہے)

دُوسری طرف سینکڑوں برکھش ایسے نظر آرہے ہیں۔ کہ جن کے پھلوں کی رکھشا کرنے کے لئے مالی تیار ہیں۔ پرنتو اُن برکھشوں پر سدیو کرم خوردہ گندے ترش اور نکمّے پھل سو باد سے ہی لگتے ہیں۔ مانو کہ نکمّے بیج ایسی مند بھُومی میں بوئے گئے تھے۔ کہ اُن کے پھلوں کو کوئی بھی اُتم نہیں بنا سکتا۔ اس باٹکا کا نام سگوتری باٹکا ہے۔ ایک ستھل پر اس مہان بن میں ایک کانٹے دار پیلے پھُولوں کی جھاڑیاں ہیں۔ جن کے کانٹے جانداروں کو لہو لہان بنانے کا کام کر رہے ہیں۔ اور گندھرب لوگ اس فری لونامی باٹکا میں خانہ بدوشوں کے رُوپ میں نظر آرہے ہیں۔

اس مہان بن میں ایک عظیم الشّان تالاب بنا ہُوا ہے۔ جو کہ رات کے سمے مصنوعی روشنی میں جگمگ جگمگ کرتا ہُوا اتی منوہر پرتیت ہوتا ہے۔ پرنتو اُس کا پانی ایسا زہریلا ہے۔ کہ کوئی بھی جیودھاری اُس کو چھُو کر صحت قائم نہیں رکھ سکتا چاروں طرف سے زہریلی وِز موریاں اُس میں رات کو گرتیں اور اپنے زہر کو اُس میں چھوڑ رہی ہیں۔ زہریلا پانی کوسوں تک رس رس کر اُن پاک کنوؤں کو ناپاک کرنے کا جتن کر رہا ہے۔ جو کہ اس تالاب سے بہت دُوری پر ہیں۔ اُس کا نام ویشیا تال ہے........

امریکہ کی سُندر بھُومی میں وشیوں کا طوفان برپا ہونے کی وجہ سے سوئمبر کے ستھان میں کورٹ شپ اور طلاق کا کام رہی ہے۔ چُپ چاپ کہ امریکہ گیر بنی ہے۔ اس کا گرہستھ

بھی اسی دُردشا کا شکار ہو رہا ہے۔ ایشیا میں اس دُردشا کے ساتھ استریوں پر اتیاچار بڑھ چڑھ کر ہے۔ امریکہ یورپ میں جہاں باغبان بڑی عمر کے ہوتے ہیں۔ وہاں ایشیا میں بچوں کو ہی مالی بنا دیا جاتا ہے۔ جو اپنی کمزوری اور جہالت کی وجہ سے دواہ کے باغ کو اپنے ہاتھوں برباد کرنے کے لئے کچّا ہی بیج بو رہے ہیں۔ افریقہ کی دُردشا ایشیا سے کم نہیں۔ کثرت ازدواج کی بھرمار نے جہاں پریم کا ستیاناش کر دیا ہے۔ وہاں استریاں غلامی کا طوق پہنے بھیڑ بکری سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتیں"۔

غور کرنے والے کے واسطے یہ چتر نہایت عمدگی سے موجودہ حالت ظاہر کر رہا ہے۔ اور جب یہ خیال گذرتا ہے۔ کہ ملک میں تعلیم بھی پھیل رہی ہے۔ سکول اور کالج وغیرہ اتنے بڑھ رہے ہیں۔ مگر پھر بھی یہ خرابیاں کم ہوتی نظر نہیں آتیں۔ تعلیم یافتہ دوسروں سے کم اس مصیبت میں گرفتار نہیں۔ بلکہ شائد کیرکٹر کے لحاظ سے وہ زیادہ کمزور نکلیں۔ تو نہایت ہی افسوس ہوتا ہے۔ اور قدرتاً آج کل کے لوگ اس کو ناقابل علاج مرض کہتے ہیں اُن کے تعلیم کے متعلق خیالات اور جو سکیم اُن کے تجربہ میں آئے وہ سب ان خرابیوں کے مدارک کا سکیم بنانے سے قاصر ہیں۔ ایسا ہی اُن کی مذہبی کتب انجیل۔ قرآن وغیرہ پر بھی ان مشکلوں کا حل پوچھنے پر مُہرِ سکوت لگ جاتی ہے۔ عیسائی مسلمان کوئی بھی انجیل یا قرآن کی رُو سے اُپائے نہیں بتا سکتا۔ کیول ویدِ دہرم ہی ہے۔ جو اس امر کا قرار واقعی حل بتاتا ہے۔ کہ کس طرح اس بھچارا اور دیشیا گمن صغیر سنی آدمی کی شادی کو دُور کر سکتی ہے۔ اور حق بات تو یہ ہے۔ کہ آریہ سماج یا سوامی دیانند نے انیک اُپکار اس وقت مُنش جاتی کے اوپر کئے ہیں۔ مگر یدی کوئی عملی اونتی کے وشے میں اُنہوں نے سب سے اُچ کام ہے تو وہ اہل ملک پر یہ واضح کرتا تھا۔ کہ وِدیا کبھی کامیابی سے نہیں پھیل سکے گی۔ نہ اُس سے لابھ ہوگا۔ جب تک برہمچریہ کی رکشا کو ساتھ ہی پوری وقعت نہ دی جاوے ۔

۴- ہر بچہ کی شکشا ودیا پراپتی ہے مکھیہ ہونی چاہیئے

گو حالت ایسی ناگفتہ بہ ہے۔ مگر موجودہ تعلیم پر شیدا اپنے سنسکاروں سے مجبور بقول فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست۔ گوروکل سسٹم کے متعلق عجیب عجیب شنکائیں اُتپن کرتے رہتے ہیں۔ اور اکثر کہتے ہیں۔ کہ اس طریق سے بچے بدھو بنیں گے۔ انہیں دُنیا کا کچھ پتہ نہیں لگ سکیگا۔ مگر اُن کو اپنی غلطی فوراً معلوم ہو سکتی ہے۔ اگر وہ غور کریں۔ کہ کونسی شکشا ہے۔ جو گوروکل سے زیادہ انہیں شہروں میں رہنے کی صورت میں ملتی ہے محض دُنیاوی وشئے بھوگ۔ بُری کھیلوں۔ فضول دل لگیوں اور ناواجب ترغیبوں کے سوا اگر کوئی زیادتی ہو تو وہ بتاویں۔ ایسی حالت میں اگر وہ دُور اندیشی کو کام فرماویں۔ تو بچوں کا بدھو بننا سویکار کرنا ہی بہتر سودا ہے گا۔ بیچارے طلبا کی جان کتنے عذاب میں ہوتی ہے۔ تعلیم کا بوجھ دماغی محنت ایک طرف۔ بُری ترغیبوں وغیرہ سے دل کو کشش اور اپنی طاقت کا زوال دُوسری طرف انہیں ستاتا ہے۔ بیماریاں جُدا ناک میں دم کر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ کئی دائم المریض رہتے اور زندگی وبالِ جان ہوتی ہے۔ معمولی سی غور کے قابل بات ہے۔ کہ بیج کا کچا بونا یا کچے پھل کا کھانا کبھی لابھدائک ہو سکتا ہے۔ دال سبزی۔ نمک۔ مرچ و پانی کے ساتھ ملا کر آگ پر رکھی جاوے۔ تو قبل اس کے کہ وہ اُبال کھاوے یا گلے یا پکے۔ اُس کو بے صبری سے فوراً ہی کھانے لگ جانا کس عقلمندی میں داخل ہے۔ درزی کپڑے کی کاٹ۔ چھانٹ کر کے پہلے کچی سلائی کرتا ہے۔ نمونہ تو پورا تیار ہے۔ لیکن وہ بھاری بیوقوف ہی بچہ ہوتا ہے۔ جو کپڑا پہننے کے چاؤ میں اس قدر از خود رفتہ ہو رہا ہے۔ کہ کچی سلائی والے کو ہی لے دوڑتا اور اُسے پہن کر اپنی نمائش کرتا ہے۔ خواہ دُوسرے دن ہی وہ پھٹ جاوے۔ بعینہ بچوں کا چھوٹی عمر میں بواہ کرنا کچی طاقتوں کو استعمال میں لانا نہایت مُضر ہے۔ اس کے خلاف خاص طور پر شکشا میں ہونی ضروری ہے۔ کہ وہ صبر کے ساتھ طاقتوں کو مضبوط بنا دیں۔ یہ صبر موجودہ ترغیبوں میں قریباً ناممکن ہے۔ اور افسوس کہ کمزور طاقتیں اُن کو دُنیاوی سُکھ سے

محروم کر رہی ہیں۔ کان کا پردہ مضبوط ہو تو بڑی سے بڑی آواز کے صدمے کو برداشت کر سکتا ہے۔ مگر کمزوری کی حالت میں ایسا ہونا ہمیشہ کے لئے اُسے بہرہ کر جاتا ہے مضبوط کمر بھاری بوجھ ہمیشہ اُٹھا سکتی ہے۔ مگر کمزور کمر پر بوجھ ڈالنا کمر کو توڑتا ہوتا ہے اسی طرح بیچارے بچوں کی طاقت کو موجودہ حالات میں قبل از وقت استعمال کر کے ناش کیا جاتا ہے۔ جتنے کہ ذرا ہوش سنبھلنے پر وہ دستِ تاسف ملتے ہیں نہ محنت کر کے کما سکتے ہیں۔ نہ دماغ سے تحصیل علم کا کام لے سکتے ہیں۔ نہ استری بھوگ ہی کر سکتے ہیں۔ پھر ایک شخص کے پاس سامان تو ہوں۔ مگر وہ اُن کو استعمال نہ کر سکے۔ یہہ اور بھی دُکھ ہوتا ہے گھر میں دولت بے شمار ہے۔ محل بڑے بنے ہیں۔ فرش فروش گدیلے لگے کرسی میز سب موجود ہیں۔ استری اتی سُندر ہے۔ گھر والے قسم قسم کے کھانے طیار کرتے ہیں لذیذ میوے۔ خوش ذائقہ پھل اِدھر اُدھر پڑے ہیں۔ مگر مالک کو بُخار چڑھا ہے۔ اور یہ سب سامان اُس کے لئے نکمّا ہے۔ بیاکل ہو رہا ہے۔ کچھ اچھّا نہیں لگتا۔ اور یدی کسی سمے اپنی پوزیشن پر بچارتا ہے۔ تو اُسے اور غم لگتا اور ماتھے پر ہاتھ مارتا ہے۔ کہ ہائے میرے لئے یہ سب کچھ کسی کام کا نہیں۔ پانی دو تو کڑوا لگتا ہے۔ کھانا میٹھا ہی ہو۔ مگر بدذائقہ معلوم دیتا ہے۔ اس لئے کہ زبان کے اندر سے ذائقہ کی طاقت زائل ہو چکی۔ غرضیکہ یہ امر بالکل صاف ہے۔ کہ دُنیاوی لذت بھی صرف وہی آدمی پا سکتا ہے۔ جس کے قواء مضبوط اور تندرست ہوں۔ اور جس قدر اعضاء پختہ صحت در ہوں گے۔ اُسی قدر سارے سامان سکھدائی ہوں گے۔ اِس نکتہ خیال سے بھی گورُوکل سسٹم ہی اتی لابھ دائک ہو سکتا ہے۔ جہاں تمام عیبوں سے بچتے ہوئے اُنہیں پڑھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ جس کے بعد وہ دُنیاوی اشیا کو بھوگ سکتے ہیں۔ اعتراض ہوگا۔ کہ جب بعد میں دُنیا میں آویں گے۔ پھر زیادہ وشئے بھوگ سے تباہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن یاد رہے۔ کہ کسی کو کسی عمل کی بابت شکھشا مل جاتی ہے۔ اور وہ شخص بذاتہ اپنی طبیعت و عادت میں پختہ ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس حدِ اعتدال سے کسی عمل میں تجاوز نہیں کر سکتا۔ جو اس کے سُکھ کے لئے درکار ہے۔ جن کم علموں کو کوئی ایک آدھ عقل کی بات آ جاوے۔ یا جن بچوں کو ابھی بہت تھوڑا علم ہوا ہے وہ بیشک

ہر وقت اُسی کی نمائش کرتے اور چنچلتا سے بار بار سب کو وہ بتاتے پھرتے ہیں۔ مگر جن کو علم بہت حاصل ہے۔ وہ گمبھیر ہو جاتے ہیں۔ اس پر بھی اعتراض ہوتا ہے۔ کہ اور امور کی تو شکشا ہو سکتی ہے۔ مگر استری سماگم اور ویریہ آدی کے متعلق کیا ہو گی ان امور کو سمجھانے میں بھی شرم آتی ہے۔ لیکن یہ جیسا کہ میں نے پہلے اشارہ دیا۔ اپنے دل کے ویریہ کے ناجائز استعمال سے پیدا شدہ پاپ کے خیالات ہیں۔ جو ایسی شرم دلاتے ہیں۔ ورنہ ڈاکٹر کون صاحب کے الفاظ میں "سچی فزیالوجی کی رو سے جسم کا کوئی عضو مکروہ یا ناپاک نہیں اور نہ ہی اخلاق کے بگاڑنے یا شہوت کے بھڑکانے والا ہے۔ ہر ایک عضو کے جائز استعمال میں کوئی بھی ناپاکی نہیں۔ حیوانی جذبات اور شہوت وغیرہ گندے الفاظ کا استعمال انسانی اعضاء کے استعمال کے ساتھ نہ کرنا چاہئے" یہی وجہ ہے کہ سوامی دیانند نے ویریہ کے استعمال اور گربھادھان آدی کے متعلق اُتم شکشائیں دیں۔ وہ مورکھوں کی باتوں کا جو اپنے من کے پاپوں کے سبب ایسے ذکر پر شرم کھاتے ہیں۔ خیال نہیں کر سکا۔ یہ امر بھی قابل ثبوت نہیں۔ کہ ناجائز استعمال یا پاپ کا موقعہ بھی صرف اسی حالت میں ہوتا ہے۔ کہ آدمی کو صحیح استعمال کی شکشا نہ ہو۔

چھوٹا سا بچہ رینگتا ہوا ہر چیز کو بلا سمجھے سوچے پکڑتا توڑتا پھوڑتا۔ نگلتا پھاڑتا ہے۔ مگر جوں جوں اُسے چیزوں کے متعلق تمیز آتی جاوے۔ اس کا یہ عمل بند ہوتا جاتا ہے۔ کہاں تو وہ پہلے کاغذ کتاب جو ملے پھاڑتا ہے۔ اور کہاں ہوتے ہوتے کتابوں کو نہایت سنبھال کر رکھنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ کپڑے کے متعلق بھی یہی حال ہے۔ پہلے کپڑے پھاڑنا غلیظ کرنا عام ہوتا ہے۔ مگر شکشا پاتے پاتے بچے کسی غضب کی صفائی کے دلدادہ ہو جاتے ہیں۔ ایک بچہ کو بے ادبی کی کتنی عادت ہو۔ مگر پستکوں سے یا ماتا پتا سے یا اُستاد سے اُسے شکشا مل جاوے۔ کہ گورو کے ساتھ تمہارا کیا سمبندھ ہے اور گورو کا ادب و آگیا پالن تمہارا دھرم ہے۔ اس سے ہوتے ہوتے بڑی بھاری شردھا ظاہر ہونے لگتی ہے۔ پس اندریوں کی شدھی کی شکشا کے ساتھ ہی اگر ویریہ کی مہتا اُن کے دلوں پر نقش ہو سوائے گربھادھان کے اس کو کبھی ضائع نہ کرنے کی ہدایت

دی جاوے۔ تو اس کو وہ کیوں نہ اپنے لئے زندگی اور موت کا سوال سمجھیں گے۔ ویدوں میں ہر کہیں استری پُرش کا سنبندھ سنتان اُتپتی کی ہی غرض سے جتایا گیا ہے۔ بواہ کے پرتگیا کے منتروں میں بھی نہایت زور سے یہی واضح کیا گیا ہے۔ کہ ہم محض لائق اولاد پیدا کرنے کو ایک دوسرے کی پریم سہائتا سے گرہست کے فرائض اور دھرم کی بڑھی کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ ان منتروں کو اور تشریحات کو عام طور پر لوگ سُن چکے۔ اور پستکوں سے دیکھ چکے ہیں۔ مطلب یہہ کہ اگر برہمچریہ کے متعلق شکشا واضح طور پر دی جاوے۔ تو ساری خرابیاں قطعاً دور ہو سکتی ہیں +

ڈاکٹر بیگ صاحب میڈیکل جورس پروڈنس کتاب کے صفحہ ۳۰۳ پر اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ”ہر ایک کالج اور سکول میں جہاں اور تعلیم دی جاتی ہے وہاں لڑکے لڑکیوں کو فزیالوجی اور گربھادہان سمبندھی تعلیم بھی ضرور ہونی چاہئے۔ تاکہ گرہستی بنکر وہ شہوت رانی جیون کا مدعا نہ سمجھیں +

جس طرح گیان کو مکھیہ درجہ دیا جاتا ہے پریتن سے۔ وید اُسی طرح برہمچریہ کو مکھیہ درجہ دیتا ہے۔ ”ودیا پراپتی سے کیونکہ اگر برہمچریہ کا پالن نہ رہے تو دماغ اور عقل ٹھیک طور پر ودیا پراپت کر ہی نہیں سکتے اور نہ شریر یا اندریوں کے دُربل یا روگی ہو جانے سے کوئی بھی بیوہار شدھ ہو سکتا ہے۔ اسی لئے جہاں آتما کے گُنوں کا ذکر آیا ہے۔ وہاں اول گیان اور پھر پریتن ہوتا ہے۔ اور جہاں برہمچریہ آشرم کے متعلق ذکر ہو۔ وہاں پہلے برہمچریہ اور پیچھے ودیا کا شبد آتا ہے اس کتاب میں بھی اسی لئے یہہ ترتیب رہی ہے۔ وید کے انیک پرمان اس کے متعلق اوردے جا سکتے ہیں۔ مگر چونکہ پہلے بھی دئے جا چکے ہیں۔ اس لئے یہاں صرف یجر وید ادھیائے ۱۱ منتر ۳۵ کا بھاوارتھ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ جو یجر وید بھاشیہ صفحہ ۲۱۶ پر اس طرح درج ہے :-

”وِدوان لوگوں کو چاہئے۔ کہ اس سنسار میں ددکرم نرنتر کریں۔ پرتھم برہمچریہ اور جتیندریتا آدی کی شکشا سے شریر کو روگ رہت بل سے یکت اور پورن اوستھا والا کریں۔ سندر ودیا اور کریا کی شکشا سے گرہن ہے آتما کا بل

پرکار سے سادھیں۔ کہ جس سے سب مُنشیہ شریر اور آتما کے بل سے یکت ہوئے سب کال میں آنند بھوگیں"۔

وید منتر کی آشا برہمچریہ جیتندریتا کو وِدّیا سے مکھیہ درجہ دینا ہے۔ کیونکہ اوّل تو اُن کے بغیر وِدّیا پراپتی ٹھیک ہو نہیں سکتی۔ اور اگر ہو تو وہ وِدّیا کبھی سُدھار کا کارن نہیں ہو سکتی اندریوں کے غلام کے ہاتھ میں وِدّیا جیسی وستو ہانی کا کارن ہی بن سکتی ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ شہوت کے لئے ویریہ منش کو ملا ہے۔ اور وہ دلیل یہ دیتے ہیں۔ کہ اس کرم میں ایک پرکار کی لذّت ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر بھول کیا ہو سکتی ہے۔ اگر ویریہ جیسے رتن کا یہی اودیش ہوتا۔ تو اُس کو بھچار میں صرف کرنے سے جو لذّت ملتی ہے۔ وہ سُکھ کا ہیتو ہوتی نہ کہ اُلٹا اُسے کمزور کرتی۔ دُوسرا قدرت سے گربھادھان آدمی کی ضرورت ہی نہ رہتی محض اس چیز کا خارج کرنا ہی کافی ہوتا۔ اور ساتھ ہی اس کے ہر ذائقہ جو محض کسی اندری کے ذریعے محسوس ہوتا ہے۔ وہ محض کسی اور مُدعا کا سادھن ہوتا ہے۔ ایشر کی یہ بھی حکمت ہے۔ کہ جو جو کرم انسان کے لئے دھرم یا فرض مُقرّر کئے۔ اُن کے واسطے اُسے اوزار دئے اور اُن اوزاروں کو اُس مدعا کے لئے استعمال کرنے کی رُچی دلانے کے لئے خاص لذت استعمال میں پیدا کی۔ ورنہ نہ کسی کو سنتان اُتپتی کا خیال ہوتا۔ نہ شریر رکھشا کے لئے کھانے اور پینے میں اسقدر مُستعدی ظاہر ہوتی +

زبان کھانے کا ذائقہ لیتی ہے۔ لیکن کھانے کا آخری مُدّعا یہ ذائقہ نہیں۔ بلکہ شریر کو پالنے کے لئے جس غذا کی ضرورت ہے۔ وہ بہم پہنچانے میں انسان بہت غفلت کرتے اگر زبان کے ذریعے اس کام میں لذّت حاصل نہ ہوتی۔ اسی طرح دماغ کو خوشبو سے تر و تازہ آدمی اپنی خواہش سے ہرگز نہ کرتے۔ اگر ایسا کرنے میں ناسکا کے ذریعے اُنہیں لذّت حاصل نہ ہوتی۔ اگر لذّت ہی آخری منزل ہوتی۔ تو نہ غذا حلق سے نیچے جاتی۔ نہ خوشبو کا ناک کے چھدر سے گذر کر دماغ پر اثر کرنا ضروری تھا۔ بعینہٖ یہ لذّت یا کام واسنا محض انسان کو اس سنتان اُتپتی کے کرم کی طرف متوجہ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ جو کہ انسان کے لئے ایشر کی طرف سے بڑی بھاری [illegible] بھوگ کرتے

ہی وقت گذارنا مفید رہتا۔ جتنا زیادہ ایسا کرتا۔ اُتنا ہی زیادہ لذت پاتا۔ مگر موجودہ حالت میں غذا تھوڑی سی کھاتے ہیں۔ کہ ذائقہ اچھا لگنا بند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے تمام بھوگوں سے تھوڑی دیر کے بعد انسان کی اندری اُچاٹ ہو جاتی ہے۔ یہ بھی بدیہی ثبوت اس امر کا ہے۔ کہ جتنا عمل غذا یا استری بھوگ وغیرہ کا شریر پالنے یا سنتان اُتپتی وغیرہ کرنے کے لئے مقرر ہے۔ اُتنے کے واسطے ہی ایشر کی طرف سے ذائقہ اندریوں میں حاصل کرنے کی شکتی ہے۔ اُس کے بعد بس کرنے کی طرف رُچی ہو جاتی ہے +

پس ظاہر ہے کہ تمام اندریوں کے فرائض ان فرائض کی تکمیل کے لئے وسائل اُدھیہ ایشری آگیا کے مطابق سب طاقتوں کا استعمال کرنا وہ ضروریات ہیں۔ جن کی شکشا پہلے ہونے سے ہی انسان وِدّیا پراپتی یا اُس کے مفید بنانے کے قابل ہو سکتا ہے۔

سیوم ۔ وِدّیا پراپتی

گوروکل میں داخل ہونے اور برہمچریہ برت کو پالنے کے علاوہ تیسری بات وِدّیا پراپتی ہے۔ اس کے واسطے ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ اس قدر یونیورسٹیاں۔ کالج۔ سکول وغیرہ موجود ہیں۔ جن میں بڑے بھاری انتظام سے مختلف علوم کی تعلیم ہو رہی ہے۔ ایسی حالت میں وہ کونسی خصوصیت ہے۔ جس کو مدنظر رکھتے ہوئے اہل ملک کو گوروکل کی ایک علیحدہ انسٹی ٹیوشن یا اُس سسٹم کی طرف متوجہ کیا جاوے۔ اور اس میں کلام نہیں۔ کہ موجودہ حالت میں گوروکل کے طریق تعلیم کو رائج کرنے میں نہایت سخت دقتوں کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ کس قدر علوم و فنون کالجوں اور سکولوں میں جاری ہیں ان کے علاوہ کس قدر گوڑھ اور باریک مضامین سچے معنوں میں وِدّیا پراپتی کے لئے اور ضروری ہیں۔ اُن سب کا انتظام کرنا۔ لائق آدمی بہم پہنچانا سامان۔ مکان اخراجات وغیرہ کا مہیا کرنا غیر معمولی کام ہے۔ ایک معمولی حصہ ملک کے چھوٹے سے چھوٹے کالج کا خرچ لاکھوں روپیہ ہو سکتا ہے۔ تو گوروکل ایک بھی اگر اسم بامسمّیٰ بنانا چاہیں تو کالجوں [illegible] ضروریات رکھتا ہے اور [illegible] مُسئلہ ہے

کہ اس سسٹم کا پورا مفید ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ گوروکل عام طور پر کھلیں اور عمدہ انتظام سے - ورنہ ردّی حالت میں گوروکل کا مہتو ناش کرنا ہے - اس خیال سے تو روپیہ کا اندازہ لگانا کس قدر مایوسی کا کارن ہوتا ہے - کیونکہ اتنا فنڈ قریباً ناممکن امر کہا جاسکتا ہے - اس پر لائق کارکنوں کا ملنا اور بھی مشکل کام ہے - آرگنیزیشن کا قائم کرنا و نباہنا مزید برآں پیچیدگی اور ساتھ ہی یہ امر بھی قابل غور معلوم ہوتا ہے - کہ جہاں لاکھوں کروڑوں لوگ آگے ہی تعلیم پھیلانے کا کام کر رہے ہیں - ہم کیوں خواہ مخواہ کی مغز ماری اپنے ذمہ لیں - اور بجائے اپنی طاقت کو اور ضروری کاموں پر لگا کر مفید بنانے کے اپنے آپ کو نکمّا ثابت کریں - ع

چہ کارے بے فضول من برآئد   مرا در وے سخن گفتن نشاید

(ترجمہ) جب کوئی کام میرے بغیر نکل سکتا ہو تو مجھے اُس میں کلام کرنا (دخل دینا) واجب نہیں اور اس لئے بہتر صورت یہ ہو سکتی ہے - کہ بجائے نئے کام جاری کرنے کے موجودہ کالجوں اور سکولوں کی حالت کو سُدھارنے کے لئے اہل مُلک کو آواز اُٹھانے کا خیال دلا دیں - تاکہ ایسے انسٹی ٹیوشن آبادی سے بہت دُور رہیں - اور احتیاط رکھی جاوے - کہ کسی طرح وہ بُرے اثرات جن سے برہمچریہ برت کے پالن میں بگھن پڑنا ثابت کیا گیا ہے بچّوں پر نہ پڑیں یا یُوں کہو کہ والدین یا اور متعلقین کے چارج سے بچّوں کو قطعاً علیحدہ کر کے انہیں نیک چلن اُستادوں کے سپرد کیا جاوے اور بیاہ شادی یا دیگر کچیشٹاؤں کو روکنے کا پربندھ ہو اس طرح کام اور محنت میں بہت کمی ہو سکتی ہے - اور مطلب بھی پُورا ہو سکتا ہے - لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کالجوں اور سکولوں کی تعلیم ودّیا ٹھیک معنے میں لی جا سکتی ہے - یا کیا اس سے ودّیا پرچار کا اصل اودیش پُورن ہو رہا ہے - یدی ایسا ہے - تو بے شک یہ اُپائے کافی ہو سکتا ہے - لیکن اگر برہمچریہ برت ٹوٹنے کے سوائے ودّیا کا آشا بھی پُورا نہ ہو رہا ہو - تو لازمی ہوتا ہے - کہ موجودہ سسٹم کے سہارے پر اپنی اولاد اور اپنے روپیہ کو برباد کرنا - کم مُفید بنانا چھوڑ کر آپ یتن کریں - اور جتنی بھی دقّتیں اس اودیش کی پُورتی میں آویں - اُن کا مردانگی کے ساتھ مقابلہ کر کے ایشور کی سہائتا سے آخر کامیابی پاویں +

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀

۱- وِدّیا کا لکھشن

قبل اس کے کہ ودیا کے اصل اُددیش اور اس کی پراپتی کے سادھنوں پر وچار ہو۔ جاننا یہ اوشیک ہے کہ ودّیا شبد سے مُراد کیا ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے۔ کہ اس کے معنے جاننا ہے۔ انگریزی میں to know فارسی میں دانستن مصدر وغیرہ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کس کا جاننا۔ کہاں تک جاننا۔ ان سوالوں کے جواب میں بہت اختلافات ہیں بعض کہہ دیتے ہیں۔ کہ کچھ بھی معلوم ہو جاوے۔ کم و بیش علم بس وہ ودیا ہے لیکن اگر یہ تعریف صحیح تسلیم کر لی جاوے۔ تو آدمیوں کو ودّیا کے متعلق کچھ بچار یا یتن کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ کیونکہ روح بذاتہ چیتن ہے۔ ہر انسان تو کیا ہر حیوان کو بھی کم وبیش علم ضرور رہتا ہے۔ اپنی خوراک اپنے ستھان اپنے مالک اور موٹے طور پر سُکھ دُکھ کا گیان ہر حیوان کو ہوتا ہے۔ پس ان معنوں میں انہیں بھی عالم ماننا پڑے گا حیوان تو کیا چھوٹا سا پکشی پتنگا بھی اس طرح علم سے شونیہ نہیں مانا جا سکتا۔ ایک ننھی سی چیونٹی کس طرح اپنی خوراک اور اس کی تلاش کے وسائل کا پتہ رکھتی ہے۔ ایک کیڑا چلا جاتا ہو آگے پانی آجاوے فوراً کسی پہلو کے رُخ بدلتا یا واپس ہوتا ہے۔ ایسا ہی پھر اُدھر بھی پانی ملے۔ تو رخ بدلتا ہے جس سے صاف واضح ہے۔ کہ ان ننھی جانوں کو بھی اپنے سُود و زیاں دُکھ سُکھ کا کسقدر گیان ہے۔ ہاتھی گھوڑا اگائے۔ بکرا۔ کُتّا وغیرہ انیک جانوروں کو معمولی شکشا دینے پر انسان بڑے بڑے کرتب سکھاتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر تماشبین بڑی حیرت میں رہ جاتے ہیں۔ پس ودّیا کی اس تعریف سے یہ سب بڑے ہی ودوان سمجھے جانے چاہئیں۔ مگر ایسا نہیں ہے +

بعض کہہ دیتے ہیں۔ کہ تمام امور کا مکمّل جاننا ہی ودّیا کہلاتا ہے۔ یا جتنا زیادہ جانا جا سکے جاننا۔ لیکن اس تعریف پر بھی بہت اعتراض ہیں۔ محدود روح کا تمام کچھ جاننا ناممکن ہے۔ اور ساتھ ہی اس تعریف میں غلطی اور گُناہ کا علم بھی شامل ہوگا۔ اور جتنا زیادہ علم ان امور کا بھی ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ عالم وہ شخص کہلائے گا +

بعض کہتے ہیں۔ کہ علم یہی ہے کہ کچھ لکھنا پڑھنا سیکھ لیا ...

ہونے کی پہچان ہی یہی ہے۔ کہ وہ کتابوں کو لکھ پڑھ لیوے۔ یا کچھ لکھ سکے۔ اس تعریف کے
لحاظ سے بھی حقیقت پر بہ نظرِ غور دیکھا جاوے۔ تو کسی جاندار کو علم سے شونیہ نہیں کہا جا
سکتا۔ لکھنا پڑھنا محض ایک ذریعہ خیالات کو ادا کرنے کا ہے۔ آدمی کی بولی دوسرے
شخصوں پر اُس کے دل کی حقیقت واضح کرتی ہے۔ یا یُوں کہو۔ کہ اندرونی محسوسات کو
بیرونی لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے خاص الفاظ و فقرات بطور اُن کے جانشینوں کے ہیں
اور اسی طرح لکھائی اُن الفاظ وغیرہ کے قائم مقام۔ آدمی کی تقریر جہاں فقروں کا فقرے
لفظوں کا اور لفظ آوازوں کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح تحریر کی بنیاد حروف ہیں۔ جو آوازوں
کے لئے نشانیاں ہیں۔ ودّیا کی اس تعریف سے سِدّھ ہوگا۔ کہ جس قدر زیادہ نشانیاں
آدمی یاد کر لیوے۔ اُتنا ہی زیادہ عالم وہ ہوگا۔ ایک شخص کو محض یہ یاد ہو۔ کہ ایک چیز پانی
ہے۔ انگریزی میں اُسے واٹر (water) ہندی میں اُسے جل۔ سنسکرت میں
اُسے آپ (आप:) فارسی میں آب کہتے ہیں۔ وہ شخص زیادہ عالم اور لائق سمجھا جاویگا
اُس شخص سے جسے صرف انگریزی کا لفظ واٹر آتا ہے۔ مگر اُسے پانی کی خالص حالت۔ اُس
کے اجزاء آکسیجن۔ نائٹروجن۔ اُس کے گُنوں اُس کے استعمال کے طریقوں کا پورا گیان ہے
اس کے علاوہ ایسا آدمی مِل بھی کوئی نہیں سکتا۔ جو کسی نہ کسی طرح کے اشارات و نشانیاں
نہ جانتا ہو۔ وحشی سے وحشی قوموں میں تقریر موجود ہے۔ گونگے آدمی بھی ہاتھوں اور آنکھوں
کے اشارے سے یا زمین۔ کاغذ۔ پتھر وغیرہ پر کچھ نشان لگا کر اپنا بھاو ظاہر کر لیتے ہیں۔
پس ان سب کو بھی عالم ماننے میں اعتراض کرنا صحیح نہ ہوگا۔ تحریری یا تقریری زبان محض
وہی کام دیتی ہے۔ جو ایک تار بابو اپنے ہاتھ سے ایک طرف چوٹیں خاص طرز گرگٹ کی لگاتا
ہے۔ اور دوسری طرف پہچانی جاتی ہیں۔ بعینہ یہ مُنہ مثل تار گھر ہے۔ تار کی زبان لگی ہے
جس کے ایک سرے پر من رُوپی تار بابو چوٹ لگاتا ہے۔ وہ دوسری طرف کے تالو۔ ہونٹ
گلا۔ دانت وغیرہ مقامات پر خاص آواز نکالنے لگتی ہیں۔ اور دوسرا شخص اُن کو
پہچان کر سمجھ جاتا ہے۔ کہ یہ کیا آوازیں ہیں اور اُن کا مطلب کیا ہے۔ انگلیوں کے ذریعے
مختلف اشارات مقرر ہو سکتے ہیں۔ ریلوے سٹیشنوں پر مختلف ملازم مختلف جھنڈیاں

استعمال کر کے اپنا مطلب واضح کر لیتے ہیں۔

اب اگر اشارات ونشانیوں پر یا محض مختلف بہت سی زبانوں کے جاننے پر ودیا کو محدود کیا جاوے گا۔ تو سوال ہوگا۔ کہ جو حقیقت ان اشاروں یا بولیوں یا نشانیوں کے ذریعے واضح کرنی ہے۔ اس حقیقت کا علم کس تعریف میں آوے گا اور ساتھ ہی چیزوں کی ماہیت اُن کا مُدعا اور ان کا استعمال صحیح معنوں میں معلوم کرنا غیر ضروری ہوگا۔ لیکن موٹی عقل کا آدمی بھی جانتا ہے۔ کہ عملی طور پر تمام ضروری اور متعلقہ چیزوں کا گیان ہماری جسمانی اور رُوحانی زندگی سے وابستہ ہے۔ بغیر اس کے ہمارا کھانا۔ پینا اور ہر کام دکھدائی ہوتا ہے۔ جیسے کہ پہلے واضح ہو لیا +

پس محض لکھ پڑھ لینا یا اور طریق اظہارِ خیالات کے جان لینا کسی طرح بھی ودیا کے معنے ادا نہیں کر سکتا۔ بلکہ سچ پُوچھو تو یہ مختلف زبانیں اگر ہم سب کو بھول جائیں تو ہمارے گیان کا دروازہ کھُلنے کی آشا بندھ سکتی ہے۔ انجیل میں روایت ہے۔ کہ آدم نے ایک شہر آباد کیا اور ایک بڑا اُونچا بُرج بنایا۔ تاکہ اُن کا نام قائم رہے۔ اس پر خُدا نیچے اُترا اور بُرج کو دیکھکر چوکنا ہو گیا۔ کہ اس طرح تو یہ جو کچھ چاہیں گے۔ کرلیں گے کیونکہ وہ سب ایک ہی ہیں۔ اور ایک ہی بولی بولتے ہیں۔ خُدا نے اپنے حاسدانہ ارادے میں کامیابی پانے کو اُن کی زبانیں مختلف کر دیں۔ جس سے وہ سب منتشر ہو گئے اور شہر بنانے سے باز رہے۔ (پیدائش باب ۱۱۔ آئت ۱ تا ۸) یہ کہانی ہر طرح قابل اعتراض ہے۔ ایک الہامی کتاب میں اس کی موجودگی ظاہر کرتی ہے۔ کہ انسان سخت غلطی کھاکر انجیل جیسی کتاب کو ایشوری گیان مانتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ زبانوں کی تفریق آدمیوں کی تباہی کا مُوجب ہے۔ اور جتنی زبانیں زیادہ ایجاد ہونگی اُتنی ہی انسانوں کے تنزّل میں ترقّی ہوگی۔ جُونہی ایک شخص دوسری زبان میں خیالات ادا کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں کچھ نہ کچھ فرق ڈال دیتا ہے۔ زبانیں مختلف زمانوں میں مختلف مُلکوں میں جاری ہوئیں۔ اپنی اپنی رسم و رواج و عادات کا اثر لوگ اپنی زبان میں ڈالتے ہیں۔ اپنے اپنے تجربات اور مُشاہدات سے لوگ محاورات بناتے ہیں۔ رسم ورواج

عادات - مشاہدات - تجربات سدا ایک سریکھے ہوتے ہیں - نہ زبانوں میں ایک ہی طرح پر ہو بہو خیالات وغیرہ کو ادا کرنے کی قابلیت ہوتی ہے +

زبانوں کے اندرونی مفہوم کا ٹھیک تبادلہ کرنا تو کیا لفظ ہجے اور لکھنے کے ظاہری اور موٹے اصولوں میں ہی کس قدر فرق ہے - انگریزی - اردو - دیوناگری وغیرہ کی آوازیں حروف اور حرکات و سکنات تا ان کے استعمال میں بے شمار اختلاف موجود ہیں - نہ صرف ایک زبان میں بمقابلہ دوسری زبانوں کے - بلکہ بعض زبانوں کے اپنے اندر ہی اس قدر گڑبڑ ہے کہ ان کی موجودگی میں حروف اور آوازوں کو جوڑنے کا صحیح پتہ ہونا - ایک خاص وقت اور محنت و سردردی کی ضرورت رکھتا ہے - مثال کے طور پر ایک انگریزی زبان کو ہی لو - کئی آوازیں اس میں موجود ہی نہیں مثلاً ت - ڈ کئی حرف فضول اس میں شامل کئے گئے ہیں - مثلاً سی - کیو ایکس وغیرہ آوازیں ایک ایک حرف سے کئی مراد لی جاتی ہیں - حرف ایک ایک آواز کے لئے کئی استعمال ہوتے ہیں - اور پھر انہیں جوڑ کر الفاظ بنائیں تو دقت اور بھی بڑھ جاتی ہے - مثال کے طور پر تین چار حروف ایک ہی ترتیب سے مختلف لفظوں میں آتے ہیں - مگر آواز جدا جدا دیتے ہیں - ٹی - ایچ - آر - او - یو - جی - ایچ میں چار حروف آخری او کی آواز دیتے ہیں اور لفظ تھرو (through) بولا جاتا ہے - مگر بی - او - یو جی - ایچ کا تلفظ (bough) باؤ ہے - جو دونوں ہی مختلف ہیں - تاہم یہاں پر ہی بس نہیں آر - او - یو - جی - ایچ کا تلفظ (rough) رف ہو جاتا ہے - ایسی اوستھا میں جس قدر بوجھ دماغ پر پڑتا ہے - یاد کرنے میں جو محنت ہوتی اور جس قدر غلطیاں ہوتی ہیں - وہ اظہر من الشمس ہے +

ایک طالب علم مصنف سے ماخوذ ورنیکلر مڈل کا امتحان پاس کر کے اینگلو ورنیکلر کی تعلیم پانے لگا - اس نے پہلے حروف سیکھے - مگر جب اسے معلوم ہوا کہ لکھنے کے حروف جدا ہیں - تو وہ بہت تلملا رہا - اس کے بھائی نے پہلے دن سبق میں پڑھائی ٹی - او - ٹو - ڈی - او - ڈو - یہ تو یاد کیا - مگر آگے جی - او کے حروف آئے - تو اس نے جھٹ بول دیا - جو - اس پر فوراً ہی ماسٹر صاحب ناراض ہوئے - کہ یہ جو نہیں بلکہ گو ہے - اب تو لگا منطق چھانٹنے - کہ جی سے گو

لیسے نکلا - اور جب یہ کہ اگر بی او سے تو بنتا ہے - تو جی - ٹا دے گو ہے - یا دونوں کو ٹ - وگو کہنا چاہئے - بغرض پیش کے - مگر منطق کی کہاں پیش جاتی ہے - ماسٹر جی کے کہنے کو ملا دخل منطق ملن کردہ آگے چہ اتنکر مشکل اور پڑ گئی - کہ ایک جگہ بی یو - ٹی بٹ - اس نے بان کیا - تو دوسری جگہ پی - یو - ٹی - پٹ بولا - جا یا ماسٹر صاحب پھر فرمانے لگے - یہ پُٹ ہے یہ سنتے ہی وہ سخت گھبرایا کہ نہ جانے یہ جمیلہ روزگار کیا دکھاوے - ارادہ سکول چھوڑنے کا کیا - دو دن کی رخصت لے کر گھر گیا - مگر بعد میں سکول نہیں آیا - ہاں جو ملا - اُسے کہا کہ مجھے تو اس بٹ اور پُٹ نے سکول سے نکلوا دیا +

فی الحقیقت مختلف زبانوں کی موجودگی نے انسانوں کو عجیب گورکھ دھندے میں ڈال دیا ہے - سارا زمانہ تعلیم کا تو محض مختلف الفاظ یاد کرنے و سیکھنے میں ہی گذر جاتا ہے - اصلی بات کچھ پلّے نہیں پڑتی - یا پڑتی ہے تو کم +

بعض لوگ موجودہ سائنسدانوں یا عملی طور پر کلا کو شل بنانے والوں کے عمل پر ہی دنیا کا خاتمہ کرتے ہیں - لیکن باوجود اُن کی باریک بینی و تحقیقات کے وہ موجودہ حالات میں بالکل کم کامیابی پا سکتے ہیں - اُن کا دائرہ اثر محض چند ایک مادی چیزوں تک محدود ہے - اور اُن کے نتائج ہمیشہ تبدیل پذیر ہیں - آج جو مسئلہ مکمل طور پر صحیح مانا جاتا ہے - کل وہی ناقص نامکمل یا غلط ثابت ہوتا ہے - اور اس کے علاوہ وہ مادی چیزوں سے لطیف شے آتما اور اُس سے بھی لطیف پرم آتما کے گیان سے محض اُمّی رہتے ہیں - مغربی عالموں کے لئے کوئی انتظام نہیں - کہ وہ آتما و پرم آتما کی نسبت ٹھیک تعلیم پا سکیں - یا ان لطیف ہستیوں کی کھوج کو وہ لوگ بیل وغیرہ پر داغ لگانے سے ترجیح دیویں - یہی وجہ ہے کہ مغربی فلاسفر عموماً یا ناستک ہوتے ہیں - یا اگناسٹک جب ہربرٹ سپنسر ہکسلے - مل وغیرہ جیسے عالی دماغ خدا کی ہستی سے انکار کرتے اور شکی حالت میں اُس کی ہستی یا نیستی کی نسبت نشچت کچھ نہیں کر سکتے - تو اُن کی تکیٔی اور منطق کے زیر اثر آنے والوں کا ناستک بننا لازمی بات ہے - یونیورسٹی سکیم کے مطابق لوح یا خدا وغیرہ کے متعلق علم ہونا مشکل ہے - کیونکہ اول تو گورنمنٹ اور اُس

کے کارکن دیسی یا بدیسی عموماً خود اُن حقیقتوں سے بے بہرہ ہیں۔ دوم مذہبی اختلافات کی موجودگی میں تمام مذاہب سے یکساں تعلق رکھنے والی گورنمنٹ ان مضمونوں کو سکیم میں داخل بھی نہیں کرسکتی جس کی نسبت اختلاف ہے۔ اور اُس سے آگے اگر کوئی آزاد خیال فلاسفر یا سائنس دان اپنی مذہبی کتاب سے ان باریکیوں کا پتہ لینا چاہے تو وہ اُس کے دماغ کو تسکین نہیں دے سکتیں۔ انجیل قرآن وغیرہ میں روح خدا اور مادے کی نسبت تعلیم نامکمل اور اکثر خلاف عقل ہونے سے اُن کا خیال بھی اس امر سے ہٹ جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اصل اور مقدم ہستیاں ہیں۔ غرضیکہ اس وقت مروّجہ طور پر جو معنے وِدّیا کے لئے جا رہے ہیں۔ وہ کوئی بھی صحیح مفہوم اس شبد کا ادا نہیں کرسکتا۔ نہ تو کچھ کم و بیش جاننا اس کے معنے ہیں۔ نہ تمام باتوں کا مکمل جاننا۔ نہ کسی بولی کا سیکھنا یا لکھنا پڑھنا۔ وِدّیا پراپتی کہاتا ہے۔ نہ موجودہ سائنس ہیں کچھ پڑھ رکھنا ہی انہیں سچّا وِدوان بنا سکتا ہے +

یہ امر مسلّمہ ہے کہ آتما کا سُبھاوک گُن گیان ہے۔ اس لئے انسان کو سدا گیان پراپتی کی دُھن رہتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچّے جب ہر ایک چیز کی نسبت جو سامنے آوے سوال کرتے ہیں۔ کہ پتاجی یہ کیا ہے۔ اس کو کیا کرتے ہیں۔ یعنی یہ کس کام آتا ہے وغیرہ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی مانش گیان کی اُنتی کے لئے اُن میں موجود ہے۔ اور ساتھ ہی یہ کہ آتما کو قدرت بخشش یہ بات کی ہے کہ چیزوں کی حقیقت اور اُس کا پریوجن وغیرہ معلوم ہو۔ اور یہ امر بھی مسلّمہ ہے کہ اگر ایک انسان کو کسی شئے کے گُنوں کا گیان نہ ہو تو وہ اُس کو بے قدری اور بے پرواہی سے ضائع کرتا ہے اور خود نقصان اُٹھاتا ہے۔ اور اگر کسی چیز کی نسبت اس کا گیان غلط ہو۔ مثلاً ایک شخص بد دیانت ہو۔ مگر کوئی دوست غلطی سے اُس کی بطور ایک دیانت دار کے میرے پاس سفارش کرے۔ یا میں خود ہی اس کو بھلا آدمی سمجھوں۔ اور اسے ذریعہ ہوا سطح سے اُس پر بھروسہ کر دوں تو نتیجہ سوائے کسی بڑے بھاری نقصان اٹھانے کے کیا ہو سکتا

ہے آٹھ نو۔ دس سال بیچ بیٹھے اور اُس سے جہاں ودیا اور بل وغیرہ سے محروم رہے وہاں روگوں کے شکار ہو کر دوسروں کا دکھ بڑھاتے گئے۔ وودان۔ پدپکاری۔ جیتندری سنیاسیوں کی بجائے بھگوے رنگ والے سنیاسیوں کی بدولت کس قدر نقصان ہوئے

ان تمام خیالات کو مدنظر رکھ کر ہر سوچنے والا انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کہ ودیا در حقیقت وہ ہو سکتی ہے۔ جس سے پدارتھوں کا گیان ہو اور وہ گیان صحیح ہو۔ یعنی جیسی کوئی چیز ہے ویسی ہی آدمی کے گیان میں ہو چنانچہ ودیا شبد کا یوگک ارتھ سنسکرت میں یہی ہے

"جس سے پدارتھوں کا یتھارتھ سروپ بودھ ہو وہ ودیا ہے"

"اور جس سے پدارتھوں کا یتھارتھ سروپ نہ جان پڑے انیہ میں انیہ بدھی ہو وہ اودیا ہے"

یوگ شاستر کے سادھن پاد سوتر ۵ کی دیاکھیا سوامی دیانند سرسوتی نے کرتے ہوئے یہی تعریف واضح کی ہے۔ کہ جو جیسی چیز ہو ویسا ہی اُس کا جاننا ودیا ہے۔

"(۱) انت میں انت۔ (۲) نت میں نت۔ (۳) اپوتر میں اپوتر۔ (۴) پوتر میں پوتر اور (۵) دکھ میں دکھ اور (۶) سکھ میں سکھ اور (۷) اناتما میں اناتما اور (۸) آتما میں آتما کا گیان ہونا ودیا ہے"

فی الحقیقت اس شبد کی یہ نہایت جامع تعریف ہے۔ اور ایسی ہی ودیا کے لئے یوگ کرنا ہمارا کرتویہ ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ اُس ودیا کا کھوج لگایا جاوے ایک امر جاننا لازمی ہے۔ جس کا ذیل کے لیکھ سے پتہ لگتا ہے۔

۲۔ ودیا پراپتی کا مدعا

اس امر کے متعلق بھی غلط فہمی کم نہیں۔ محض پیٹ پالنا ہی عام طور پر تحصیل علم کا ادیش سمجھا جاتا ہے۔ بیوپاری اور دوکاندار جس طرح خاص جنس اپنے اندر ڈالتے ہیں اور اُس سے روپیہ کماتے ہیں۔ ویسے ہی تعلیم کے ذریعے لفظوں اور فقروں وغیرہ کی جنس آج کل کے تعلیم یافتہ اکٹھی کرتے ہیں۔ ۹۹ فیصدی اسی غرض کے لئے تعلیم پاتے ہیں جہاں ان پبلک بہتری کے وسائل [illegible] جاویں وہاں مقدم روپیہ کمانا یا ملک کی آمدنی

بڑھانے کو مقدم فرض سمجھا جاتا ہے - اور بڑا زور دیا جاتا ہے کہ پیٹ میں روٹی نہ جاوے تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا - اگر اس پر اعتراض کیا جاوے - یا اس کو کم ضروری جتایا جاوے تو عام طور پر ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے - وکیل صاحبان کی ساری لیاقت روپیہ کمانے پر لگ رہی ہے - ڈاکٹروں کے لئے مریض کی صحت سے مقدم اپنی فیس ہے - دیگر ملازموں کے لئے تنخواہ اور جس قدر روپیہ ممکن طور پر اوپر سے بن سکے یعنی خواہ رشوت یا بے ایمانی سے وہی اُن کی طالب علمی کے زمانہ کی محنت اور جانفشانی کا اصلی پھل ہے - یہی حال تمام آزاد پیشہ تعلیم یافتوں کا ہے - جس کی تفصیل یہاں غیر ممکن ہوگی - صرف جتانا یہ ہے کہ یہ مُدعا گو خاص معنوں میں غیر ضروری نہیں - لیکن اس سے بڑھکر نہایت ہی ضروری چیز کچھ اور ہے - روپیہ کمانا محض جسمانی ضروریات کے لئے ہے - لیکن یہ جسم بذاتہ روح یا آتما کا ایک کپڑا ہے - یا یُوں کہ یہ جسم ایک مکان ہے - جس کا مالک رُوح ہے - کپڑے کی صفائی - مکان کی حفاظت مرمّت و صفائی سب ضروری ہیں - لیکن اگر مالک بھوکا رو رہا ہو - یا بہت روگی ہو اور اس کی خوراک یا علاج پر توجّہ نہ دی جاوے - نہ روپیہ خرچ ہو تو نرا مکان اور کپڑے کا خیال کرنا ہی ایک طرح حماقت اور بیوقوفی میں داخل ہے پس جسطرح مکان وغیرہ سے مُقدم چیز مالک کی حفاظت ہے - ویسے ہی جسم سے زیادہ روح کی غذا ضروری ہے - مگر اسے افسوس کہ لوگ بھُول چکے ہیں - اور صرف جسمانی ضروریات کے خیال میں محو ہو کر عجیب طرح کی پیچیدگی پیدا کر چکے ہیں - ضروریات بڑھ چکی ہیں اور تعلّقات آپس میں بہت کشیدہ ہیں - اسی سے ہمیں پیٹ بھر کھانا حاصل کرنے کو بھی اتنی جدوجہد کرنی پڑتی ہے - ورنہ ایشور کی سرشٹی میں غذا کی کمی نہیں - اگر پشو پکشی - کیڑے پتنگے وغیرہ کو بغیر انگریزی فارسی پڑھے بھوجن مل رہا ہے - اگر ان اناج پھل پھول پیدا کرنے والی پرتھوی کی چھاتی سب منشیوں کے لئے کھُلی پڑی ہے - اگر پیدا ہونے سے پہلے جب ہاتھ پاؤں وغیرہ انگ ابھی بن ہی رہے تھے - ماتا کے گربھ میں غذا پہنچتی رہی - پیدا ہونے پر قبل اس کے کہ دانت غذا چبانے اور ہاتھ غذا پکڑنے وغیرہ کے قابل ہوں ماتا کے [illegible]

غلطاں ہونا منش پن سے بعید نہیں۔ کسی ہندی کوی نے کیا ہی سچ کہا ہے ۔ ؎

جب دانت نہ تھے تب دودھ دیو + جب دانت دئے تو کیا ان نہ دے ہے

جو جل میں تھل میں پنچھی کی سدھ لیت سو تیری بھی سدھ لے ہے ۔

کاہے کو سوچ کرے من مورکھ ۔ سوچ کرے کچھ ہاتھ نہ آوے ہے

جان کو دیت اجان کو دیت ۔ جہان کو دیت سو توکو بھی دے ہے

اِس پر غور کرنے سے موجودہ انسانوں کے وسوسے اور از خود رفتگی بڑی بھاری غلطی معلوم ہوتی ہے۔ جسم کی پرورش ضروری تھی محض اس لئے کہ اس سے اندریوں کی سہائتا سے آتما شانتی کے ساتھ اپنے اودیش کو پورن کر سکے ۔ لیکن عملاً حالت الٹی ہو رہی ہے۔ اس وقت آتما بدھی وغیرہ سب کو اس تن پر لگایا جا رہا ہے ۔ یہ کسی طرح جسم کی پرورش ہو۔ استیہ بولنے سے دوسروں کو کشٹ دینے سے اور ہر برائی سے آتما کی کتنی ہانی ہے۔ مگر یہ سب کچھ گوارا کیا جاتا ہے۔ جب ایسے کو کرموں سے کچھ پیسے جسم کی پرورش کے لئے ملتے ہوں۔ فارسی شاعر نے کیا ہی سچ کہا ہے ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است ۔ تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

پیارے ناظرین برہمچریہ آشرم میں جو برہمچریہ کی مہما پہلے برنن ہوئی ۔ وہ بیرونی ترقی سدھار اور سکھ کے لئے ہے ۔ اور یہاں جو ودیا پراپتی کا ذکر ہے ۔ یہ اندرونی سدھار اور شدھی کا ہیتو ہے ۔ یا یہ کہ یہ آتما کے لئے سچی غذا ہے ۔ جسم کی بھوکھ کو غذا دور کرتی ہے ۔ تو آتمک کھشدھا کا اوپائے ودیا ہے ۔ آگ کی گرمی سے انسان کے جسم کا پالا دور ہوتا ہے ۔ مگر ودیا پراپتی سے آتما کا پاپ روپ پالا جاتا ہے ۔ سچی ودیا روپ شانتی جل سے آتما کی پیاس ترپت ہوتی ہے ۔ آتما کو اگر کوئی اچھیا ہے ۔ تو کیول دکھ سے چھوٹنے کی ۔ اور اس کی اس آشا کی پورتی ودیا پر منحصر ہے ۔ جس سے آتما کو یتھارتھ گیان ہوتا اور وہ اودیا کے بندھن یعنی جسمانی قیود کی حقیقت کو سمجھتا اور آتما کا سُدھار کیول پرم آتما کو جانتا ہوا پہلے سے چھوٹنے اور دوسرے کو پراپت ہونے کا اُپائے کرتا

گیان اور پراپتی کے سلسلہ ممکن نہیں۔ ویدیہ کا اسی لئے یہ مسند سا اپدیش ہے۔ کہ وہ پرماتما سوریہ کی طرح پرکاشمان۔ اندھکار کا ناشک تمام جگت میں ویاپک ہے۔ اسی کو جاننے سے دکھوں کا ناش اور مکتی کی پراپتی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریق نہیں ہے"

اپنشد نے بھی یہی کہا ہے کہ:۔

"وہ ایک سرو بھوتوں میں ویاپک اس پرکرتی سے نانا پرکار کی سرشٹی رچنے والا ہے۔ اسی کو اپنے آتما میں جو پرش دیکھتے ہیں وہی آنند کو پراپت ہوتے ہیں اور کوئی نہیں"

اور یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ لوگوں نے انیک اپاد کئے کھانے پینے۔ بیاہ آدی اُتسون مکانات۔ دولت اور پوشاکوں وغیرہ کے پیچھے اپنی آیو گنوا دی۔ جسم کی پرورش پر پورا زور لگایا۔ مگر ان سے بجائے شانتی کے نت اشانتی ہی پراپت ہوئی۔ کیونکہ واستو میں شانتی کا بھنڈار کیول پرماتما ہے۔ اور ودیا کے پرکاش سے چونکہ اسکی پراپتی ہوتی ہے۔ اس لئے ودیا کا اصلی اودیش دکھوں اور کلیشوں کا ناش یا سکھ اور آنند پراپتی کہا جا سکتا ہے۔ اور اسی سے اپنشد کا واکیہ ہے کہ "ودیا کا مدعا موکش پراپتی ہے"

وید منتر پہلے بھی درج ہو چکا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ موکش کو وہی پراپت ہوتا ہے۔ جو ودیا اور اودیا کے یتھارتھ سروپ کو جان کر اودیا سے بچتا اور ودیا کو پراپت ہوتا ہے"

اس اودیش سے یہ مطلب نہیں۔ کہ ودیا کا ... منش ... آدی بالکل نہ کمانا ہے۔ نہیں بلکہ ستیہ ودیا کی اس آخری منزل یعنی موکش تک رسائی حاصل کرنے کے ساتھ شاد ریک رکشا پالن پوشن آدی دھرم انکول کمانا سب اوشیک ہیں صرف فرق یہ ہے کہ ایک شخص تو جس گاڑی میں سوار ہے۔ اسی کی حفاظت اور مرمت درستی کو اپنے باسلامت پار ہونے کے لئے لازمی جانتا ہے۔ مگر دوسرا شخص ہے۔ جو گاڑی کو چلا کر منزل پر پہنچنے کا یتن نہیں کرتا۔ صرف گاڑی کی زیبائش اور مرمت وغیرہ کے لئے روپیہ لگاتا ہے اور بس فرق ظاہر ہے۔ کہ جہاں پہلا شخص منزل پر پہنچتا ہے۔ وہاں دوسرا اپنی سب محنت ریزہ کر رہا ہے پس ودیا کا مدعا اصلی دکھوں سے چھوٹنا اور امر ہونا ہے۔ اگر کوئی قیمتی سے قیمتی

دنیاوی چیز اس اندیشں میں ہرج کرے۔ تو تیاگ دینا ٹھیک ہوتا ہے۔ چنانچہ منو دھرم شاستر ادھیائے ۴ شلوک ۱۷ میں ہدایت ہے

"جس دولت سے دید پڑھنے یعنی ست ودّیا کی پراپتی میں ہرج ہو۔ اُس کو ترک کرے اور جس طریق سے وید پڑھنے میں ہرج نہ ہو۔ اس طریق سے مطلب حاصل کرے"

کہاں تک پراچین رشی آتمک اُنتی اور ایشر پراپتی کو مُکھیہ سمجھتے تھے۔ اور شریر رکھشا کو فروعی بات۔ وہ ذیل میں درج کئے منوسمرتی ادھیائے ۶ کے شلوکوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ (۷۶) ہڈیوں کا ستون۔ رگوں سے کسا ہوا۔ خون و گوشت سے لپا ہوا۔ چمڑے سے بندھا ہوا۔ بدبودار غلیظ اور پیشاب سے بھرا ہوا ہے!!

(۷۷) بڑھاپے اور دنیاوی فکر ول کے سبب سے بیماری کا گھر۔ بھوکھ پیاس، سردی گرمی کی تکلیفوں سے دُکھی۔ شہرت اور عزّت کے خیال سے متفکر۔ اور ناش ہونے والا۔ اگنی وایو۔ جل۔ پرتھوی اور آکاش سے بنا ہوا گھر ہے۔ جس میں جیو آتما رہتا ہے۔ اس واسطے اس نرک کُنڈ سے بچنے لائق کرموں کو کرے +

(۷۸) جس طرح ندی کے بہاؤ سے کنارے کے درخت اپنی جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔ جسطرح پکھشی اپنے درختوں کو تیاگ کرتے ہیں۔ اسی طریق پر برہم کی بھگتی کرنے والا شریر کو تیاگ کر سنسار کے دکھوں سے چھوٹ جاتا ہے" اسی طرح آگے تمام امور کو فروعی جان کر پرم کے دھیان میں مگن ہونے کو اصلی کرتویہ جانا گیا ہے۔ درحقیقت آتما کی اصلی ضروریات جسم کی اغراض اور حقیقت کا سچا گیان نہ رہنے سے ہی آج ہماری یہ اوستھا ہے۔ کہ بالکل معمولی جسمانی ضروریات اور عارضی مکان کی حفاظت و رکھشا کے پیچھے پڑ کر اپنی اعلےٰ سے اعلےٰ شکیتوں اور اپنی آیو کو رائگاں کھو رہے ہیں +

نہ صرف بھارت کے رشی بلکہ مغربی فلاسفر اور عالم لوگ بھی جب غور کرتے ہیں۔ تو سب ہی جاتے ہیں۔ کہ علم کا مدعا انسانیت کو بانا کیریکٹر بناتا ہے۔ جان کون۔ ڈارون۔ ہربرٹ سپنسر ہسلے۔ بین۔ مل وغیرہ تمام علم کو سچائی کی تلاش کا ذریعہ۔ عمدہ عادات اور افعال حسنہ کو حاصل کرنے اور قوائے انسانی کو سر شکشت بنانے کا ہیتو ثابت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی لائق

شخص تجربہ پانے پر یا غور کرنے پر صاف اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ محض پیٹ کی غلامی اور دولت کی کمائی جیسی تچھ غرض ودیا جیسے امولیہ پدارتھ سے پوری کرنا شیوہ انسانیت نہیں ہے۔

ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں ہر سال کرسمس کی تعطیل میں کانووکیشن ہوتی ہے۔ جس کے میر مجلس لفٹننٹ گورنر صاحب ہوتے ہیں۔ اس میں نوجوان گریجوایٹ لوگوں کو سندات عطا ہوتی ہیں۔ سنہ ۱۹۰۰ء کا ذکر ہے۔ کہ سر میکورتھ ینگ کے زیر صدارت یہہ اجلاس ہؤا۔ حسب معمول سرٹیفکیٹ اپنے دستِ مبارک سے لاٹ صاحب نے دیئے۔ اور اُس کے بعد ایک نہایت معنی خیز تقریر فرمائی جس میں طلبا، کو اُن کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہوئے آپ نے اُنہیں اُن ذمہ واریوں کا خیال دلایا۔ جو وہ آئندہ دُنیا میں داخل ہو کر اپنے اوپر لینے والے تھے۔ اور ساتھ ہی کچھ اشارہ اس امر کا دیا۔ کہ وہ اپنی حاصل کردہ تعلیم کو کس طرح استعمال کر کے مُفید بنا سکتے ہیں۔ آشا یہ تھا۔ کہ اگر تم اعلےٰ عہدے پالو تو مت سمجھو کہ تعلیم کا مدعا پُورا ہو گیا۔ وکیل بنکر اور جیبیں روپیہ سے پُر کر کے گھر لوٹو۔ تو اپنی تعلیم کا مُدعا پُورا نہ سمجھ لینا۔ نہ برادریوں کی عزّت دُنیاداری کی لیاقت پر لٹو ہونا۔ ہاں اگر کوئی ذریعہ نوجوانوں کی محنت کو سُپھل ثابت کرنے کا ہے۔ تو وہ ایسی مثالوں کی پیروی کرنا ہے۔ جیسے کہ راجہ رام موہن رائے یا سوامی دیانند سرسوتی وغیرہ یہہ کانووکیشن نہایت شاندار طور پر ہوتا ہے۔ بڑے بڑے پوزیشن والے اور راجہ تک بھی شامل ہوتے ہیں۔ اسی اجلاس میں کئی لکھ پتی کروڑ پتی مہاراجہ کشمیر و جمّوں بھی موجود تھے۔ مگر لفٹننٹ گورنر صاحب نے نہ کسی اور دولت مند کو بطور آدرش کے پیش کیا۔ نہ مہاراجہ جموں و کشمیر کی مثال قابلِ تقلید جتائی نہ اپنی شخصیّت کو باوقار اور نمایاں جتایا۔ بلکہ سوامی دیانند کا نام جتایا۔ جس سے پرنیت ہوتا ہے۔ کہ وہ دُنیاوی نمائش اور دولت کی فراہمی اور ریش ودیا کا مدّعا نہیں سمجھتے۔ بلکہ سچائی کی تلاش ہمجنسوں کی سچّی خدمت اور پر اپکار کو اصل اودیش جانتے ہیں۔ جس سے انسان آخر سب سُکھ پا سکتے ہیں۔ نہ جانے وہ دن کب آئے گا۔ جبکہ تمام منش ماتر بالاتفاق دُکھوں کے ناش کو اپنا پرم لکش رکھتے ہوئے سچّائی بھری وِدیا کی پراپتی کے لیے یتن کریں گے *

۳ - وِدّیا پراپتی کے سادھن

اس وقت تک جو کچھ واضح ہوا یہہ تھا۔ کہ منش کو سب سے پہلے وِدّیا کی پراپتی کرنی چاہئے۔ وہ وِدّیا یتھارتھ گیان دینے والی ہوتی ہے۔ اور اُدیش اس کا تمام پاپ کی بُرائی کی بیخکنی کر کے منش کو سچے سُکھ اور آنند کے درجہ پہ پہنچانا ہے۔ اب ایسی اولیہ وستو کی پراپتی کے سادھنوں پہ وچار کیا جاتا ہے۔

تفصیلی بحث کے لئے اس پُستک میں جو کچھ لکھا جا رہا ہے۔ وہ سب اس اُدیش کی پُورتی میں حصہ لینے والا ہے۔ لیکن موٹے طور پر یہاں دو سادھن متعلقہ لکھے جاتے ہیں۔ مادی روشنی کے لئے جہاں سُوریہ پرکاش کا بھنڈار اتی اوشیک ہے۔ وہاں منش کو اس سے لابھ تبھی ہوتا ہے۔ جب آنکھ درست ہو اسی طرح روحانی روشنی کے لئے بھی اول تو پرکاش دینے والا یا گیان رُوپی سُورج ہونا ضروری ہے۔ اور دوسرے بُدھی رُوپی نیتر کا شُدھ اوستھا میں ہونا۔ دونوں کا ترتیب وار اور مختصر وچار یہاں لابھ کاری ہوگا۔

(۱) گیان رُوپی سُورج کی اوشکتا سے کوئی بُدھی مان پُرش انکار نہیں کر سکتا۔ اور جب مادی سُورج قدرتی ہے۔ تو رُوحانی سُوریہ بھلا مصنوعی کب ہو سکتا ہے۔ پس لازمی ہے کہ ایشر کی طرف سے اُس آتمک سُوریہ کا بھی پرکاش ہو۔ اس امر کی صداقت کے موجودہ تمام عالم شاہد ہیں۔ کہ دُنیا کے اندر کوئی نیا علم انسان نے نہیں نکالا۔ بغیر سیکھے کسی کو علم آتا نہیں۔ پس موجودہ عالموں کے سکھانے والوں نے پہلوں سے اور اُنہوں نے پھر اور قدیمی بزرگوں سے وِدّیا حاصل کی۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتے ہوئے پہلے انسانوں تک پہنچتا ہے۔ اور اُنکو سوائے پرم آتما کے دُنیا کے آغاز سے کوئی سکھانے والا مل نہیں سکتا۔ پس عقل کی زیادہ سے زیادہ رسائی یہاں تک ہے۔ کہ علم کا مکمل سُوریہ قدرتی ہے۔ اور دُنیا کے آغاز سے دُنیاوی بادشاہوں کا عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی نیا علاقہ آباد کریں۔ وہاں پہلے اپنے آئین و قوانین مشتہر کرتے ہیں۔ اسی کے مطابق سارا انتظام چلتا ہے۔ دیگر عہدوں کی تقرری وغیرہ کے موقعہ پر بھی انتظام عمدہ کرنے کی حالت میں پہلے عہدہ داروں کو اپنے فرائض مفوضہ کے

پورا کرنے کی قابلیت دی جاتی ہے۔ ڈپٹی کمشنری کے پہلے سول سروس کا امتحان لازمی ہے۔ ڈاکٹر کے لئے علم طب کا واقف کار ہونا اور امتحان پاس کرنا ایسی صورت میں پرم آتما جیسے مکمّل سبھیتا کے آدرش اس سرشٹی کے رچتا اور سچے راجا کے لئے اتی اوشیک تھا۔ کہ قبل اس کے کہ منشوں پر دُنیاوی چیزوں کی ذمّہ واری ڈالتا۔ اُن کو دُنیا کے آئین و قوانین سے واقف کار کرتا۔ اِنسانوں کی ضرورت اور ان کے پیدا ہونے کے وسائل کا پتہ دیتا۔ اس سے بھی ودّیا کا پرکاش ہونا ایشر کی طرف سے اوشیک سدّ ہوتا ہے +

اِنسانی سلطنتیں نامکمّل علم والے بادشاہوں کے ماتحت ہیں۔ الانسان مرکب من الخطا، والنسیان وغیرہ وغیرہ ضرب الامثال مشہور ہیں اور یہ بھی امر مسلّمہ ہے۔ کہ اِنسان کی حالت ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ کبھی سُکھی ہے کبھی دُکھی۔ کبھی کسی کام میں اپنی لیاقت کا شہرہ پھیلا رہا ہے۔ کبھی دوسرے کام سے ناواقف ہو کر نالائق مشہور ہو رہا ہے آج جو اُسے صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کل غلط یا ناقص جیسے سائنسدانوں کی حالت روز ہمارے مُشاہدہ میں آتی ہے۔ مختلف ایجادات انسانی کی تاریخ بھی شاہد ہے۔ کہ ایک زمانے میں جس تھیوری کو بالکل قدرتی قانون کا درجہ دیا گیا۔ دوسرے زمانے میں وہ متروک ہوئی۔ آج جو حکم ایک بادشاہ یا مذہبی لیڈر صحیح سمجھ کر نافذ کرتا ہے۔ کل اُسے غلط جان کر منسوخ کرتا ہے۔ وجہ اس تمام تبدیلی اور ترمیم تنسیخ کی انسان کا خود ایک بالکل محدود شکتی ہونا یعنی رُوح کا الپ ہونا ہے۔ مگر پرم آتما مکمّل پُورن گیان سرو ویاپک اور غیر محدود ہے۔ نہ اُس کی ذات میں کمی یا غلطی یا تبدیلی۔ نہ اُس کا قانون یا علم تبدیلی کے حادثہ میں آسکتا ہے۔ پس لازمی ہے۔ کہ ایشوری ودّیا بے بدل ہو۔

جب سے انسان کا دُنیا میں تعلق ہُوا۔ تب سے ایک دوسرے کی سہاتا سے اس کے کام ہوئے۔ انسان ایک مجلسی وجود یا سوشیل بے انگ ہے۔ اس کو سوسائٹی کے دوسرے افراد کا نمونہ خاص ہدایت دیتا ہے۔ اس لئے انسانوں کو موجودہ نیک آدمیوں کی شاگردی کرتے ہیں یا گذشتہ ہوؤں کی تواریخ سے شکشا پانے میں مدد ملتی

ہے۔ مگر ایشوری گیان کا پرکاش ایسے وقت ہونا سدھ کیا گیا۔ جب کہ انسانی تاریخ کا نام بھی نہ تھا۔ پس ایشری گیان میں انسانوں کے نام یا قصوں کا دخل نہیں ہو سکتا انسان اپنے محدود مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر ہی شکشا دے سکتے ہیں۔ اُن کے تعلقات محض اپنے مکان یا شہر یا علاقے یا ملک تک محدود رہتے ہیں یا اپنی قوم نزدیکی لوگوں تک اسی وجہ سے اُن کی تصنیفات میں خیالات اپنے تعلق میں آنے والے علاقوں یا لوگوں سے آگے نہیں بڑھتے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ انسانوں نے جو کچھ لکھا۔ وہ اپنے اپنے ملک وغیرہ کے حالات سے ہی اندازہ لگا کر۔ اُن کو عالمگیر اصولوں کا پتہ لگنا مشکل تھا۔ مصنف قرآن کا دائرہ اثر ملک عرب۔ عربی زبان۔ عرب کے ریگستان اور وہیں کے شہروں وغیرہ تک محدود تھا۔ اور ایک خاص زمانہ تک اسی لئے اُس سے پہلے نہ اُس سے پیچھے کے زمانہ نہ عرب سے باہر کے ملکوں یا پدارتھوں کے متعلق اُن سے کوئی عمدہ شکشا مل سکتی ہے۔ یہی حال انجیل اور دیگر کل تصانیف کا ہے۔ مگر ایشور چونکہ کل زمانوں میں کل ملکوں میں کل منشوں میں ایک جیسا رہتا ہے۔ اس لئے اُن کا گیان ان سب اثرات سے پاک ہونا لازمی ہے +

مادی سورج آنکھوں کو تمام چیزوں کا یتھارتھ سروپ بتاتا ہے۔ اور تب انسان اُن کے متعلق کام کاج کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے حرارت تمام جسم کو پہنچتی ہے اور تمام چیزوں کو۔ اسی طرح گیان کا سوریہ بدھی کو تمام پدارتھوں کا اصلی لکھشن بتانے والا اور ہمارے شریر کے بھوگوں میں عملی طور پر رہنمائی کرنے والا ہونا چاہئے +

منشوں کے جتنے بھی کام ہیں۔ اُن میں نمائش زیادہ ہوتی ہے۔ مگر قدرتی کام حقیقت رکھتے ہیں۔ انسانوں نے انصاف کے لئے عدالتیں قائم کیں۔ لیکن ضابطہ کی نمائش چھوڑ کر حقیقت کے لحاظ سے ایک مقدمہ کا بھی پورے انصاف سے طے ہونا مشکل ہے۔ انسانوں کی دوستی اور اُن کے تعلقات محض دکھاوے کے ہیں۔ ضرورت کے وقت سب سے بیوفائی کا سلوک ہونا عام ہے۔ مگر پرم آتما میں کوئی نمائش نہیں وہ سب سچی ہستی ہے۔ وہ سچا متر ہے۔ سچا نیائے کاری ہے وغیرہ۔ پس ایشری دیا

بھی مکمل طور پر سچائیوں کا مجموعہ ہونی لازمی ہے۔ جغرافیہ اور نقشہ کی مطابقت کی طرح یہ ظاہری سرشٹی اور اس کا گیان مطابق ہونے چاہئیں۔ اور وہ اصول جو سدیو منشوں کے کلیان کا کارن ہوں۔ یاوتی اور بیوقوفوں کی باتیں رات دن جاری رہتی ہیں۔ مگر مطلب اُس سے کچھ سِدّھ نہیں ہوتا۔ لائق لوگوں کی کلام پُر مضمون و مختصر ہوتی ہے۔ پرم آتما مکمل یا قت والا ہے۔ پس اُس کی وِدّیا نہایت مختصر اور تمام علوم کی جامع ہونی چاہئے کلام کے علاوہ منشوں کی تحریر وستار پوروک ہوتی ہے۔ جتنے زیادہ لائق آدمی ہوں۔ اُتنے ہی زیادہ اختصار سے وہ اُن کتابوں کو بیان کر سکتے یا دماغ میں رکھ سکتے ہیں۔ انسانوں کی اور ایجادات بھی خواہ کسقدر بڑی اور خوبصورت ہوں[۲۵]۔ مگر اُن میں سے کسی ایک کو لے کر انسان وستار یا پائیداری کا اظہار نہیں کر سکتا۔ بلکہ برخلاف اس کے دمبدم انسان کی کاریگری کا مُلمّع اُن چیزوں سے اُترتا جاتا ہے اور جتنا اُنہیں زیادہ استعمال کیا جاوے وہ پُرانی ہوتی اور گھستی جاتی ہیں۔ مگر ایشوری سرشٹی کا یہہ حال نہیں۔ قُدرتی چھوٹا سا بیج اپنے اندر یہ شکتی رکھتا ہے۔ کہ اگر اس پر انسان پُرشارتھ کرے تو تھوڑے عرصہ میں بڑے بڑے درخت تمام دُنیا میں پھیل سکتے ہیں اس بیج کے اندر جڑ۔ پھل۔ پھول۔ پتّے۔ ٹہنے سب کا آکار موجود ہے۔ جو ایشر کے مکمّل گیان سروپ ہونے کا ثبوت ہیں۔ بعینہ ایشری گیان میں تمام اصول بیج ماتر ہونے لازمی ہیں یا ایسے کہ اگر انسان پُرشارتھ کرے۔ تو اُن سے انیک سچائیوں کا پرکاش کر سکے وہ اس قدر مختصر ہو کہ انسان خواہ کتنے سے کتنا لائق ہو اُسے اور مختصر نہ کر سکے +

انسانوں کی طرف سے کسی وِدّیا کا پرکاش کرنا ہو تو کلام کی شُستگی اور ترتیب۔ خیالات کی برجستگی اُسے زیادہ مؤثر طور پر ذہن نشین کرتی ہے۔ مادی چیزوں کی قیمت کا پورا پتہ لینے کو ترازو پر تولا جاتا ہے۔ کسی اور وزن من یا سیر کے ذریعے یا لمبائی کو ناپا جاتا ہے گزوں کے ذریعے۔ اسی طرح انسانی کلام کی شُستگی کا اندازہ لگانے کے لئے خاص وزنوں پر کلام کو تولتے ہیں۔ اگر ان وزنوں پر کلام پوری اُتر آوے۔ تو تحسین و آفرین کے نعرے بلند [illegible] انسان اسی طرح نظم میں خیالات کا ... انسانی کا کمال ہے نہ صرف خاص

وزنوں پر نظم تیار ہونا بلکہ کلام کے اندر خیالات کو دوسروں پر واضح کرنے کا طرز بھی اعلیٰ
یا ادنے ہوتا ہے جاٹ اوران پڑھ لوگوں کی بولی لٹھ مار کی سی ہوتی ہے۔ مگر تعلیم
یافتوں کی کلام میں کچھ رس ہوتا ہے۔ اور جو زیادہ لائق ہوں۔ اُن کی کلام میں خیالات
خاص خوبصورتی اور تراش لئے ہوتے ہیں۔ گانا سادہ کلام سے زیادہ موثر طرز خیالات
کو ادا کرنے کا ہے۔ لیکن اُس گانے کو راگی اور دلکش کرتے ہیں۔ سازوسامان اور سُرتال پر راگ
کو پورا اُتار کر۔ گویا کلام کا زیور راگ ہے۔ اور راگ کا زیور سازوسامان اسی طرح خیالات کی
خوبصورتی کے لئے اُنہیں النکاروں درشٹانتوں پر تول کر دکھایا جاوے۔ تو اثر غیر معمولی طور
پر کشش کرنے والا ہوتا ہے۔ ایسے خیالات کے لحاظ سے لازمی ہوتا ہے۔ کہ ایشر کی طرف
سے ودّیا کا اُپدیش نہایت فصیح طرز پر ہو وہ کلام نظم میں ہو اور النکاروں کی طرز کو
مدنظر رکھتی ہوئی نہایت دلکش اور مرغوب خاطر ہو۔

غرضیکہ یہہ امر مذکورہ بالا قسم کے بیانات سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے۔ کہ ودّیا ایشر
کی طرف سے منشوں کو ملنی چاہئے۔ اور وہ ودیا ایشر کی طرف سے ہونے کے انیک ثبوت
رکھ سکتی ہے۔ جن پر بڑے بڑے لائق کتنی ہی دلیلوں و واقعات سے مختلف اعتبار
اور تصانیف کے حوالہ جات اور انیک درشٹانتوں سے کئی پُستکوں میں وچار کر چکے
ہیں۔ یہاں اُن کا دوہرانا۔ یا اُن پر مزید بحث کرنا بڑی بھاری ضخیم کتاب کی ضرورت
رکھیگا۔ اس لئے خوف طوالت سے اس تمام مصالحہ کو چھوڑ کر مختصر طور پر اتنا ہی
جتانا کافی ہے۔ کہ فی الحقیقت پرم آتما کی طرف سے سچا گیان ملا ہوا ہے۔ اور وہ وید
ہے۔ جو تمام مذکورہ بالا قسم کے اصولوں کے عین مطابق ایشری گیان ثابت ہو رہا ہے
(۱) جہاں انجیل۔ قرآن۔ زبور۔ توریت۔ ژندا وستھا وغیرہ مذہبی کتب اور تمام
دوسری کتب چند صدیوں یا ہزاروں سالوں سے عوام پر ثابت ہیں۔ وہاں وید کا سمت
ایک ارب ۹۶ کروڑ ۸ لاکھ ۵۳ ہزار سال ہے۔ متعصّب سے متعصب بدیشی بھی
ویدوں کو سب سے قدیم پُستک دُنیا کی لائبریری میں مانتے ہیں۔ کہ ان سے
پہلے کی آج تک نہ پیش ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ وید خود شہادت دیتے ہیں کہ وہ ایشوری

کی طرف سے ہے۔ اور برہما سے لے کر جیمنی تک تمام رشی مُنی بڑے سے بڑے لائق پُرش اپنی ساری عُمر کے غور و فکر کے بعد یہی شہادت دے گئے۔ کہ وید ہی سے دُنیا میں ست وِدّیا۔ دھرم گیان کا پرکاش ہُوا۔ وہ ایشر کی طرف سے ہے۔ اور یہی تمام موجودہ زمانہ کا باریکی سے کھوج کرنے والا۔ پُورا باریک بین۔ اور کیول سچ کا پیارا مہرشی سوامی دیانند سرسوتی کہتا ہے کہ "سب ستیہ وِدّیا کا آدی مول پرمیشور ہے" (نیم ۱) اور پھر یہہ کہ "وید ستیہ وِدّیاؤں کی پُستک ہے"؛ (نیم ۳)

(۲) یہہ بھی سب کا نِشچت سدھانت ہے۔ کہ پرم آتما نے اس دُنیا کی اشیاء کا پورا گیان دینے کے لئے سرشٹی کی آدمیں رشیوں پر وید پرکاش کئے۔ اُن کا مُدّا محض اس سرشٹی کے تمام نیم مُنشوں پر واضح کرنا تھا۔ قبل اس کے کہ مُنش لوگ دُنیا میں آباد ہو کر کام کاج کرتے +

(۳) یہہ بھی آریہ سماج نے بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ کہ ویدک گیان بے بدل ہے۔ اس میں کبھی تبدیلی یا ترمیم تنسیخ نہیں ہوئی جیسے سرشٹی کے آدمیں گیان کا حاصل کرنا۔ سچ بولنا۔ چوری سے بچنا۔ ایشر بھگتی کرنا وغیرہ سچائیاں ضروری اور اٹل رہیں۔ ویسے ہی آج بھی ہیں۔ اور ہمیشہ ایسی رہینگی +

(۴) اور یہہ بھی سب ویدک سنسکرت کے سچّے ماہر تسلیم کرتے ہیں کہ وید میں کسی خاص انسان کا ذکر یا قِصّہ کہانی نہیں۔ ناواقف لوگ یا مُتعصّب لوگ اگر پُورا غور نہ کریں۔ اور یوں ہی غلط فہمی سے کہیں بھاو کو نہ سمجھ سکیں تو جُدا بات ہے۔ ورنہ ایسے گیان میں جو تمام اِنسانی زندگیوں کا پہلا نُقطہ ہے۔ کسی انسان کا ذکر ناممکن ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے اِنسان تھا ہی نہیں +

(۵) اسی طرح وید میں کسی خاص مُلک یا اُس کی زبان یا اُس کی قوم یا اُس کے دریاؤں یا محدود ضروریات کا تعلّق نہیں۔ بلکہ اس میں ان تمام قیود سے آزاد تمام دُنیا کے عالمگیر نمبول پر حاوی صداقتیں اور علوم ہیں +

(۶) وید تمام چیزوں کی صحیح تعریف اور اُن کا استعمال بتاتا ہے۔ کہیں ایشور کی تعریف

اور اُس کے گُن ہیں - کہیں روح کی تعریف اور اُس کا کرتویہ - سورج - آگ - بجلی - ہوا - پانی - بنسپتی - آکاش وغیرہ تمام کی اصلی اور سچّی تعریف کر کے اُن کے متعلق تمام ضروری پہلو جانے گئے ہیں - انسانوں کا آپس میں پریم اور پھر کام کی تقسیم - اُن کی زندگی کی مُختلف ضروریات اور اُس کے مُطابق زندگی کا سچّا ٹائم ٹیبل - مُنشوں کا باہمی اور پشوؤں سے سبندھ وسلوک - مادی چیزوں کا استعمال دُکھوں کا ناش - سُکھوں کی تلاش وغیرہ سب کا بے خطا بیان وید میں ہے - اور اس سے بڑھکر عملی طور پر اُن کے بھوگنے اور اُنہیں ہر حالت میں سُکھ اور کلیان کا حامی بنانے کی ہدایت ہے +

(۷) وید کا کل بیان سرشٹی کے اندر اپنی صداقت کا پورا ثبوت رکھتا ہے - سرشٹی کے تمام قوانین کا مظہر غیر ممکن اور فرضی وہمی باتوں معجزہ کرامات یا بھُوت - چڑیل اور تمام جہالت کی پیداوار سے بالکل مُعرّا ہے - چاند کے ٹکڑے ہونا - فرضی آسمانوں کی سیر - پتھر کا کپڑے لے بھاگنا - عصا مارنے سے چشموں کا جاری ہو جانا وغیرہ وغیرہ عقل وعلم وسرشٹی نیم کے ورودھ باتوں کا اس میں ذرا بھی دخل نہیں +

(۸) پورے غور وفکر سے یہہ بھی واضح ہوتا ہے - کہ وید نہایت مختصر ہے اور نہایت ہی واضح اِنسانی کُتب میں قصّے کہانیوں سے معمولی بات کو بڑی طوالت دی جاتی ہے اِنسان چاہیں - تو اُن کو بالکل مختصر کر سکتے ہیں - مثلاً قرآن کا اختصار اصولی صورت میں کیا جاوے اور بار بار کے اِنسانوں کے ذکر اور اُن کے کارناموں کو نکال کر اصلی تعلیم جو ہم حاصل کر سکتے ہیں - علیحدہ لکھی جاوے تو وہ چند اوراق میں آ جاوے - اور اُس لحاظ سے کہ اگر اُن میں کچھ اصول سچے ہیں - تو وہ پہلے ان گنت کتابوں میں موجود ہیں - وہ تحریر ہی غیر ضروری ہو جاتی ہے - ایسا ہی انجیل کا حال ہے - ہندوؤں کی ایک قابل تعظیم کتاب رامائن ہے - اُس سے غیر معمولی طور پر انسان کو شکشا مل سکتی ہے - لیکن اگر ایک شخص اس کا بالکل اختصار کرنا چاہے تو اُسے پنجابی کے اس شعر میں ختم کر دیتا ہے "اک سی رام اک سی راوڑا - اوہس اوہدی وہٹی کھسّی اوہس اوہد اگر اوڑا" اسی مطلب کو ہندی میں یُوں ادا کیا گیا ہے - کہ ایک تھا راون اور ایک تھا رام - اُس نے اُس کی جورو چھینی اُس نے اُس کا گرام " انسانی

کتابوں میں خصوصیت ایک مختصر طور پر ادا ہو جاتی ہے۔ مگر ایشری گیان وید اپنے نہایت کمال درجہ کے رچنا کی بے نظیر شخصیت کے سبب خود ہی اس قدر مختصر ہے کہ آج تک انسانی لیاقت سے کبھی ممکن نہیں ہوا۔ کہ اُس سے ایک شبد بھی کم کر کے کلام کی تمام خوبیوں اور مُدعا کو قائم رکھ سکے۔ قرآن۔ انجیل میں ہزاروں تبدیلیاں و ایزادیاں ہو چکی ہیں۔ اُن کی آئتیں کئی کم کر کے ہر کہیں مطلب ادا کیا جا سکتا ہے۔ مگر وید کی یہہ نہایت عجیب خصوصیت ہے۔ کہ انسانی دخل اُس میں سما نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ انیک اور پُستکوں کی تقدیر کے برخلاف وید بغیر کسی تبدیلی یا کمی بیشی کے ہمیں اس وقت اپنی اصلی حالت میں مُیسّر ہوتا ہے۔ اس کے منتر اس کی سورتیں اور پد سب گنتی میں برابر ہیں نہ کوئی انہیں گھٹا سکا نہ پر کہشپت بیان ملا سکا +

(۸) مُختصر ہونا تو کہاں رہا۔ اُلٹا وید کا ایک ایک منتر بیج وت ہے۔ جس کا خاصہ یہ ہے۔ کہ اگر انسان پورشارتھ کرے اور یوگا ابھیاس دوارا وچارے۔ تو ایک ایک منتر سے انیک باتوں کا گیان ہو سکتا ہے۔ تعزیرات ہند کی دفعات کل ایک مختصر سی کتاب کی صورت میں چھپ سکتی ہیں۔ لیکن اُن کا وستار صدہا اور ہزاروں ضخیم کتابوں اور لاکھوں کروڑوں مُقدموں کی مثلوں اور لاء رپورٹوں میں موجود ہے۔ انجان آدمی اعتراض کر دیا کرتے ہیں۔ کہ بھلا سارا گیان سنسار کا کس طرح چار پُستکوں میں آ سکتا ہے۔ لیکن اگر انہیں خیال ہو۔ کہ ہزاروں لاکھوں کتابیں ایک شخص مُٹھی بھر دماغ میں اکٹھی کر سکتا ہے۔ اگر سائنس اور فلاسفی کے مسائل اور بیانات انسان چھوٹی چھوٹی کتابوں میں ادا کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ کتنی ہی کوشش کریں پھر بھی ایشور کے مقابل میں ان کے گیان و لیاقت کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ تو کیا ایشوری گیان کا وید کے دوارا ملنا اسنبھو ہے؟ اگر ایک بیج میں ہزاروں۔ لاکھوں، کروڑوں درخت اُس کی حکمت سے مخفی ہیں اور انسان کے یتن سے وہ ظاہر بھی ہوتے ہیں۔ تو کیا وید میں وہ تمام وِسترت گیان ظاہر کیا جانا پرم آتما کی شکتی سے باہر ہے۔ اور کیا وہ یوگیوں کے پورشارتھ سے وستار نہیں پا سکتا [illegible]

اُس کو چند اصولوں کی صورت میں دُنیا کے آگے رکھ سکتا ہے۔ انسان آنکھ - ناک کان کے ذریعے ہزار ہا طرح کا علم حاصل کرتا ہے۔ مگر اُن تمام چیزوں کا آکار اُن کے متعلق اپنے تجربہ میں آئے ہوئے واقعات ہو بہو انسانی من کے اندر موجود رہتے ہیں۔ اور اگر ایک معمولی انسان کے اندر بھی جو جو نظارے اور واقعات نقش ہیں۔ تفصیل سے بیان کریں۔ تو لاکھوں - کروڑوں - بلکہ اربوں صفحوں پر بھی ختم نہیں ہو سکتے - حالانکہ من جیسے ایک محدود انگ میں وہ سب بخوبی نقش ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ایک اور امر بھی قابل خیال ہے۔ کہ دُنیا میں تفصیل خواہ کسقدر وسیع ہو۔ مگر اصولی طور پر انسانی ضروریات کے لئے گیان بالکل مختصر کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کو لو۔ وہ چارپائی پر لیٹا ہے۔ اس کے باہر کا سارا بدن بہت گرم ہے۔ نبض بڑی تیز چلتی ہے۔ دل دھڑکتا ہے۔ اندر کا پتہ لیتا ہے۔ تو وہاں بھی انگ انگ میں خاص طرح کی زہر نے آگ لگا رکھی ہے۔ پیاس اُسے لگتی ہے۔ طبیعت بیاکل ہو رہی ہے۔ کروٹ بدلتا ہے۔ مگر چین نہیں آتی۔ غرضیکہ صدہا قسم کی تکلیف اس کو اندر باہر سے ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر آتا ہے۔ سب کچھ دیکھتا ہے اور آخر کہتا ہے۔ بخار ہے۔ اُس کی اُس وقت کی فوٹو اُس کی عورت کو جو اپنے پتا کے ہاں گئی ہے بھیجی جاتی ہے۔ تاکہ وہ اپنے چُست و چالاک اور کام کاج کرنے والے پتی کی موجودہ حالت کے فوٹو سے مُتاثر ہو کر جلدی آوے۔ ڈاکٹر کتاب لے کر دیکھتا ہے - اور تمام علامات و حالات کو اُس میں بیان شدہ علامات وغیرہ سے ملاتا ہے - پھر اپنی ڈائری میں یا رجسٹر حاضری میں درج کرتا ہے۔ کہ فلاں شخص فلاں عمر کا فلاں بیماری والے کا علاج کیا گیا۔ اب سوچنے کے لائق بات ہے۔ کہ وہی حالت ایک شخص کی بطور امر واقعہ کے ایک جگہ موجود ہے۔ وہی ڈاکٹر کے دیکھنے پر اُس کے اندر پھر رہی ہے - وہی فوٹو سے ظاہر ہو رہی ہے - وہی نقشہ دوسروں کے دلوں میں موجود ہے - وہی علامات میٹیریا میڈیکا میں ملتی ہیں - وہی اُس کے رجسٹر سے ظاہر ہے اور وہی تپ بخار کا لفظ کہتے سنتے وغیرہ اور مثال لیجئے۔ ایک مستری ایک مکان کو دیکھتا ہے۔ وہ اُس کا نقشہ تیار کرتا ہے۔ ایک اور شخص کو دکھلاتا ہے۔ وہ اُسے پسند کرتا ہے۔ مگر جہاں پہلا مکان اینٹوں کا تھا

وہ اُسی نمونہ کا لکڑی کا بنواتا ہے۔ اُسی کے کمروں کی لمبائی چوڑائی اور رقبہ وغیرہ کا حساب خانہ شماری میں ہے۔ اُسی کا حدود اربعہ وغیرہ ایک مقدّمہ کے عرضی دعوے میں ہے۔ جو کسی وجہ سے دوسرا تنازعہ کرنے والا پیش کرتا ہے۔ اور اُسی کا بیان ایک شخص نثر میں لکھتا اور اُس کے مصالحہ چھت۔ فرش اور خوبصورتی و ہوادار ہونے یا موقعہ ہونے کا چتر کھینچتا ہے۔ اور ایک شاعر اُٹھتا ہے۔ تو اُس کے در و دیوار اور آرائش و فرش و فروش کا خاکہ اپنی رنگین کلامی اور عمدہ نظم میں کھینچتا ہے۔ وغیرہ۔ اب عام عقل کا آدمی بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ ایک ہی امر کے اظہار کے صدہا طریقوں کا نظارہ جو دنیا میں ہے یہ ضروری نہیں رہتا۔ وہ سب ایک مختصر اصُول میں ادا ہو سکتا ہے۔ لائق لوگ ہمیشہ لطیف چیزوں کو زیادہ پیار کرتے ہیں۔ مُورکھ جہاں اس ظاہری جسم پر زندگی کے اُدیش کو ختم کئے بیٹھے ہیں۔ وہاں عالم اندرونی طاقتوں۔ مَن۔ بُدھی۔ آتما اور پرم آتما کے وچار میں سمے لگاتے ہیں۔ اور باریک مضامین کی کلام کو سمجھ جاتے ہیں۔ اسی لئے وہ مُنش جو پرم آتما سے براہ راست گیان حاصل کرنے کے آغازِ عالم میں قابل ہوتے ہیں سوکھشم طور پر پُورا گیان پاتے ہیں۔ مُورکھوں کو سمجھانے کے لئے اب بھی باریک باتوں کو موٹے طور پر ادا کر سکیں تو کامیاب ہوتے ہیں۔ اور داناؤں کو زیادہ تر ستارے یا موٹے طور پر کسی ایسے مسئلے کو سمجھانا اُن کی ہتک اور اپنا ہرج کرنا ہوتا ہے۔ مُورکھ کو روگ کا پتہ بیرونی نشانوں سے ہی لگتا ہے۔ مگر دوسرے لوگ اور کئی طرح کی وچاروں سے پہلے ہی آئندہ نقصان کا پتہ لگاتے ہیں۔

پس یہ اعتراض کہ کس طرح گیان ویدمیں ادا ہو سکتا ہے کسی طرح قائم نہیں رہ سکتا لائق لوگ سوکھشم گیان سے دستادکر کے مُورکھ لوگوں کو بیرونی دُنیا سے وہ اصول سمجھا سکتے اور اُس کی مدد سے پھر اُن کی بُدھی بھی تیز ہوتی ہوتی باریک مسائل کو سمجھ سکتی ہے

(۹) جہاں اور تمام اُمور پُورے طور پر وید میں پائے جاتے ہیں۔ وہاں یہ امر بھی کیسا ہرش دایک ہے۔ کہ وہ ایشری گیان ملا بھی ایسی کلام میں ہے۔ جو نہایت فصیح اور نہایت واضح اور پھر اعلےٰ نظم میں ہے۔ وید کا تو نام ہی چھند ہے۔ ایشور کو کوئی عالم

اوپر کہا جاتا ہے۔ اور اُس کا گیان بھی نظم میں ہے۔ اور ساتھ ہی گیان کا پرکاش
سنسکرت اور نہایت ہی نفیس کلام میں ادا کیا گیا ہے۔ یہی کیا جتنی بھی تفصیل سے
بچار اجاوے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ویدہی سچی ودیا ہے۔ یہی ایشری گیان ہے اور
یہی دھرم۔ پس ودّیا پراپتی کے واسطے وید کا آسرا لینا اتی اوشیک ہوتا ہے۔ لوگ
اپنے اپنے مت کے پکھش میں اس امر پر اعتراض کرو یا کرتے ہیں کہ دُوسرے مذاہب کی الہامی
پُستک کیوں نہ وہی درجہ پاویں۔ لیکن جب اوپر کی قسم کے خیالات پر بچار کیا جاتا ہے
اُن مذاہب میں کوئی بھی گُن نہیں پایا جاتا۔ جس سے اُن کو الہامی کہا جاوے۔ اور ساتھ
ہی وہ ہر طرح انسانی تصانیف کے گُنوں والی سِدّھ ہوتی ہیں۔ اور یہ امر مُسلّمہ ہے کہ
انسانی تصانیف میں غلطیاں کمیاں ترمیم تنسیخ وغیرہ عام ہوتی ہیں۔ جس سے اُن پر
ہی نربھر رہنے کی صُورت میں بہت خرابیاں بھی انسانوں کے اندر آسکتی ہیں جیسے
کہ معمولی زہروالی روٹی ہانی کارک ہوتی ہے۔ تب منشوں کو ایسی پُستکوں سے بچانا ہی
انسانیت کا تقاضا ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ زیادہ دیر جہالت کا شکار رہیں
جس طرح پانی ایک کنوئیں میں میٹھا ہے۔ دُوسرے میں پھیکا۔ تیسرے میں کھارا۔
چوتھے میں کڑوا۔ بدررو میں بالکل بدبودار ہو رہا ہے۔ ایسا ہی تالاب دریا سمندر
میں اس کی مختلف حالتیں ہیں۔ لوگ برتنوں میں اُنہیں بھرتے اور کہتے ہمارے کنوئیں
میں میٹھا ہے۔ ہمارے تالاب کا بڑا گہرا ہے میرے برتن کا بڑا ٹھنڈا ہے۔ وغیرہ۔ لیکن در
اصل سب پانی بادلوں کے ذریعے برستا ہے۔ اپنے اپنے مقامی حالات و تاثیرات
سے ہر جگہ اس پانی میں تبدیلی آتی ہے۔ اسی طرح سچائی روپ پانی قدرتی ویدرُوپی
بادل کے ذریعے تمام پُستک رُوپی تالابوں اور چشموں میں پہنچتا ہے۔ اور انسانی خیالات
و حالات سے مل کر اور ہی اور صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے سچائیاں زیادہ
نہیں ہوتیں صرف قدرتی سچائیاں اِنسانی جھوٹھ سے مل کر ناواقف لوگوں کو مغالطہ دے
رہی ہیں اور اصل ودّیا جُوں کی تُوں ہمیشہ وید گیان میں محفوظ رہتی ہے۔ اسی طرح
وید سورج کے مُقابل دُوسری پُستکیں جگنو یا لیمپ چراغ۔ ستارہ وغیرہ کی حقیقت

رکھتی ہیں۔ نہ صرف مذہبی عالم میں بلکہ سائنٹیفک دُنیا میں بھی یہی حالت ہے۔ غیر
لوگ تعصب سے غلط فہمی پھیلاتے ہیں۔ یا ناواقفیت سے خود جانتے نہیں۔ اور یُونہی
اُسے گڈریوں۔ گوالوں یا ابتدائی مَنتروں کے گیت کہکر اپنا دل ٹھنڈا کر لیتے ہیں۔
ایوولیوشن تھیوری کے دلدادہ موجُودہ اوستھا کو اُنت اوستھا جانتے ہوئے قدیم ویدوں
کو جنگلی لوگوں کی بڑبڑاہٹ کا درجہ دینے میں نہیں جھجکتے۔ لیکن افسوس کہ مذہبی طور پر
جو بے انتہا ثبوتوں سے وید سرچشمہ صداقت ثابت ہو رہا ہے۔ وہ اُس کی پرواہ نہیں
کرتے وہ رُوح یا آتما پرماتما کی اور سرشٹی کی علت مادی یعنی پرکرتی کی اصل حقیقت
سے نہ ماہر ہیں اور نہ اُن کا اعتقاد ہے۔ کہ کبھی کسی بھی چیز کی حقیقت اس سے پہلے موجودہ
حالت سے زیادہ معلوم تھی۔ وہ اپنے دل میں مطمئن ہیں۔ کہ جو کچھ اس وقت ہمیں معلوم نہیں وہ
ایوولیوشن تھیوری کے مطابق ہمیں پھر معلوم ہو جاوے گا۔ لیکن یدی ایسے اصحاب کو
کسی طرح ویدک مذہبی صداقتوں کا اشارہ مل گیا۔ یا نتیجہ ہو گیا۔ کہ اُن کی موجودہ کلا
کوشل اور شستر آستر کوئی بھی نیا نہیں محض معمولی تبدیلیاں پُرانی ایجادات میں کیگئی
ہیں۔ اور کہ نمائش اور چمک کو چھوڑ کر حقیقت کے لحاظ سے موجُودہ سائنس کے کرشمے
غلط یا ناقص نتیجے نکال رہے ہیں۔ اور بعض صُورتوں میں معمولی فوائد کے ساتھ کئی نقصان
بھی انسانوں کو اُٹھانے پڑ رہے ہیں۔ جیسے کہ بجلی یا ریل یا انجن جہاں کہیں جاری ہیں
وہیں ہوا کو خراب کرنے والا ناک اور دماغ کو تکلیف دینے اور کئی روگوں کی بُنیاد ڈالنے
والا کوئلہ کا دھُواں سخت ہانی پہنچا رہا ہے۔ ساتھ ہی کئی ایجادات قدیمی کا پتہ اتہاس سے
ملتا ہے۔ جو بڑے اعلےٰ سائنٹیفک اصولوں پر جنگ کے موقعہ پر کام آتی ہیں۔ اور جو موجودہ
اوزاروں سے بھی بعض صُورتوں میں زیادہ عجیب و غریب تھیں۔ اگنے آستر۔ وارُن
آستر۔ موہن آستر۔ پاشوپتا ستر۔ شتگھنی بھشنڈی وغیرہ نام مہابھارت آدی میں
عام آتے ہیں۔ اور اُن کے علاوہ جن پُشپک بوالوں۔ اور بانوں کے ذریعے آکاش اور
سمندر میں بے خطر طور پر بہت کام ہوتے تھے۔ اُن کا کمال یدی سنجوبی ذہن نشین
ہو جاوے۔ تو موجُودہ سائنس کی ترقی پر ناز کرنا بہت پھیکا پڑ سکتا ہے۔ منوسمرتی میں

ان تمام کے متعلق اشارات ملتے ہیں۔ اگر اس قسم کے تمام حوالوں پر غور کیا جاوے۔ تو صاف ظاہر
پریتیت ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ سائنس یا مادی ترقی سے بڑھکر روحانی ترقی قدیم بزرگوں کو
مدِنظر رہی ہے۔ لیکن پھر بھی موجودہ مہذب دنیا سے زیادہ پدارتھ ودیا کے متعلق بھی
اپدیش برابر موجود ہیں۔ چنانچہ یجروید کے ایک گیارہویں ادھیائے میں سے ہی ذیل کے
منتر اس امر کا پتہ دے سکتے ہیں :-

"جو ایشور کو چاہنے والا منش اُن پرمیشور آدی پدارتھوں کا گیان ہونے کے لئے
پہلے وچار سروپ انتہ کرن کی برتیوں کو یوگا بھیاس اور بھوگربھ ودیا سے یکت کرتا ہوا
پرتھوی آدی میں رہنے والی بجلی کے پرکاش کو نشچے کرکے بھومی کے اوپر اچھے پرکار
دھارن کرے وہ یوگی اور بھوگربھ ودیا کا جاننے والا ہووے" + (۱)

اس میں جیالوجی اور پدارتھ ودیا کے متعلق منشوں کو اسی طرح غور و خوض کرنے کی
شکشا دی گئی ہے۔ جس طرح ایشور پراپتی کے لئے یوگا بھیاس میں مگن ہونا پڑتا ہے۔ تبھی
یہ نتیجہ ہو سکتا ہے۔ کہ انسان بجلی وغیرہ سے کئی پرکار کے ویوہار سدھ کر سکتے ہیں۔ اس سے
ایک معنے میں پدارتھ ودیا کو ایشر کا گیان دینے میں معاون جانا ہے +

یجروید بھاشیہ صفحہ ۹۶۲ پر اس کا بھاوارتھ حسب ذیل دیا گیا ہے :-

"جو پُرش یوگا بھیاس اور بھوگربھ ودیا کیا چاہے۔ وہ یم آدی یوگ کے انگ
اور کریا کوشلوں سے اپنے ہردے کے شدھ تتوں کو جان بدھی کو پراپت اور
اُن کو گن کرم تتھا سوبھاو سے جان کے اپیوگ لیویں۔ پھر جو پرکاشمان سوریہ
آدی پدارتھ ہیں۔ اُن کا بھی پرکاشک ایشور ہے۔ اُن کو جان اور اپنے آتما میں
نشچے کرکے اپنے اور دوسروں کے سب پریوجنوں کو سدھ کریں۔"

"ہے یوگ اور تتو ودیا کو جاننے کی اچھیا کرنے ہارے منشو! جیسے ہم یوگی
لوگ یوگا بھیاس کے گیان اور سامرتھ سے سب کو جانتے تتھا سمگر سنسار
کو اتپن کرنے ہارے ایشور کے جگت روپ اس ایشور میں سُکھ پراپتی کے لئے
پرکاش کو ادھکائی سے دھارن کریں۔ ویسے تم لوگ بھی پرکاش کو دھارن کرو" (۲)

اس سے بھی یہی پرتیت ہوتا ہے۔ کہ وید کس طرح ایک طرف اپنے اندر موجود پرماتما کے لئے یوگا بھیاس کی ہدایت دیتا ہے۔ اور دوسری طرف پدارتھ ودّیا کے لئے بدھی کو پرکاش ملنا ضروری جتاتا ہے۔ آگے کئی منتروں میں یوگا ابھیاس کے ذریعہ سبھی ایشر بھگتی کا ہونا جتایا گیا ہے۔ اور اُسی سے سب سُکھوں کی پراپتی جتائی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ یوگا بھیاسی اُپیش ہی وید منتروں پر نہایت باریکی سے وچار کر کے پدارتھوں کی حقیقت کو کھوج کر سکتے ہیں۔ منتر ۹ کا ترجمہ حسب ذیل ہے :۔

تحقیق: ان ہر دو منتروں میں آگنی [illegible]

"ہے ودوان پُرش ہیں آپ کو سُوریہ آدی سب جگت کے پرکاش کرنے اور سب ایشوریہ میں پران اور اُدان کے بل اور آکرشن سے نتھا پُشٹی کارک بجلی کے دھارن اور آکرشن سے انگاروں کے سمان گرہن کرتا ہوں۔ سو آپ گائتری منتر سے نکلے آنند دائک ارتھ کے ساتھ پرتھوی کے ایک ستھان سے پیدا ہوکے تیار اور ترشٹپ منتر سے نکلے آنند دائک ارتھ کے ساتھ جنہوں کے سدرش جل کو اُتپن کرنے ہارے بجلی آدی ان میں ایک کیا انیک متعدد النکاروں سے جن کی تشریح بہت طویل اور بے محل ہوگی۔ دو قیمتی اصولوں کا پتہ دیا گیا ہے۔ اوّل تو پدارتھ ودّیا جاننے والے لائق لوگوں کی پوری شردھا سے سیوا اور قدر دانی۔ دوسرے پدارتھوں کی حقیقت جاننے اور سوریہ۔ آگ اور پرتھوی آدی میں رہنے والی بجلی کے گنوں کو عملی طور پر سویکار کرنے کی ہدایت ہے۔ منتر ۱۰ اور بھی غور کے قابل ہے :۔

"ہے کاریگر پُرش جو تیرے ساتھ ایک ستھان میں ورتمان ہم لوگ جو بھومی کھودتے اور دو اہت اُتم استری کے سمان کاریوں کو سدھ کرنے والی لوہے آدی کی کسی ہے۔ جس سے کاریگر لوگ بھوگر بھ ودّیا کو جان سکیں اس کو گرہن کر کے جگتی منتر سے ودھان کئے سکھدائک ستنتر سادھن سے پرمانوں کے تلیہ وِدیت آدی اگنی کو کھودنے کے لئے سب پر کار سامرتھ ہوں۔ اس کو توہنار "(۱۰)

اگرچہ وید منتروں کے اُن سچے ارتھوں کو جن کا یوگا بھیاس میں ہی انسان کے اندر پرکاش ہو سکتا ہے کسی زبان میں ادا کرنا مشکل ہے۔ پھر بھی کون پُرش ہے۔ جو ذکر

بالا ہندی ترجمہ سے وید میں ذیل کی ہدایت موجود نہیں پاتا:-

اول - زمین کے اندر کانوں کا پتہ - دوم زمین کو کھود کر سورن آدی پدارتھوں کی پراپتی کرنا - سوم کھودنے کے لئے لوہے کے ہتھیار کام میں لانا۔ چہارم ان کے ساتھ ہی اگنی آدی کا استعمال جس سے پہاڑیاں تک اڑائی جاتی ہیں - پنجم اس سب سے پہلے بھوگربھ ودّیا کا حاصل کرنا۔

(پھر منتر ۱۱) "ایشور کا اُپدیش کرنے ہارا کاریگر منش انوشٹپ چھند میں کہے ہوئے سُوتنتر ارتھ کے یوگ سے تیجوے شدہ دھاتو سے بنے کھودنے کے استر کو ہاتھ میں لئے ہوئے پران کے تلیہ ودّیت آدی اگنی کے تیج کو نشچے کر کے پرتھوی کے اوپر اچھے پرکار دھارن کرے"

(اس کا بھاوارتھ) "منشوں کو چاہئے کہ جیسے لوہے اور پتھروں میں بجلی رہتی ہے۔ ایسے ہی سب پدارتھوں میں پرویش کر رہی ہے - اس کی ودیا کو ٹھیک ٹھیک جان اور کاریوں میں اُپ یکت کر کے اس پرتھوی پر اگنی آدی استر اور وِمان آدی یانوں کو سِدّھ کریں"

اسی طرح منتر ۱۲ میں ودوانوں کا سُوریہ کے پرکاش میں کیا آکاش اور کیا زمین سب جگہ پرکار و بار جاری ہونا ظاہر کیا ہے - اور پھر کہا ہے: "آپ وِمان آدی یانوں کے ادھشٹھاتا ہو کر انیت اُتم اچھے پرکار وبھاگ کی ہوئی گتی کو اتی شیگھر ہی پہنچات اچھے پرکار چلئے" بھاوارتھ اس کا یہہ ہے کہ منش ودّیا اور کریا میں پرم پریتی کرتے ہوئے وِمان وغیرہ بنا کر ایسا پربندھ کرتے ہیں - کہ آمدورفت میں سمے بہت تھوڑا لگے - اور دھن آدی اچھا کما سکیں - اگلے منتر میں وِمان آدی کی بناوٹ میں ضروری چیزوں کا اُپدیش ہے - یعنی بنتر کلا جل - اگنی آدی کا - ان کے پریوگ سے آدمی کامیابی سے دُور دیش میں آ جا سکتے ہیں - ایسے ہی سُوریہ - چاند - زمین ستارہ وغیرہ کے حالات واضح ہیں - صدہا ہے مانوں کو چھوڑ کر محض اشارۃً اوپر کے منترول سے اس امر کا جتانا مقصود ہے - کہ وید میں رہ جاتی تو کیا جسمانی کُل ضروریات اور

پدارتھ ودّیا کے متعلق پُورا اور سچّا اُپدیش ہے۔ صرف ضرورت نہایت باریک غور و فکر سے وچار کرنیکی ہے۔ اگر کوئی اصول سائنس کے متعلق یا جیالوجی اسٹرانومی وغیرہ کے متعلق بالکل سچّا معلوم ہے۔ تو بقول اس مُسلّمہ بات کے کہ انسان کوئی نیا علم خود ایجاد نہیں کر سکتا۔ اُس کی شکشا ویدوں دوارا آغاز ہوئی۔ اور اگر سائنس کہیں لغزش کھاتی معلوم ہوتی ہے۔ کبھی اُس کے قوانین ناقص یا غلط ثابت ہوتے ہیں۔ تو اس کی وجہ انسانوں کا پُوری توجّہ اور یکسوئی سے وچار کرنے کی قابلیّت نہ رکھنا ہے۔ کیونکہ توجہ کی پُوری یکسوئی اور سچّا غور و فکر کرنا اندریوں اور من کو وش میں کرنے والے اور یوگی جنوں کا ہی کرتویہ ہے +

ایسے تمام اشاروں سے ویدہی دُنیاوی ہر طرح کی مکمّل ودّیا کا بھنڈار وید ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور جہاں مغربی سائنس کو تمام انسانی مذاہب مذہبی تعلیم سے جُدا کر رہے ہیں وہاں ویدہی ہے۔ جو دونوں کو اکٹھا کرتا ہے پدارتھ ودیا کو بھی دھرم اور سچّی ودّیا کا انگ جتاتا ہے جس طرح جسمانی قوا آتما کو گیان پراپتی میں سہائتا دیتے ہیں۔ اُسی طرح سچّی سائنس رُوحانی ترقی میں مُعاون ہے۔ اور جس طرح روح کے موجود ہونے تک جسم کی ہستی اور قیام ہے۔ اُسی طرح سچّی دھارمک ودّیا پر ہی سائنس کا نربھر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان موٹی اور کثیف چیزوں کے ذریعے بُدھی کو آہستہ آہستہ اونتی دیتا ہوا اسے لطیف سے لطیف مضامین پر جو روحانی ترقی کے متعلق ہیں۔ سوچنے کے قابل بناتا ہے۔ اور اسی طرح دھرم سے ہی مُنش کو دڑھتا سے کام کئے جانے کی شکتیوں کو سہارا دے اپنی طاقتوں کو ایمانداری سے استعمال کرنے یا غور و فکر کرنے کی رُچی ہوتی ہے۔ اور اُسی سے سائنس کی بڑی بڑی مہمّیں طے ہوتی ہیں۔ مسٹر ہکسلے کے الفاظ کیا ہی سُندر اصول اس کے متعلق واضح کرتے ہیں۔ کہ "سچّا مذہب اور سچّی سائنس اکٹھی پیدا ہوئی جُڑواں بہنیں ہیں اور اگر کسی ایک کو دوسری سے جُدا کیا جاوے تو دونوں کی یقینی موت ہے"۔ یہ الفاظ کیا ہیں دُنیا بھر کی موجودہ حالت کا نہایت سُوکھشم فوٹو ہے۔ فی الحقیقت سائنس دھرم میں ہی شامل ہے۔ دونوں کو علیحدہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ [illegible] ترقی ہو

سکتی ہے نہ دھرم ہیں۔ آجکل جو سائنس اور دھرم دونوں کو جُدا سمجھنے کی لہر چل رہی ہے اُس کی تہ میں انسانی مذاہب کا نامکمل ہونا ہے۔ جہاں دھرم میں مادی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر ایشور تک کا بچار یعنی گیان شامل ہے۔ وہاں مذاہب کی بنیاد چند اصول ہوتے ہیں۔ جو دوسروں سے جُدا ہوتے ہیں۔ اور انہیں سے مذاہب تمیز پاتے ہیں۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ صحیح نتائج جسقدر لوگ حل کریں وہ آپس میں متفق ہوتے ہیں دو اور دو کو چار کہنے والے کبھی غیر متفق ہو ہی نہیں سکتے۔ لیکن غلط نتائج کا باہمی میل نہیں ہوتا۔ ایک اُستاد اگر سو لڑکوں کی جماعت کو حساب کا ایک سوال دیوے جس کا جواب ہو ۱۰ تو جہاں صحیح جواب نکالنے والے ۸۰ طلباء کا حل بالکل ملتا ہے یعنی ۱۰ وہاں باقی ۲۰ کے غلط جوابات شاذ و نادر ہی مطابق ہوتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ بددیانتی سے ایک دوسرے کی کسی طرح نقل کریں۔ بعینہٖ مذہبی دنیا میں سچی شکھشا کے متعلق کبھی اختلاف نہیں ہوتا۔ ہاں مذاہب کی جُدائی محض غلط امور پر مبنی ہوتی ہے۔ یا یوں کہو کہ اُن کی باہمی نامطابقت اُن کی غلطیوں کی دلیل ہے۔ بقول ”سو سیانے اِکو مت۔ مورکھ آپو آپنی“۔ سائنس کا تعلق بیرونی دنیا سے ہوتا ہے۔ جس کے قوانین سرشٹی نیم کے انوکول یا پرتی کول ہونے کا کسیقدر موٹی عقل والوں کو بھی پتہ لگ سکتا ہے۔ ایسی ظاہرا سچائیاں ممکن نہیں۔ مذہبی غلطیوں کے ساتھ ایک ہی جگہ رہ سکیں۔ اس لئے ان کا جُدا کرنا اہل مذاہب کو ضروری ہوا۔ اور اسی لئے مذاہب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگوں نے جب داؤں چلا سائنس کی سچائیاں دریافت کرنے والوں سے درووھ کیا اور انہیں اذیتیں دیں۔ گلیلیو بیچارہ قید ہوا کہ کہیں زمین کا گھومنا سِدھ کر بیٹھا۔ دیوی ہوفیا پادری سرل کی آگیا سے ننگی کی اور مروائی گئی۔ قصور محض یہہ تھا۔ کہ اُس نے ریکھا گنت کی تعلیم دی جو پادری کہتے تھے بائبل میں درج نہیں ✤

پس سائنس اور دھرم کی علیحدگی کا سبب محض موجودہ مذاہب اور سائنس میں کئی ایک غلط اصولوں کا داخل ہونا ہے۔ مگر وید میں کیا دھرم اور کیا سچی

سائنس دونوں کے متعلق سب کچھ صحیح لکھا ہے۔ اس لئے اس میں دونوں کا اکٹھا اور نہایت پریم سے گذارہ ہو رہا ہے +

دوسرا سادھن بُدھی۔ وِدّیا پراپتی کے لئے بُدھی کی اوشکتا تو سِدھ ہی ہے آنکھ نہ ہو یا بیمار ہو تو سورج سے لابھ نفی یا کم ہوتا ہے۔ اسی طرح بُدھی اگر اپنے دھرم کی ہے نہیں تو اُنہیں زبد کلیان کاری نہیں ہو سکتا۔ منش بھی اگر نربُدھی ہوں یا مُبتلائے جہالت تو کیا لابھ پا سکتے ہیں۔ موجودہ دُنیا میں اس وقت زیادہ تر دو طرح کے لوگ ہیں مذہب کے سبب جو کمائی کر رہے ہیں یا عزّت پا رہے ہیں۔ وہ تو لوگوں کو عقل سے کچھ وچارنے نہیں دیتے۔ جیسے مُسلمان جو کچھ قرآن میں لکھا ہے۔ یا عیسائی جو انجیل میں لکھا ہے۔ اس پر منطق اور دلیل سے وچار نہیں کرتے۔ اور کریں تو کافر سمجھے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُنہیں جھوٹی نامکمّل باتیں بھی اس قدر یقینی طور پر مانی جاتی ہیں کہ گویا وہ سچّی ہیں۔ اور اگر اُنہیں کچھ سمجھایا جاوے تو وہ بجائے مشکور ہونے کے نفرت کا سلوک کرتے ہیں۔ دُنیا میں سوائے ستیہ وِدّیا کے کوئی بھی انسان کے لئے سُکھ کاری نہیں۔ مادی اشیاء۔ دُنیاوی رشتہ دار اور شریر وغیرہ سب اس یتھارتھ گیان کے بنا دُکھدائی ہوتے ہیں۔ اس لئے منشوں کو تمام کاموں سے زیادہ اس کی پراپتی میں سہائتا پانے کو ضروری سمجھنا اور ودوانوں اُپدیشکوں کی قدر کرنا چاہیے جو محض سچائی پھیلنے میں کوشاں ہوں۔ یجروید ادھیائے ۱۱ منتر ۸۱ میں اس کے متعلق بڑا قیمتی اُپدیش ہے :-

"ہے اچھے مانیہ وِدھار کرنے والے سجن وِدوان گرہستھ آپ نرنتر پورنتا سے اُنتی کو پراپت ہوا کیا کیجئے۔ شُدھ وِدّیا اور شِکھشا سے یُکت بُدھی دا کرپا سے ہم لوگوں کی رکھشا کیجئے۔ ہے اگنی کے سمان پرکاشمان اچھے پوتر پدارتھوں کے بھاگ کرنے ہارے آپ ترک کے ساتھ دیکھنے کو بڑے پرکاش رُوپ سوریہ کے تُلیہ شُھدھ پرشنست گُنوں کے ساتھ سب وِدیاؤں کو پراپت ہوجئے اور ہمارے لئے بھی سب وِدّیاؤں کو پراپت کیجئے"۔

اسکا بھاوارتھ ۲۲۰ صفحہ یجروید بھاشیہ میں یہ لکھا ہے :-

...ودوان لوگوں کو چاہئے کہ شدھ ودّیا اور بدھی کے دان سے سب منشیو کی ترقی و رکھشا کریں۔ کیونکہ اچھّی شکھشا کے بنا منشیوں کے سُکھ کے لیئے اور کوئی بھی آشرا نہیں۔ اس لئے سب کو اُچت ہے۔ کہ آلس اور کپٹ آدی کو ترک کر کے کو چھوڑ کے ودّیا کے پرچار کے لئے سدا پریتن کیا کریں۔"

اس سے یہ نتائج صاف ہیں۔ اوّل۔ ودّوان لوگوں کے پورشارتھ سے ہی اُنّتی ہو سکتی ہے۔ اور سُکھ پراپتی۔ دوم ودّیا اور شکھشا سے یکت بُدھی سے رکھشا ہوتی ہے۔ سیوم ودّوانوں کا فرض ہے۔ کہ پورے یتن سے ودّیا کی بردھی کریں۔ چہارم ودّیا پراپتی کے لئے ترک کرنا یا منطق سے کام لینا بھاری مُعاون ہوتا ہے +

اسی طرح سنسکرت لٹریچر میں ویدوں کے گوڑھ آشا کو جاننے والے لوگوں کو رشی کی پدوی ملتی ہے۔ وید منتر کے ساتھ اُس رشی کا نام بطور یادگار لگا ہے۔ جس پر سب سے پہلے اُس منتر کے ارتھوں کا پرکاش ہُوا۔ اسی طرح جن وسائل سے لوگ وید ارتھ کو سمجھ سکتے ہیں۔ اُن کو رشی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بُدھی سے باریکی کے ساتھ وچارنے یعنی ترک کو بھی رشی مانا گیا ہے۔ منوسمرتی میں صاف کہا ہے۔ کہ جو ترک سے سِدّھ ہوتا ہے۔ وہی وید دھرم ہے۔ غرضیکہ ایشری گیان اور سچی ودیائیں و تمام پُستکیں انسان کو کبھی لابھ نہیں دے سکتیں۔ جب تک بُدھی منش کے اندر ٹھیک نہ ہو۔ چمگادڑ یا اُلّو یا اندھے آدمی کے لئے جو سُورج ہے۔ وہی نربدھی کے لئے وید وغیرہ ہے۔ پس مذہبی لوگوں کا عقل کے دخل کو روکنا اُن کی اندرونی کمزوریوں کا ثبوت ہے +

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو آزاد خیال اور مذہبی قیود سے کسیقدر بری اور سائنس فلسفی وغیرہ کے دلدادہ ہیں۔ وہ اس کے مُقابل دوسری حد تک پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں۔ مذہب غیر ضروری چیز ہے۔ سچائی وغیرہ کا پتہ انسان خود عقل سے لے سکتا ہے۔ الہام کی بجائے ضمیر پر مدار اُن کا ہے۔ وہ رات دن منطق اور دلیل بازی کے رگڑے لگے ہیں۔ مگر آنکھ خواہ کتنا زور لگاوے کچھ دیکھ نہیں سکتی۔ جب تک سُورج یا لیمپ سے اُسے مدد نہ ملے۔ رات کے وقت اپنے ہی کمرے میں اپنے ہی پاس پڑی چیزوں

کا پتہ نہیں چلتا - اگر کسی اور پتہ کے یاد ہونے سے ٹٹول ٹٹول کر کسی چیز کو ڈھونڈھ لیویں تو جُدا بات ہے - ورنہ جہاں کسی اور طرح پتہ نہ ہو کہ کون چیز کہاں پڑی ہے - کمرہ بیگانہ ہو - دروازہ بند - لیمپ ہو نہیں - اُس وقت تک تو قدم بھی اُٹھانا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا - خود ٹھوکر کھانا - گرنا اور کسی چیز کو توڑنا یا گرانا لازمی نتیجہ ہوتا ہے - بعینہٖ وِدّیا کا سُوریہ لوپ ہو - اپنے مت روپی کمرہ میں بند ہوں - مضامین گوڑھ پہلے کسی طرح معلوم نہ ہوں - اُس وقت کتنا ہی بُدّھی سے غور کرو کبھی لغزش کھانے خود گمراہ ہونے یا دُوسروں کو گمراہ کرنے سے بچا نہیں جا سکتا نہ آتما پرماتما آدمی کی نسبت کچھ سمجھ آسکتی ہے - اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانے کے ترک سے نتیجہ کچھ نہیں نکل سکتا - ایک مُسلمان اُٹھتا ہے - تو عیسائیوں کو یہہ کہکر لاجواب کرنا چاہتا ہے - کہ چونکہ حکم وقت کے حاکم کا مانا جاتا ہے - اس لئے انجیل یا یسوع مسیح تو پہلے ہو لئے اب قرآن اور حضرت محمد کا عہد ہے - ان کی اس دلیل کو لے کر سکھّ کھڑے ہو جاتے ہیں - اور کہتے ہیں - کہ اس وقت گورو گرنتھ صاحب پر چلنا صحیح ہے کیونکہ پُرانے مذاہب کا اب کیا تعلّق - تب مُسلمان کہتے ہیں تم کہاں سے آگئے قدیمی مذہب تو ہمارا ہے - موجودہ مذاہب کی بحث فی الحقیقت اسی طرح ہو رہی ہے - کہ اپنی فضیلت جتانے کو کوئی نہ کوئی دلیل نکالی جاتی ہے - بجائے اس کے کہ دلیل و عقل سے ستیہ کا وچار کیا جاوے - وید منتروں میں جہاں بُدھی کے ستنتر وچار کی شکشا ہے - وہاں موجودہ لوگ اُلٹے اپنے اپنے مت یا خیال کا قیدی عقل کو بنا رہے ہیں - کیا مجال کہ انسان ذرا مذہب کی لکیر سے باہر جا سکے وہی بات ایک موقعہ پر اپنے مطلب کی سِدّھی کے لئے صحیح کی جاتی ہے اور دُوسرے موقعہ پر غلط نتیجہ کچھ بھی کسی سمجھدار کے نزدیک نکل نہیں سکتا - پانی بلونے کی مصداق بحث رہتی ہے - ایک شخص کہتا ہے - ہمارے ہندوستانی لوگ بڑے جھوٹے ہوتے ہیں - دُوسرا - آپ بھی تو ہندوستانی ہیں - پہلا - ہاں - دُوسرا - تو پھر آپ بھی تو جھُوٹے ہوئے (پ) بے شک اس سے تو میں خود بھی باہر نہیں ہو سکتا - (د) تو جب آپ جھُوٹے ہیں - آپ کا یہہ کہنا بھی جھُوٹ ہوا کہ ہندوستانی سب جھُوٹے ہیں - جیسے دو منفی مل کر مثبت ہوتا ہے - اسی طرح ہندوستانی لوگ سچّے ہو گئے - (پ) بیشک منطق سے

ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی نتیجہ نکلا۔ کہ میں بھی سچّا ہوں کیونکہ میں بھی ہندوستانی ہوں (د) بے شک آپ بھی سچے۔ (پ) اچھا جب میں سچا ہوں تو پھر میرا یہ کہنا بھی سچا ہُوا کہ ہندوستانی جھوٹے ہیں۔ اسی طرح دوبارہ پھر چکر چلتا ہے۔ اور سہ بارہ بھی یہی موجودہ مذہب کی حقیقی دلیل بازی ہے۔ اور چُونکہ جہالت کے ساتھ تعصّب کا خاصہ لازمی ہے۔ اس لئے نہ خود کوئی صحیح نتیجہ نکال سکتے ہیں نہ ایک دُوسرے کو کسی امر میں زیادہ تسکین دے سکتے ہیں۔ نتیجہ سوائے جھگڑے کے کچھ نہیں ہوتا۔ اور مجبوراً رنجش وغیرہ سے بچنے کو یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ ارے یار و جانے دو۔ مذہبی بحث سے کیا حاصل ہوتا ہے۔

جائے غور ہے۔ کہ ایشری گیان کا سہارا چھوڑ کر محض بُدھی پر بھروسہ کرتے ہوئے انسانوں کو آخر دھرم کرم سے ہی بے پرواہ ہونا پڑتا ہے۔ اور مذہب کو جواب دیا جاتا ہے۔ ویدک شکشا صاف جتاتی ہے۔ کہ سچائی ہمیشہ ایک رس ہے۔ اُس میں قدیم اور نئے ہونے کا اثر نہیں۔ جہاں ستیہ ہے۔ وہی ماننے لائق ہے۔ اس سے تمام سکھ۔ مُسلمان۔ عیسائیوں کے مذکورہ بالا تنازعہ کا جواب آجاتا ہے۔ اسی طور پر باقی تمام تنازعات کا تصفیہ ہو سکتا ہے۔ مگر بقول دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک پیتا ہے اب فضول جھگڑوں سے تنگ آنے کے بعد آریہ سماج کے ستیہ کا نرنے کرنے والے سکیم پر بھی بے توجہی کا سلوک کئی لوگ کرتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ ہر شخص اپنی ضمیر کے مطابق سچ اور جُھوٹ کا پتہ لے سکتا ہے۔ لیکن ضمیر بذاتِ خود کوئی آزاد سند نہیں۔ بلکہ یہ بھی شکھشا کے تابع ہے۔ ضمیر اپنی اپنی تعلیم و تربیت کے مطابق بنتی ہے۔ ایک ہندو بُت پرستی کی تعلیم اپنے ماتا پتا کے دوار سے پاتا ہُوا جہاں سومناتھ کی مُورتی کو پرمیشور مانتا ہے۔ اور اُس کی پُوجا کو کلیان کاری سمجھتا ہے۔ وہاں محمود جیسا مُسلمان بُت شکن نام کہلانے میں فخر سمجھتا ہے۔ اور اُس کی ضمیر اُس بُت کا توڑنا ہی اُسے کرتویہ جتاتی ہے ایک انگریز سائنس اور فلاسفی کا دلدادہ ہے۔ ہر امر میں معقول پسند اور بڑا منطقی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس کی ضمیر اُسے کبھی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اس امر کو ترک کر دے یا اُس پر کوئی جرح ہونے دے کہ یسوع مسیح کس طرح خلاف قانونِ قدرت کنواری سے پیدا ہُوا

یا کس طرح خدا آگ اور دھوئیں کی صورت میں پہاڑ پر آیا۔ یا ابرہام کی مہمانی میں گوشت کھاتا اور اُس کی عورتوں سے ہمکلام ہوتا یا یعقوبؑ سے کشتیاں کرتا یا رانوں کو دہاڑا کر کے مصریوں کے بچے بچے مرد عورت کو قتل کرتا پھرا۔ غرضیکہ ضمیر پر مدار نرنے پار رکھنا کبھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ ضمیر آزاد خیال اور معقول پسند نہیں بلکہ مُقلّد اور ضعیف الاعتقاد ہے

المختصر دُنیا کی حالت اس وقت عجیب ہے۔ کوئی تو ایشوری گیان روپی سورج پر مدار رکھتے ہوئے اپنی عقل روپی آنکھ کو بند کئے بیٹھے ہیں۔ اور کوئی گیان کے سورج کو غیر ضروری جتا کر محض عقل سے ہی اپنی رہنمائی چاہتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ اکیلا نہ سورج مفید نہ آنکھ۔ پس ویدک شکشا کیہی اعلےٰ ہے۔ کہ ایک طرف ویدک گیان کے پراپت کرنے کو سب سے مکھیہ کرتویہ جتاتی ہے اور دوسری طرف منشوں کو ہدائت دیتی ہے۔ کہ وہ بدھی کی شدھی کے لئے روز پرارتھنا کریں اور خود پُرایتن اس کی اُنتی کیلئے کریں۔ گایتری یا گورمنتر روز سایئنگ پراتہ ایشور سے بدھی کی شدھی کے لئے پرارتھنا کرنیکی ہدائت دیتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جس قدر اُسے پرکاش ملتا ہے۔ اُسی قدر انسان تمام اندریوں و من کو سیدھے مارگ پر چلاتا ہے۔ سنسکرت کے عالم لوگ شریر روپی رتھ میں اندریوں کو گھوڑا اور من کو باگیں کہکر بدھی کو سارتھی کی پدوی دیتے ہیں۔ جس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ شریر میں سب سے اعلےٰ درجہ اُسے حاصل ہے۔ کئی جگہ آتما روپ راجہ کا وزیر اعظم (مہامنتری) بدھی کو کہا جاتا ہے۔ پشو سب سے بڑے بڑے بھی شریر رکھیں۔ مگر منش اُن سے افضل اشرف المخلوقات کہاتا ہے۔ صرف اس لئے کہ اُسے پرم آتم کی طرف سے بدھی پراپت ہے۔ جتنا زیادہ بدھی کو بلوان کرتے جائیں۔ اُتنے ہی بڑے سے بڑے کام اُس سے سرانجام پاتے ہیں۔ آج انگریز عقل کی بدولت ہی اتنے ہندوستانیوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اور بھی کل کامیابیاں انسان عقل کی بدولت ہی پا سکتا ہے مُورکھ تو معمولی سے معمولی کام میں بھی دُکھ اور ہانی پاتا ہے۔ چہ جائیکہ دہرم کرم اور پرماتما کی پراپتی میں اس کے بغیر کامیابی حاصل کر سکے۔ آج جس قدر لوگ انسانی مذاہب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں محض بدھی کا سچا گیان نہ ہونا اس کا کارن ہے

جس طرح ایک شخص جو سونا خریدنے جاتا ہے۔ مگر جانتا نہیں کہ سونا کھرا کیسے ہوتا ہے اور کھوٹا
کس طرح وہ دوکان پر پہنچتے ہی کہہ دیتا ہے۔ کہ مجھے کھرا سونا دینا۔ جونہی کہ دوکاندار کو اُس
کے ناواقف ہونے کا پتہ لگتا ہے وہ ملمّع اُسے جڑ دیتا ہے۔ سونے کے مول اور جتنا زیادہ
یقین خریدار چاہتا ہے وہ ملمّع کی چمک دمک پر ہی فقرے چست کر کے اُسے دلا دیتا ہے۔
اور جس قدر بیوپار کا خریدار کو کم پتہ ہوتا ہے۔ اُتنا ہی زیادہ چکنی چپڑی باتیں اُس کو سچّی معلوم
ہوتی ہیں۔ لیکن اگر برخلاف اس کے خریدار کو سونے کا پتہ ہو۔ یا اُس کو بیوپار کی عام لیاقت
ہو۔ وہ کئی طرح کے سوال و جواب سے دُوسری دوکانوں کے مُقابلہ سے یا کسوٹی پر پرکھنے
سے سب سے کھرا سودا خریدتا ہے۔ یہی حال مذہبی دُنیا میں لوگوں کا ہے۔ جن کو ستیہ
استیہ کے پرکھنے کا پتہ نہیں۔ یا جن کو شروع سے سچّی شکشا دھرم کے اصولوں کی نہیں ملی۔
وہ بیچارے جس مذہب روپی دوکان پر جاتے ہیں۔ جھٹ باتوں میں قابو آجاتے ہیں
سو بس جی سچ یہیں ہے مُکتی کا مارگ یہی۔ بڑے بڑے پاپی ہمارے گورو نے تار دئے وغیرہ
وغیرہ دعوے اور چرچے سُن کر ہر ناواقف پھنس جاتا ہے۔ دھرم رُوپی سونے کے نام پر
مت متانتروں کی دوکانیں خواہ نرا ملمّع ہی ہمارے گلے مڑھیں مگر ہم اسے چمکدار اور سچّا
سونا سمجھ کر ہی پھولے نہیں سماتے۔ عام اصول ہے۔ کہ کوئی مضمون ہمارے سامنے آئے
ہم اگر معمولی لیاقت رکھتے ہیں۔ تو اُس کے ساتھ فوراً مُتفق ہو جاتے ہیں۔ لیکن لائق آدمی
اُس سے کئی غلطیاں نکالتے یا اگر وہ بالکل صحیح نکلے۔ تو اُس کی مدد سے اور امور سوچتے ہیں۔
اور اگر اُن میں ستیہ اور کچھ استیہ ہو۔ تو ستیہ کا گرہن کر لیتے ہیں۔ اور استیہ کا تیاگ۔ انگریزی
میں ایک لائق شخص نے کہا ہے۔ کہ
Man judges the writings of others by his own wisdom & the less he knows the more ready is he with an opinion
انسان اپنی عقل کے مُطابق دُوسروں کی تصنیفات کو جج کرتا ہے۔ اور جتنا اُسے علم کم ہوتا
ہے۔ اُتنا ہی جلد وہ اُس سے مُتفق ہونے کو تیار ہوتا ہے"
پس صاف ظاہر ہے کہ جس قدر انسان مذہب ... ہوتا ہے اُتنا ہی

زیادہ جلد وہ جو کچھ دھرم کے نام پر اُسے کہا جاوے - مان لیتا ہے - یا معمولی دلیلوں سے قائل ہو جاتا ہے - موجودہ مذہبی تعلیم اس وقت ایک طرح موروثی ہو رہی ہے - والدین کے برح اور ویسنح کے ذریعے مذہبی سنسکار ورثہ میں ملے ہوتے ہیں - پھر عیسائی مسلمان آدمی والدین پیدا ہونے سے ہی اپنے اپنے مذہبی خیالات اپنے کلام و افعال سے اُن میں بھرتے ہیں - اُس وقت بدھی نے نشو و نما پایا نہیں ہوتا - اس لئے وہ ہر امر کو بلا چون چرا دبلا تردد کئے مانے جاتے ہیں - غرضیکہ جتنا بھی غور کریں - انسانی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق بُدھی کی اُنتی نہایت ہی ضروری ہے - بغیر اس کے کدابی منش کو ودّیا کی پراپتی نہیں ہو سکتی - جونہی اُس کی اُنتی کو غیر ضروری یا کسی اور کام سے کم ضروری سمجھا جاتا ہے - وہیں منش جہالت کا شکار ہونے لگتا ہے +

۴ - موجودہ زمانہ اور ودّیا پرچار کی سکیم

مذکورہ بالا مضمون سے ظاہر ہوتا ہے - کہ ودّیا پراپتی کے لئے انسان کو دشیش پریشرم کی ادشکتا نہیں - جیسے سُوریہ پرکاش کا بھنڈار اور آنکھ دیکھنے کا آلہ دونوں ہیں - ویسے ہی وید الہٰیشری ودّیا اور بُدھی اس کو گرہن کرنے کا آلہ دونوں موجود - پھر ودّیا کے پرچار میں دقت ہی کیا ہو سکتی ہے - اور آج کل جو اِسقدر پاٹھ ودھیاں یا سکیم تعلیم بن رہے ہیں - اُن کی کیا ضرورت ہے - لیکن کئی غور کرنے کے لائق باتوں کے لحاظ سے ایسے خیال قائم نہیں رہ سکتے - اوّل سُورج روشن بالذّات ہے - اور جب تک اُس کی ہستی ہے - وہ اپنے اس گن کو نہیں چھوڑتا - لیکن دُنیا پر باوجود اس کے روشن ہونے کے پرکاش کئی صورتوں میں نہیں پہنچ سکتا - رات کے سمے جب بادل اکٹھے ہو رہے ہوں گھنگھور گھٹا چھا رہی ہو - پرکاش پہنچنا بند ہو جاتا ہے - یا بہت کم پہنچتا ہے - اسی طرح ویدک گیان کے آگے جہالت کے بادل چھا کر آتمک پرکاش کو روک سکتے ہیں - موجودہ حالت میں ویدوں کے سچے ارتھوں کی بجائے مہید مہرسا نیا چاریہ آدی ناقص بھاشیہ اور سدھانت ورودھ پورانک لٹریچر بمعہ تمام انسانی مذاہب کے دل کے ویدک سُوریہ کے آگے معمولی بادل تو کیا گھنگھور گھٹا کی صورت میں چھا رہے ہیں - اس لئے

ادشیک تھا۔ کہ اِن بادلوں کو چھن بھن پہلے کیا جاوے۔ یہی کارن تھا۔ کہ مہرشی سوامی
دیانند سرسوتی نے ستیارتھ پرکاش آدی پُستکوں کے ذریعے ویدک گیان کی کرنوں
کی جھلک دکھائی اور انسانی یا جہالت سے پیدا شُدہ متوں کا کھنڈن کیا اور ساتھ
ہی سچے ویدارتھ کا پرکاش بھاشیہ دوارا کیا۔ اس وقت ایک طرح سے اندر اور ورترکا
گھور یُدھ ہو رہا ہے۔ اویدک سنسکاروں کی سینا اس وقت مختلف پہلوؤں سے کی
ندہ بکتر پہنے مسلح کھڑی ہے۔ اور گرج گرج کر ویدک سُوریہ کی ستیہ سدھانت رُوپ
کرنوں پر وار کر رہی ہے۔ اگرچہ اس گرج کے اندر سے بھی بجلی نکلکر پرکاش کا
ثبوت دے رہی ہے۔ جیسے کہ بُدھ کمار ل شنکر آدی کے پرچار سے ظاہر ہوتا ہے
اب بھی اس یُدھ میں خود اِن مت وادیوں کے مکھہ وبانی سے ایسے سچے اصول بارہا
ظاہر ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس میگھ منڈل کو سروتھا شکست فاش دینے کے لئے
بڑے ویگ کے ساتھ سچے ویدارتھ کا پرکاش کرنا ضروری ہے جس ڈیوٹی کو آریہ سماج
نے وید پرچار کی صورت میں اپنے اوپر لیا ہے +

پیارے ناظرین جتنی زیادہ دُور ایک لیمپ سے ہم جاتے ہیں۔ اُتنی ہی روشنی کم ہو
جاتی ہے۔ کیونکہ بخارات یا بالکل سُوکھشم بادل آکاش میں ویاپک ہوتے ہوئے پرکاش
کے پھیلنے میں حائل ہوتے ہیں۔ اسی طرح جس قدر دُور ہم ویدک سُوریہ سے جاتے ہیں۔
اُتنی ہی زیادہ پیچیدگی ستیہ ارتھ کے پرکاش میں ہوتی جاتی ہے۔ اس وقت ویدک زمانے
سے لے کر اب تک کس قدر تبدیلیاں ہوئیں۔ کس کس زمانے میں کون کونسی زبان جاری
ہوئی۔ رسم ورواج کیا کیا بدلتے رہے اور ان کے سبب سے زبانوں میں کیا کیا تبدیلی
واپزادی ہوئی۔ ان کا بیان مفصّل معلوم کرنا یا مجمل بیان کرنا بھی کچھ مشکل اور کچھ کم
ضروری ہے۔ صرف جتانا یہ ہے۔ کہ موجودہ زمانے میں اس دُوری سے اس زبانوں کے
اختلاف سے نہایت پیچیدگی اور غلط فہمی ظاہر ہو رہی ہے۔ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ
اس امرت سرورت سے جل اپنے اپنے کچے گھڑوں یا چمڑے کی مشکوں میں بھر تے
جادیں۔ لیکن ان ناقص اور نامکمل زبان رُوپ برتنوں سے اور اُن دیگر حالات

وغیرہ کے اثرات سے پانی میں گدلاپن اور سڑاند شروع ہو جاتی ہے۔ ویدپر ہی کیا منحصر ہے۔ ہر زبان کی تاریخ سے بھی یہی واضح ہوتا ہے۔ لفظ اور محاورات کے معنے اور آشا بالکل ہی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً جرمنی میں ایک شخص نہائت لائق تھا۔ اُس کی کلام کو عام لوگوں کے لئے سمجھنا مشکل تھا۔ کیونکہ وہ باریک مضامین سے پُر ہوتی تھی عام طور پر مشہور ہو گیا کہ ڈنس (Dunce) کی بات سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اُس زمانے میں جو ذرا سی لیاقت کی بات کرتا اُسے کہا جاتا کہ یہ بھی ڈنس ہے۔ پھر ہوتے ہوتے یہہ نوبت پہنچ گئی۔ کہ جس کی بات کی سمجھ نہ آوے۔ یا جو مہمل یا بے معنی کلام کرے اُسے ہی چڑانے کے لئے ڈنس کہنے لگے۔ مُراد اصل میں بے وقوفی سے ہوتی تھی۔ اور یہی آخر ہمیشہ کے لئے معنے قائم ہو گئے۔ چنانچہ ڈنس لفظ انگریزی میں بھی یہی معنے دیتا ہے۔ اب اس تبدیلی سے بے خبر آدمی اس لائق زمان اصلی ڈنس کو بھی بھاری بیوقوف ظاہر کرسکتا ہے۔ لیکن اس سے فرق اصلیّت اور ظاہر میں زمین و آسمان کا ہوگا۔ اسی طرح ویدک لٹریچر میں انیک تبدیلیاں بلکہ تبدیلی در تبدیلی ہوتی چلی گئی ہیں۔ ایک زمانہ تھا۔ جب یگیہ لفظ تمام بھلے کاموں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ لیکن پھر وہ زمانہ آیا جب یہ ہون یا اگنی ہوتر کے معنے میں لیا گیا۔ زمانہ اور بدلا۔ اور جہالت سے قربانی یا پشوؤں کی بھینٹا چڑھانا اور انہیں آگ میں آہوتی دینا اس کے معنے ہو گئے۔ اور اب وہ زمانہ ہے کہ عام مفہوم یگیہ کا "ان" پکا کر تقسیم کرنا ہے۔ جب کبھی برہمنوں کو حلوہ یا کھیر پوڑی کھلائی جاوے یا غربا میں روٹی وغیرہ عام تقسیم ہو کہا جاتا ہے۔ کہ بڑا یگیہ ہوا اگرچہ ایک بے تعصّب محقّق اور سنسکرت لٹریچر کا ماہر کبھی مُغالطہ نہیں کھا سکتا لیکن خود غرض اور غیر مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ان تبدیلیوں سے غلط فہمی اور گُمراہی پھیلانے کے لئے کتنی گنجائش مِلسکتی ہے۔ جس کو ایک لفظ کے ایک آدھ معنی معلوم ہوتے ہیں۔ وہ ہر کہیں اُنہیں ہی استعمال کر کے غلطی کر سکتا ہے۔ جس کو کئی معنے معلوم ہوں وہ جسطرح اپنے مطلب کی کامیابی چاہتا ہے۔ اُسی طرح کے معنے اُن میں سے لے لیتا ہے۔ یہ صرف زبانوں کے اختلاف سے سنسکرت...

مشکل ہے ۔ بلکہ ایک اور دقت اس وقت یہ ہے ۔ موجودہ زمانے کے لفظ رُوڑھی ہیں ایک چیز کے لئے ایک لفظ ہے ۔ لیکن ویدک شبد یوگک ہیں ۔ ایک ایک کے کسقدر معنے نکلتے ہیں ۔ اُن کا استعمال موقعہ و مضمون کے مطابق ہے ۔ جب پرارتھنا کا سمے ہو تو اِندر کے ارتھ پرماتما کے اور دیو کے ارتھ پرماتما کے لگتے ہیں ۔ مگر سرشٹی کا یا سائنس کا مضمون ہو تو اِندر سوریہ کے یا دیوتا اگنی وائو آدی کے لئے آتا ہے ۔ بالکل کم یا ادھوری واقفیت سنسکرت زبان کی یا ویدک سنسکرت کی ہو تو موقعہ و محل کی تمیز نہیں ہو سکتی ۔ اور ایسی حالت میں امولیہ رتنوں سے بھرا ہوا لٹریچر محض ناجائز استعمال میں آکر سب کے لئے ہانی کارک ہوتا ہے +

مہاشہ گنگا پرشاد جی ایم اے آریہ سماج کے ایک لائق پرسدھ پُرش ہیں اُنہوں نے ایک کتاب "فاؤنٹین ہیڈ آف ریلیجن" میں واضح طور پر دکھلایا ہے ۔ کہ موجودہ کل مذاہب کا ابتدائی سرچشمہ کیول وید ہے ۔ اُس کے مطالعہ سرسری سے بھی تبدیلیوں کے ذریعہ اختلافات کا بہت بڑھنا بخوبی ثابت ہوتا ہے ۔ علاوہ سدھانتوں کے ایک لفظ اُسر کو یہاں بطور مثال کے پیش کرنا کافی ہوگا ۔ اس لفظ کے معنے ویدک سنسکرت میں زندگی دینے والا ہیں ۔ جس دھاتو اسُو سے یہ نکلا ہے ۔ اُس کے معنے زندگی یا سانس ہیں ۔ لیکن بعد میں سنسکرت زبان میں اس کے معنے راکھشس کے سے ہو گئے ۔ اس سنس میں کہ جو صرف اس زندگی یا لوک کا ہی فکر رکھتا ہے ۔ یا جو صرف جسمانی زندگی کا خواہاں ہے ۔ روحانی سے یا پرلوک سے بے پرواہ ۔

مذکورہ بالا کتاب میں کئی تصنیفات اور معتبر حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے ۔ کہ پارسی لوگوں نے اُسر لفظ اپنی زبان میں لیا ۔ اور جیسا کہ قاعدہ ہے ۔ سنسکرت س کو زند کے ح سے بدل کر اہُر کو پیدا کنندہ یا خدا کے معنوں میں لیا ۔ آریہ سنتان نے پہلے ایشوری سرشٹی کے بڑے بڑے مظہروں کو یعنی سوریہ آدی کو دیوتا آدی نام دئے بھی انہیں علیحدہ شخصیتیں سمجھا اور پھر بجائے ایشور کا دھیان کرنے کے ہوتے ہوتے بوجے

ان غلط پرستشوں کو دُور کرنے کے لئے پارسی مت ژند اوستھا والا چلایا۔ اور اس تعلق سے جو بُرا اپنے خیال والوں کے ساتھ ہونی لازمی تھی۔ دیوتا لفظ بھیانک معنوں میں جتایا گیا یہی وجہ ہے۔ کہ پارسی آدمی متوں کے لوگ اپنے ذہن میں دیو کو اُن وحشی معنوں میں لیتے ہیں جو دیو لوگوں کو کھا جاتے یا بڑے بڑے سیاہ صورت اور جبڑے والے ناٹکوں وغیرہ میں بنتے ہیں۔ اسی طرح ضد میں گرے ہوئے اور ایک ایشور کی جگہ انیک دیوتوں کو پوجنے والے اس زمانے کے آریوں نے پارسیوں سے پوجے گئے اسر یا اُہر لفظ کی اور تعبیریں کیں یا دراُس کے معنے راکشس یا ویسے ہی دیو وغیرہ کے لئے گئے۔ پارسی آریہ سنتان کو دیو اور آریہ سنتان پارسیوں کو اُسر حقارت سے پکار کر معنے ہی بالکل بدل گئے۔ اسی طرح مختلف زبانوں میں خیالات ادا کرنے کا طرز بھی مختلف ہوتا ہے۔ اور ملکوں اور قوموں کے اختلاف سے بھی اُس میں فرق پڑتا ہے کبھی مُدلل و معقول کلام اچھی سمجھی جاتی ہے۔ کبھی بالکل سادہ کبھی عام طور پر مثال دیکر اور کبھی النکاروں کے طور پر کلام ہوا کرتی ہے ویدک زمانے و اُپنشد و شاستروں آدی کے زمانے اپنے اپنے طرز کی لٹریچر رکھتے ہیں۔ شاستروں میں جہاں باریک مضمون بالکل مختصر سُوتروں میں بند ہیں۔ وہاں بعد کے زمانوں میں تمام وہی مضامین وستار سے درج پائے جاتے ہیں۔ اب موجودہ زمانے کی عام چال کے مطابق یہ تمام امور نظر انداز ہوتے اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ لفظ کے مُقابل لفظ رکھکر دکھلاؤ۔ تب ایک زبان کی ہمیں دُوسری میں سمجھ آتی ہے۔ لیکن چُونکہ اول تو تمام زبانوں میں علوم پُورے ہیں نہیں۔ اور نہ تمام ضروریات کا علم نہ ہونے سے زبان جاری کرنے یا رکھنے والوں نے لفظوں کا پُورا ذخیرہ اکٹھا کیا ہے۔ نہ ایک زبان کے الفاظ کا دُوسری زبان میں پُورا مطلب ادا کیا گیا ہے۔ اس لئے کبھی ترجمہ صحیح دُوسری زبان میں ہو نہیں سکتا۔ مثلاً آکاش شبد ویدک سنسکرت میں نیچے اوپر دائیں بائیں پُورب۔ پشچم۔ اندر۔ باہر سب جگہ موجود کے معنے میں لیا جاتا ہے۔ جب باریکیوں پر بچارنا بند ہوا اور کسی خاص طور پر تشریح کی پڑی۔ تو اُس کے جتانے کے لئے زمین پر موجود آدمی اوپر کو ہی زیادہ تر اشارہ کر سکتے تھے ہوتے ہوتے اوپر کی طرف والی چیز کو آکاش کہا گیا۔ وہ سُفید یا نیلا

رنگ والا گویا ایک خیمہ گول گول شکل والا آکاش کا مفہوم ہوگیا۔ مورکھ یا سائنس اور طبیعات سے ناواقف سیاحات کے خلا میں موجود ہو کر نظر کے آگے حدِ فاصل بننے کی فلاسفی کو سمجھ نہیں سکتے۔ اس لئے مختصر طور پر اُسے گول چکی کی مانند سمجھ کر آسیا کی مانند یا مخفف آس اور مان کہکر آسمان لفظ بن گیا۔ لیکن کسی اور لائق نے اس کے کچھ اصل معنے سمجھے اور اس کو خلا کہا اب ایک شخص جان بوجھ کر بھی تعصب یا خود غرضی سے کہہ سکتا ہے یا ناواقفیت سے بھی کہ فارسی زبان میں خلا اور آسمان دونوں مترادف ہیں۔ یا یہ کہ سنسکرت والے ایسے بیوقوف تھے۔ کہ وہ آسمان کو کوئی علیحدہ شے مانتے تھے۔ جیسا کہ آسمان کے لئے آکاش کا لفظ موجود ہونے سے ظاہر ہے۔

اِن حالات میں جس قدر گنجائش مغالطے کی اور سچی وِدیا سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی موجود ہے اظہر من الشمس ہے۔ درحقیقت زبانوں کے اختلاف نے ہمیں عجیب ہی گورکھ دھندے میں پھنسا رکھا ہے۔ ایک ایک زبان کا دائرہ بالکل محدود ہے۔ پس اُس کا دُوسروں سے قطع تعلق اس سبب سے ہوتا ہے۔ تمام راہ رسم۔ فارس یا عرب سے ہندوؤں کی اِسی لئے نہیں۔ کہ وہاں بولی جُدا ہے۔ جہاں اِس سے اس مادی ترقی اور بیوپار وغیرہ کا خسارہ ہے۔ وہاں کئی تعلیمی معاملات میں بھی ہمیں محدود مدد ملتی ہے۔ اگر ایک زبان کو صرف دس ہزار شخص جانتے ہیں۔ منجملہ ۲۔ ارب آبادی کے ان سی شکل مضمون کو سمجھنے سمجھانے کے لئے صرف دس ہزار کے حلقے میں سے ہی مدد مل سکتی ہے۔ لیکن اگر زبان کی روک نہ ہوتی۔ اور ۲۔ ارب کی ہی ایک مشترکہ زبان ہوتی۔ تو ہمارے شکل سوالات کو حل کرنے والوں کا وسیع دائرہ انتخاب ۲۔ ارب آبادی پر حاوی ہوتا۔ اور نہ کسی کو مغالطہ دینے کی جرأت ہوتی۔ موجودہ زمانے میں اگر انگلستان میں فرض کرو یورپ میں صرف چند ایک سنسکرت داں ہوں تو وہ چنداں محتاط ہو ترجمہ نہیں کر سکتے۔ یا سنسکرت لٹریچر کو انگریزی میں لے جاتے ہوئے اپنے آبائی مذہب کے سنسکاروں سے متاثر ہو کر ایسی کوشش کریں گے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو وہ اپنے اصولوں کی پشتی کا مصالحہ سنسکرت لٹریچر سے پا سکیں۔ لیکن اگر تمام یورپ

میں سنسکرت کے سچّے ماہر ہوں۔ تو یہہ مغالطہ کی گنجائش سب دُور ہو سکتی ہے۔ پس سب سے پہلی ضرورت اِن تمام دِقتوں سے بچنے کے لئے یہہ ہے۔ کہ موجودہ ناقص زبانوں کا سہارا چھوڑ کر اصل ویدک سنسکرت تک پہنچنے کا یتن ہو۔ جائے اس کے کہ غیر زبانوں میں شُدھ اور پوِتّر بھاووں اور مکمل سچائیوں کو غیر موزون اور ناقص لفظوں کے ذریعے بدلی ہوئی صورت میں دیکھیں۔ ایشر نے سچّا ارتھ سرشٹی کی آدمیں اگنی وائو آدی رشیوں کے ہردے میں پرکاش کیا۔ اس کے لئے شبدوں کا بھی گیان ساتھ دیا۔ اور اُس شبد ارتھ گیان کا سنبندھ اگر کسی کے دل میں پُورے طور پر نقش کیا جاوے وہ اُسے پراکرت سنسکرت میں لکھے۔ پھر اُسے کوئی انگریزی زبان میں ترجمہ کرے۔ وہاں سے اُسے دیوناگری اور دیوناگری سے اُردو میں اُس سے پھر بنگالی۔ عربی فارسی وغیرہ میں ترجمہ ہو۔ تو اِس سے پتہ نہیں لگ سکتا۔ کہ اخیر ترجمے میں ویدک سنسکرت سے کس قدر بھاری اختلاف موجود ہوگا۔ یہہ مسلّمہ بات ہے کہ نقل کبھی اصل نہیں ہو سکتا جب ایک نقل نہیں۔ نقل در نقل ہو اور زبانیں بدلتی جاویں۔ نقل کرنے والے مختلف خیالات والے ہوں۔ اُن کے ہاتھوں حقیقت کی ہستی کا رہنا معلوم +

مختصر یہہ کہ ویدروپی ستیہ وِدّیا کے سُوریہ کے آگے انیک پرکار کے بادل آرہے ہیں۔ ان سب کو دُور کرنے کی اور براہِ راست ویدک سنسکرت یا وید سے لئے گئے سچے ارتھوں کے پرچار کی اتی اوشیکتا ہے +

دُوسری مُشکل جو اِس وقت درپیش ہے۔ وہ بُدھی کے مُتعلّق ہے۔ آنکھ اگر بیمار ہو۔ اندھی ہو۔ کمزور ہو تو وہ سُوریہ کی روشنی سے نفی یا کم فائدہ پاتی ہے۔ یہی حال بُدّھی کا ہے اس میں موجُودہ زمانے میں بہت نُقص آگئے ہیں۔ اور وید سُوریہ سے یہہ لابھ نہیں پا سکتی۔ آنکھ کا آکار بیدپی وِیریہ رُوپی بیج میں ہے۔ مگر وہ نو ماہ گربھ کے اندر شریر کے انگ بننے کے زمانے میں ہی تیار ہوتی ہے۔ گربھ کا زمانہ ۷ ماہ سے بارہ ماہ تک پہنچتا ہے۔ اوسط ۹ ماہ ہے۔ اِس میں آنکھوں کے پردے، پتلیاں پلکیں وغیرہ سب تیار ہوتی ہیں۔ ناقابل برداشت چیزوں کی صورت میں جو

کے ڈھکنے آنکھوں کو محفوظ کرنے کے لئے موجود ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت آدمی کا جنم ہوتا ہے۔ لیکن اس جسمانی جنم کے علاوہ اصلی جنم انسان کا ایک دُوسرا ہے۔ ویدِ دھرم کے رُو سے اس جنم میں ماتا وِدّیا اور پِتا گورو ہوتا ہے۔ برہمچریہ آشرم کا زمانہ گربھ میں رہنے کا ہے۔ اس میں اندرونی قوا کی تکمیل ہوتی ہے۔ جیسے ماتا کے گربھ میں پُتلا تیار اور مضبوط ہونے کے لئے غذا پہنچتی ہے۔ ویسے ہی یہاں وِدّیا کے ذریعے بُدھی آدمی کی بڑھتی ہوتی ہے۔ اور انسان تمام سچ جھوٹھ۔ نفع نقصان کی تمیز کے قابل ہوتا ہے۔ کم سے کم ۲۵ اور زیادہ سے زیادہ ۴۸ سال کی عمر تک برہمچاری رہ کر اس قابل ہو جاتا ہے۔ کہ مغالطہ یا دھوکہ نہ کھا سکے۔ بُدھی کا کام بطور ایک جج کے ہے۔ من بطور ایک دفتر کے ہے۔ اس میں جو بُرا بھلا دیکھا یا سُنا جاوے نقش ہوتا جاتا ہے۔ اور یہہ بُدھی کا کام ہے۔ کہ وہ فیصلہ دیوے۔ کہ قابلِ ترک کیا ہے۔ اور قابلِ عمل کیا۔ جج کا فرض اور اس کا تعلّق صرف مِسل تک محدود ہے۔ باہر نہیں جا سکتا۔ اسی طرح باہر کے لوگوں کو کچھ اور حالات معلوم ہوں۔ جس کے مطابق فیصلہ اور ہونا ضروری ہو۔ اور خواہ صحیح بھی نہ ہی ہو تو بھی بُدھی کو اُن سے سروکار نہیں۔ وہ ہر امر کا فیصلہ من کے اندر موجودہ سنسکاروں کے مطابق کر سکتی ہے۔ اور وہ ٹھیک اس صُورت میں کہ مِسل کو بغور دیکھنے کا موقعہ ملے۔ اور ابھیاس اُس کو پورا ہو جاوے۔ مثلاً ایک شخص کے من میں سنسکار یہ ہے کہ امیر لوگ بڑے بڑے اونچے مکان بناتے ہیں۔ اعلےٰ رُتبہ والے دو دو تین تین منزلوں کے مکانوں میں رہتے ہیں۔ ایسے شخص کو تعلیم ملتی ہے کہ خدا امیروں سے امیر بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اور اس کا رُتبہ سب سے اعلےٰ ہے۔ اور اس پر سوال کیا جاتا ہے۔ کہ ایشر رہتا کہاں ہے۔ یہہ پہلے اُسے معلوم نہیں۔ اب وہ اپنی عقل سے اس کا حل کرے تو خدا کے لئے اُن سب مکانوں سے جو اس نے امیروں کے دیکھے زیادہ اونچی جگہ تجویز کرے گا۔ اور اسی لئے کہیں کیلاش پربت پر کہیں کسی اور پہاڑ پر اور کہیں بیکنٹھ میں یا آسمان پر خدا کی رہائش تجویز کرتا ہے۔ جنھوں نے اپنے مذہب کی بڑائی جتانی چاہی اور خدا کی عزّت بھی اُسے اونچے سے اونچے ماننے میں سمجھی۔ اُسے کئی آسمان روپی منزلوں کے اوپر رہنے والا مانا۔ عیسائی

چوتھے آسمان پر مسلمان ساتویں آسمان پر کہنے لگے۔ اور کئی رت والے دسویں آسمان پر بھی اُسے کہنے لگ گئے ہیں۔ عجب نہیں یہ خیالی محل کبھی صدہا منزلوں کا ہو جائے گوشت کھانے میں بڑائی سمجھنے والوں نے خدا کو بھاری گوشت خوار جتایا۔ اُسے لوگوں کے پلوٹھوں کی دعوتیں لیتے ہوئے جتایا۔ اُسی کے نام پر جانور قربان کئے۔ پہلوانوں کی کشتیاں من میں بسی تھیں اور خدا کی بڑائی۔ اسی سے عقل نے خدا کے اور یعقوب کے یدھ کو صحیح مان لیا +

انجیل کی ایک کہانی اس امر پر بخوبی روشنی ڈالتی ہے۔ حضرت موسیٰ جنگل میں ایک گڈریے کے پاس پہنچتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ وہ ریت پر بیٹھا سر جھکائے آنکھیں ڈبڈبائے پریم اور مستی میں خدا کو یوں مخاطب کر رہا ہے۔ کہ اے خدا نہ جانے تم اب کہاں ہو۔ معلوم نہیں اگر آپ تھک گئے ہوں گے تو آپ کے پاؤں وبلنے کو کوئی ہوگا یا نہیں۔ اگر آپ کے بال اکھٹے ہو گئے ہوں۔ اور اُن میں گرد اڑ گیا ہو تو اُن میں کون کنگھا کرے گا۔ یا تیل لگائیگا بھوکھ لگے۔ تو شائد آپ کی عورت بھتہ لانے میں دیری کرے۔ کاشکہ میں اس وقت تمہارے قدموں میں ہوتا۔ تو تمہارے پاؤں دباتا۔ بالوں میں تیل لگا کے کنگھا کرتا وغیرہ۔

گڈریے بیچارے کے من میں جو نظارے نقش ہیں۔ اُنہی کی بنا پر اُس کی عقل نے خدا کے متعلق بھی یہ فیصلہ دیا۔ ایسا ہی فیصلہ ہر امر میں عقل سے ملتا ہے۔ چاند میں جو سیاہ داغ ہیں۔ اُن کی بابت اگر مسلمان سے پوچھا جاوے۔ تو وہ فیصلہ دیتا ہے۔ کہ یہ مکہ ہے زمین کا مکہ محض اس کی نقل ہے۔ مکہ کا لفظ ہی ماہ کدہ سے بنتا ہے۔ لیکن ایک عیسائی کی عقل اُسے یسوع مسیح کا گرجا اور اُسے عیسائیت کی فضیلت کی دلیل جتاتی ہے۔ اگر ایک جیالوجسٹ سے پوچھیں تو وہ سوچ سوچ کر فیصلہ دیتا ہے۔ کہ یہ چاند بھی ہماری زمین کی طرح آبادی ہے۔ اور یہ نشان پہاڑوں وغیرہ کے ہیں۔ لیکن اگر کسی عورت سے اُس کا بچہ پوچھے کہ "ماتا یہ چاند میں کالا کالا کیا ہے" تو اس کے من میں چونکہ ہر وقت چرخہ ہی بستا ہے۔ وہ اس وقت بھی اسی کام میں لگی ہوئی کہتی ہے۔ کہ "بیٹا یہ چاند کی ماتا چرخہ کات رہی ہے" ایسے انیک دلائل سے واضح ہوتا ہے۔

بدھی کی تیاری کس طرح ہو سکتی ہے۔ اگر اس کو شروع سے کوئی خراب بات یا کام یا چیز سننے کرنے یا دیکھنے کا موقعہ نہ ملے۔ اور موٹی موٹی باتوں سے شروع ہو کر باریک باتوں کی شکشا جاری رہے۔ تو بدھی درجہ وار بڑھتی ہوئی تنتو اور سوکھشم ودیا کو گرہن کرنے کے یا ستیہ سدھانتوں کو نہائت باریکی سے سمجھنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ جیسے سکولوں میں ایک لڑکا پہلے ا۔ ب۔ پ پڑھتا ہوا ایم اے تک پہنچتا ہے۔ دونوں حدوں میں بڑا بھاری فرق ہے۔ لیکن قدم بہ قدم چلتے ہوئے ساری ہی منزل طے ہوتی ہے۔ اگر حساب کے سود در سود اور راس المال کے سوال ایک ۵ سالہ بچے کے آگے جس نے سو تک گنتی بھی نہیں سیکھی رکھے جاویں۔ تو اسے خیال بھی نہ گذرے کہ یہ کیا چیز ہے۔ اور مجھ سے کیا پوچھا جاتا ہے۔ اسی طرح سائنس کے مطابق بڑی بڑی کلوں کی حقیقت سمجھنے یا ایسی ایجادات کرنے کی لیاقت تبھی ہوتی ہے۔ جبکہ پہلے موٹی موٹی باتیں آگ۔ ہوا۔ پانی۔ زمین کے متعلق مشاہدہ اور تجربہ میں لائی جاویں۔ اور اس سے دلیل یعنی ترک کرنے کی قابلیت اخذ کی جاوے +

اوپر کے تمام بیان سے یہ مطلب صاف نکلتا ہے۔ کہ سچائیوں یا حقیقتوں تک پہنچنے کے لئے بدھی کی بھاری تیاری ضروری ہے۔ یا یہ کہ ودیا پراپتی کا زمانہ دوسرے جنم کا ہے۔ جہاں ماتا پتا سے جسمانی جسم ملتا ہے۔ وہاں برہمچریہ آشرم روپی گربھ میں روحانی جنم ملتا ہے۔ اور اس میں بدھی آہستہ آہستہ بڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ وید روپی سورج کے پرکاش میں اس سرشٹی کے پدارتھوں کا یتھارتھ سروپ دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ بدھی سے شونیہ شودر لوگ جہاں پشوؤں کے سمان سیوا آدی کے کام آ سکتے ہیں۔ وہاں بدھی سے یکت پرش برہمن چھتری ویش اپنے گن۔ کرم سبھاؤ انوکول پدوی پاتے ہوئے ایک ساہنجا نام دوج یا دو جنما کا پاتے ہیں +

اوپر کے بیان سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ بدھی کی بردھی کے لئے پدارتھوں کی حقیقت ظاہری اور ستھول اوستھا سے شروع کر کے باطنی اور باریک اوستھا تک

جاننی چاہئے۔ لفظوں یا حروف یا نشانیوں سے تو گیان نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے یہہ زبانیں محض تضیع اوقات ہیں۔ آج کل عموماً زیادہ حصّہ وقت کا محض اسی خلاف زبان سے ضائع جاتا ہے۔ اور بُدھی کو ترقّی کرنا مشکل ہوتا ہے ؛

اسی سے موجودہ مذہب والوں کی غلطی بھی بخوبی ذہن نشین ہوتی ہے۔ جو اپنی اپنی زبان میں ہی کسی کتاب کو ایشری الہام مانتے ہیں۔ یا کسی خاص گورو یا ہادی کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے سچائیوں کو اُن کے لئے آسان زبان میں ادا کر دیا۔ لیکن ایک خاص غلطی ہے کیا اگر عربی میں الہام یا ایشوری ودیا کا پرکاش ہو۔ تو انگریزوں اور یونانیوں اور بھارت نواسیوں کے لئے یہہ کٹھنائی نہ ہوگی۔ انگریزی میں ایسا ہو تو عربی فارسی سنسکرت جاننے والے سب مشکل میں پڑ جائیں گے۔ اور گورمکھی والے اگر آسانی کا دعوےٰ کریں۔ تو اُس کے یہہ معنے ہیں۔ کہ وہ اپنے ست کی چار دیواری میں بند ہونا۔ اور باقی تمام دُنیا کو فراموش کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی بلا سے باقی تمام کو ایک نامکمّل غیر زبان میں سچائی کا پرکاش ہونے سے کسقدر مایوسی ہو۔ بس دعوےٰ کرنیوالے سوائے اپنے چند آدمیوں کے جو اس الہام یا ایسی سچائی کو مانتے یا سمجھتے ہوں۔ باقی تمام دُنیا کے ساتھ ایشور یا اُن کے ہادیوں کو سخت دُشمنی اور دویش کرنے والا ظاہر کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے اس سے اُنکی کوتہ اندیشی بھی ٹپکتی ہے۔ وہ اتنا نہیں جاننے۔ کہ کسی زبان نہ شبد سے مطلب یا نفس مضمون آسان نہیں ہو جاتا۔ مانا کہ اُنکو تھوڑی سہولیّت لفظوں اور ان کے معنے کے گھوٹا لگانے میں ہو جاتی ہے۔ لیکن اصل بات اُن کے پلّے کیا پڑی۔ کیا انگریزی کا لفظ گاڈ (God) کسی کو یاد ہو جاوے اُس سے خدا کی حقیقت ذہن نشین ہو سکتی ہے۔ یا سول (Soul) کا شبد آجانے سے آتما کے گنوں کا بودھ ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس حقیقی بہتری کرنے والے درحقیقت وہی ہیں۔ جو ایک سیدھی سڑک پہ چلا کر منزلِ مقصود پہ پہنچاتے ہیں اور پدارتھوں کے ظاہر سے باطن تک کا درشن کراتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ کسی چیز کا کسی کا سر بتایا۔ ایک بات صحیح اور دس غلط سمجھائیں۔ دو قدم ایک طرف چلا یا

دوسری طرف۔ اس طرح ٹھیک گیان کسی امر کی نسبت نہیں ہو سکتا۔ نہ کبھی اصل منزل پر رسائی ہوتی ہے۔ اور حقیقت میں موجودہ تعلیم کیا دینی کیا دُنیاوی کیول اسی طرح ہو رہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بُدھی کو ٹھیک پتہ کچھ نہیں لگتا۔ مادے کی اصلی حالت اور پرم آتما تو کہاں رہا آتما خود ستیہ گیان رُوپ غذا نہ ملنے سے اتی دُربل ہو رہا ہے۔ اور بے سُدھی کی حالت میں ہمیں اپنا آپ بھی بھولا ہوا ہے۔ پس ثابت ہے۔ کہ گیان بناتا لابھ کاری نہیں۔ نہ کوئی خاص زبان مشکل کو حل کر سکتی ہے ضرورت یہہ ہے کہ بدھی گیان کو گرہن کرنے کے لئے تیار ہو +

اب سوچنا صرف یہہ ہے کہ اوپر بیان شدہ دونوں مشکلوں کا تدارک کیسے ہو؟ یعنی بادل آدمی کا چھن بھن کرنا اور بُدھی آدمی کا ٹھیک تیار یا بلوان یا اروگیہ ہونا پہلی مشکل کا حل تو ظاہر ہے کہ مت متانتروں اور غلط بھاشیوں دوارا جو اندھکار چھا رہا ہے اُسے وید کے سچے ارتھوں کے پرکاش سے دُور کیا جاوے اور لوگوں میں بخوبی ذہن نشین ہو کہ گیان رُوپی امرت جل اصلی اور شدھ اوستھا میں ملنا اُسی صُورت میں سنبھو ہے کہ تمام متوں اور زبانوں سے گذر کر اُسے وید رُوپی سر چشمہ سے حاصل کریں۔ ویدک شبد کسی جاتی یا دیش کی بولی نہیں منش ماتر کا ایک جیسا پریشرم اُن پر کرنا پڑتا ہے اصل علم تک پہنچنے کے لئے گنگا کا جل اصلی اور بالکل پوتر اوستھا میں گنگوتری کے سرچشمے سے ہی پراپت ہوتا ہے۔ اس سے نکل کر سینکڑوں میلوں تک اُس میں تبدیلی کا اثر کم ہی ہوتا ہے لیکن آخر ادھر ادھر کی آلائش اور دوسرے ندی نالوں کے گندے پانی کے ملاپ سے اُس کا رنگ ذائقہ اور اثر بالکل بدلتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ کلکتہ کے یا دہانے کے پاس پہنچکر تو پانی ایسی صورت میں دکھائی دیتا ہے کہ ایک گنگوتری کے نزدیک رہنے والا شائد تسلیم بھی نہ کرے کہ یہ گنگا جل ہی ہے۔ اب اگر دہانے کے آدمی اصلی گنگا جل چاہیں تو اُنہیں جدھر سے بہاؤ آتا ہے۔ اُدھر چلتے چلتے ہردوار آدمی تک کو بھی اپنا اودیش نہ سمجھتے ہوئے خاص گنگوتری تک جانا چاہئے۔ اسی طرح جو خالص ایشری گیان انسانی ملاوٹوں سے اس وقت نہایت ہی بھیانک شکل دینے والے متوں کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں

اسکو اصلی حالت میں دیکھنے کیلئے قرآن انجیل - زبور - توریت - ژند اوستھا - مہابھارت
راماین - کھٹ درشن - سمرتی - اپنشد - براہمن گرنتھ آدی سب سٹیشنوں سے گذر کر خاص
ویدروپی ہیڈ کوارٹر تک پہنچنے کی ضرورت ہے - ہو سکتا ہے - کہ ایسے یودھا بہت کم نکلیں
جو گنگا کے پیچیدہ رستے کی پیروی کر سکیں اور پتھروں و پہاڑوں میں ٹھوکریں کھاتے ہوئے
ہزاروں میلوں کا سفر طے کرنے کے قابل ہوں - لیکن ایسے پرش جو گنگا کے ٹھیک سر چشمہ
والے پانی اور کلکتہ کے پانی میں کیمیاوی ترکیب سے پورا فرق نکال سکتے ہیں اور ملاوٹ کو علیحدہ
کر کے شدھ گنگا جل پیش کر سکتے ہیں - اُن کے پرشارتھ سے کمزور و کم ہمت بھی فائدہ پا سکتے
ہیں - یعنی سوامی دیانند سرسوتی جیسے وید امرت سروت سے گیان روپی جل چکھے ہوئے
یوگی پرش ایسے لوگوں کو ستیہ اور استیہ کا نرنے کر کے ویدک سچائیاں دکھا سکتے ہیں جس
طرح ہم سب ایسے کپڑے پہنتے ہیں - ایسی ریل پر سوار ہوتے ہیں ایسی تار سے فائدہ پاتے
ہیں - جو ہم نے خود ایجاد نہیں کی - اسی طرح ستیہ پراپتی کے لئے خاص ہم ستیارتھ پرکاش
آدی سے لابھ پا سکتے ہیں +

دوسری مشکل بدھی کے نقص والی کا تدارک محض اسی طرح ہو سکتا ہے - کہ جو بیج
منش کے شریر میں اس کا موجود ہے - اُس کو یتن کر کے ایک عمدہ پھل دار درخت
کی صورت میں پیدا کیا جاوے - اگر تو ماتا کے گربھ میں آنکھ - ناک - کان وغیرہ کی طرح بدھی
کی بناوٹ بھی مکمل ہوتی - تو بیشک انسان پیدا ہوتے ہی وید گیان سمجھنے والے ہوتے جیسے
کہ آنکھ سورج سے دیکھ سکتی ہے - لیکن ایسا نہیں مادی غذا سے بدھی تیار نہیں ہوتی
اسکی ترقی اندرونی روشنی پر منحصر ہے - اور اس لئے والدین کا فرض ہے - کہ بعد پیدائش
وہ غلط شکشا سے جس سے بدھی میں فرق آتا ہے قطعی پرہیز کریں پیدا ہونے پر بھی یدی
بدھی اننت نہ ہو سکے تو دوجنما نہیں ہو سکتے - شاستر کا سدھانت ہے - کہ جنم سے سب ایک
جیسے - آئندہ بدھی جنکی اننت ہو گئی وہ ترقی کر کے درجہ بدرجہ برہمن کھشتری - ویش
اور پھر برہمنوں سے گذر کر سنیاسی - یوگی - رشی آدی کی پدویاں پاتے ہیں - ورنہ ویسے
شودر کے شودر ہیں - ویدوکت سنسکار اور لائق ماتا پتا کی شکشا اور پھر گوروکل میں

داخل کرا کے نیک اور ودوان آچاریوں کی شکشا ہی ہے۔ جو بدھی کو اُنت کر کے
منش کو پشو نام سے تمیز کراتی ہے۔ اور یہہ بدھی کی اُنتی کا ہی اودیش ہے۔ جس کی
پورتی کے لئے کالجوں اور سکولوں میں سکیم آف سٹڈیز وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ اُن کی
مدد سے بدھی بتدریج اس طرح بڑھتی ہے جسطرح سیڑھی بہ سیڑھی ایک شخص نیچے سے
بڑے اُونچے مکانوں پر چڑھ جاتا ہے۔ ہمارے لئے اس وقت مشکل بڑی ہے۔ نہ صرف
بدھی رُوپی آنکھ کو گیان کا پرکاش سہارنے کی قابلیت دینا ہمارا کام ہے۔ بلکہ اپنی گری
ہوئی حالت کو سُدھارنا بھی۔ ہم ہمالیہ کی چوٹی سے گرتے گرتے نشیب وادیوں میں آ پہنچے ہیں۔ اب
سڑک تو کیا رستہ یا پگڈنڈی کا نشان بھی نابود ہے۔ کہیں تو بڑے بڑے پتھر رستہ روکے ہیں کہیں
خودرو گھاس نے رستے کا نشان چھپایا ہے اس لئے اُس چوٹی پر پہنچنے کے لئے شدید
پریشرم کی ضرورت ہے۔ وید ودیا کا پرکاش پرم آتما سے رشیوں نے پایا۔ آگے برہما اور
کو پڑھایا۔ یہ حافظہ اور بدھی کی خوبی تھی۔ کہ زبانی ہی درس تدریس سے کمال ہوتا تھا
طاقتوں میں کمزوریاں آئیں۔ جس سے لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ آئندہ ویاکرنوں کی ضرورت
پڑی۔ شاکھا تیار ہوئیں۔ برہمن گرنتھ بنے۔ اُپنشدیں شاستر وغیرہ تیار ہوئے۔ نیچے
گرتے گرتے ہم بالکل ایسے نشیب میں آ ئے۔ جہاں سے ہم کئی اُپنشدوں۔ شاستروں
آدی کی بھی سُدھ نہ رکھ سکے۔ اُن کے اندر ہی پرکشپت باتیں ایسے شامل ہوگئیں۔ جیسے
اُن راستوں میں گھاس پھوس اُگ آتا ہے۔ جن پر آمدورفت بند ہو۔ اسی طرح بڑے بڑے
پتھر انسانی غلط تعلیم کے ایسے آ پڑے ہیں۔ کہ رستہ بالکل ہی اُن کے نیچے دب گیا ہے۔ کیسا
ادبتیہ پورشارتھ سوامی دیانند کا ہے۔ جس نے ایسی حالت میں ہمالیہ کی چوٹی یعنی سنپورن
گیان شرومنی وید کو لکش رکھتے ہوئے اس خودرو گھاس کو اُکھیڑتے اور رستے کا احتیاط
سے کھوج لگاتے ہوئے پتھروں کو ہٹایا ارتھات پرکشپت حصوں۔ کئی بناوٹی اُپنشدوں
غلط ویاکرنوں ودلاوٹ دیگر گرنتھوں کو جو وید مارگ چھپائے رکھتے تھے۔ پرے پھینکا اور ایک
بالکل صاف رستہ ہمارے سامنے رکھ دیا۔ حقیقت میں سوامی دیانند نے جو ایک موٹا
ستیارتھ پرکاش ہی ہمارے سامنے ... [illegible]

پر مبنی ہے۔ کہ جس طرح انسانی بدھی نیچے گرتی آئی ہے۔ اُسی طرح واپس بلندی کی طرف جاتی ہوئی ویدکے ہمالیہ رُوپی شکھر پر پہنچ جاوے۔ یہ سکیم سملاس ۳ میں دی گئی ہے۔ ساتھ ہی قابل تیاگ پُستک بھی وہیں لکھے ہیں۔ یدی اس وقت یتن ہو کہ ایسے تمام گرنتھ جو بدھی کو مبتلائے جہالت کرتے ہیں۔ انسانوں سے چھڑائے جاویں اور ودیا کی اُنتی کا یہہ صاف اور سیدھا راستہ جو انسانیت کے معراج پر پہنچانے والا ہے۔ گوروکل سسٹم دوارا طے کیا جاوے۔ تو اس سے زیادہ اور کلیان کاری امر ہو کیا سکتا ہے۔

منوسمرتی میں سبھ کی پراپتی کے لئے اپنے آتما سے گندکر لائق اور دھرماتما پُرشوں کے آچار اور پھر سمرتی اور بعدہٗ شرتی تک پہنچنا لکھا ہے۔ اور اسی طرح رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا کے صفحہ ۷۷ و ۷۸ پر سوامی جی نے یاسک منی کی رائے حسب ذیل لکھی ہے

"جو ویدوں کے ویاکھیان کرنے کے وشے میں ایسا سمجھا کہ جب تک ستیہ پرمان متبرک ویدوں کے شبدوں کا پورا پار کرنوں ویاکرن آدی ویدانگوں شت پتھ آدی براہمنوں پُورب میمانسا آدی شاستروں اور شاکھانتروں کا یتھاوت بودھ نہ ہو اور پرمیشر کی انوگرہ اُتم ودوانوں کی شکھشا اُن کے سنگ سے پکشپات چھوڑ کے آتما کی شدھی نہ ہو۔ تتھا مہرشی لوگوں کے کئے ویاکھیانوں کو نہ دیکھے تب تک ویدوں کے ارتھوں کا یتھاوت پرکاش منش کے ہردے میں نہیں ہوتا"" اس سے پہلے سوامی جی کے الفاظ حسب ذیل قابل غور ہیں۔

"اس میں وچار کرنا چاہیے کہ ویدوں کے ارتھ کو یتھاوت بنا وچارے اُن کے ارتھ میں کسی منش کو ہٹ سے ساہس کرنا اُچت نہیں کیونکہ جو وید سب ودیاؤں سے یکت ہیں ارتھات اُن میں جتنے منتر اور پد ہیں وے سب سمپورن ستیہ ودیاؤں کے پرکاش کرنے والے ہیں اور ایشور نے ویدوں کا ویاکھیان بھی ویدوں سے ہی کر رکھا ہے۔ کیونکہ اُن کے شبد دھاتو ارتھ کے ساتھ یوگ رکھتے ہیں"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سوامی جی کا سکیم رشیوں کے نشچت سدھانت کے انوکول ہے۔ سنسکرت کا بھاری لٹریچر پہلے مطالعہ کرنا وید تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے

لیکن اسکا یہہ مطلب نہیں۔ کہ وید گیان اس لٹریچر کے ماتحت ہے۔ بلکہ سوامی جی صاف
جتاتے ہیں۔ کہ جسطرح سُوریہ کو سُوریہ ہی درشاتا ہے۔ اسی طرح وید کا سچّا ارتھ بھی وید
ہی جتاتا ہے۔ یہہ سارا سکیم محض اس لئے ہے کہ بُدھی طیار ہو اور اس پرکاش کو انوبھو
کرنے کے قابل۔ سوامی جی کے سکیم کا سار یہہ ہے۔ کہ حروف۔ آوازیں اور اُچارن ماتا پتا
سکھاویں۔ پھر گورد کل ہیں اشٹا دھیائی (یعنی ویاکرن) مہا بھاشیہ۔ نگھنٹو۔ نرکت
پنگل۔ چھند۔ منوسمرتی۔ رامائن۔ مہابھارت کے اُدیوگ پرب آدی اچھے اچھے۔
پھر چھ درشن (سانکھ۔ یوگ۔ نیائے۔ وشیشک۔ پورب میمانسا۔ ویدانت) پھر مستند اُپنشدیں
یعنی ایش۔ کین۔ کٹھ۔ منڈک۔ مانڈوکیہ۔ ایتریے۔ تیتریے۔ چھاندوگیہ اور برہدار
نیک اور پھر ایتریے شت پتھ سام گوپتھ برہمن گرنتھ کو پڑھے اور اُس کے بعد چاروں
وید۔ موجودہ حالات کے لحاظ سے اس کے علاوہ سوامی جی نے جتایا ہے۔ کہ اگر ہو سکے
تو اور زبان بھی آدمی سیکھ سکتا ہے۔ یہہ سکیم ایسا ہے جو ویدک ست سدھانتوں کے ورُدھ
کوئی سنسکار نہیں ڈال سکتا اگر زبان دانی ہی تعلیم کا مُدعا ہوتی۔ تو تمام پُستکیں جو قابلِ
ترک بتائی ہیں۔ پڑھنے میں کوئی ہرج نہیں تھا۔ غیر مذاہب والے بھائی اس سکیم کو اپنے
اندر تنگخیالی ہونے سے پکھشپات کہہ سکتے ہیں۔ لیکن یہہ اُنکی بھُول ہے۔ رشی جو سنسکرت
کے ذریعے وید تک پہنچا جاتا ہے۔ اُس کا کارن یہ ہے کہ سنسکرت زبان ہی ویدک
سنسکرت کے نہائت نزدیک ہے۔ اور وید کے سچّے ارتھ کو سمجھنے والوں کا سارا لٹریچر
بھی اسی میں ہے۔ ساتھ ہی یہی ایک زبان ہے۔ جو مکمّل اور تمام طرح کے انسانی جذبات
محسوسات اور تمام ضروری وِدّیاؤں کو ادا کر سکتی ہے۔ اس کے بغیر رشی کو کسی جاتی
وشیش یا زبان کا پکھشپات کداپی نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو صدہا بڑی بڑی سنسکرت
کی پُستکوں کو کیوں ترک کرتا و کراتا۔ پس رشی کو اگر کسی کا پکھش تھا۔ تو وہ کیول سچائی کا اور
سچّے گیان کا۔ اور کیول اسی اچھّیا کی پُورتی کے لئے یہہ سکیم ہے۔ ورنہ سوامی خود کہتا ہے
کہ اگر اس کے علاوہ ہو سکے۔ تو اور بھاشاؤں کو بھی سیکھا جا سکتا ہے۔ مطلب یہہ کہ
تکھیہ وستو گیان کی پراپتی ہے۔ نہ کہ اکھشروں اور لفظوں کی مہتات۔ غرضیکہ جتنا بھی

(۵) موجودہ مغربی تعلیم ستیہ ودیا نہیں ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ موجودہ طریق تعلیم سے بھی بدّھی کی کسی قدر اُنتی ہو سکتی ہے۔ سائنس کے متعلق کئی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے۔ تو یہ علم بالکل کم ہے۔ بمقابلہ وقت اور محنت اور خرچ کے اور اس کے علاوہ نقصان اس کے ذریعے اس فائدے کی نسبت زیادہ ہیں +

اول۔ اصلی ستیہ یا اُسکی طفیل گیان کچھ نہیں ہوتا۔ ایشور جیو پرکرتی میں سے مقدم ہستیاں ایشور اور جیو ہیں۔ مادہ تو جڑ اور غیر ذی شعور ہے۔ نہ اُسے خود گیان نہ اُس سے آنند کی پراپتی ہو۔ یہ روح ہے جسے آنند کی ضرورت ہے۔ اور وہ برہم ہے۔ جس سے آنند اُس کو مل سکتا ہے۔ وید میں جہاں تمام پدارتھوں کے بِبھار تھ گُن کرم سوبھاؤ اور اُن کے پرسپر ویوہار و سمبندھ کا صاف اور مکمل پتہ ملتا ہے۔ وہاں موجودہ تعلیم میں روح اور خدا کے متعلق تعلیم تو ہے ہی نہیں جسمانی تعلیم یا مادی تعلیم بھی محض چند امور کے متعلق ہے۔

یہہ اس زمانہ کی بدنصیبی ہے۔ کہ من۔ بدّھی۔ روح۔ خدا وغیرہ لطیف پدارتھوں کے متعلق ستیہ گیان نہ رہنے کے سبب ہم تمام انسانوں میں بڑا اختلاف ہو گیا ہے۔ گورنمنٹ وقت کا یکساں تعلّق تمام متوں سے ہے۔ اس لئے اس کا اصول تمام مذہبیات کو چھوڑ کر محض اس تعلیم کا انتظام کرنا ہے۔ جس کی نسبت اختلاف نہ ہو۔ اگر غور کیا جاوے تو یہی عام سٹینڈرڈ مادی تعلیم کے متعلق بھی ملتا ہے۔ جس امر میں لوگوں کا آپس میں اختلاف ہو جاوے وہ معاملہ یہاں مذہبی گنا جاتا ہے۔ اور اس کی تعلیم متروک ہو جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تعلیم کا دائرہ بالکل محدود ہے۔ خدا اور روح تو گیا۔ مادہ کی اصلی سوکھشم اوستھا کے متعلق بھی کچھ کافی علم نہیں مل سکتا +

دوم موجودہ تعلیم نے سچی ودیا پراپتی کے لئے لوگوں میں کچھ سرد مہری پیدا کر دی ہے۔ آتما چیتن سروپ ہے۔ گیان اُس کا سُبھاوک گن ہے۔ دُنیا کی تمام نعمتیں کھانا پینا وغیرہ کس قدر میسر ہوں۔ وہ آتما کو یتھارتھ شانتی نہیں دے سکتیں۔ اس کی غذا محض گیان ہے۔ اور سچی ودیا کی پراپتی سے اس کی ... ملتا ہے۔ کہ کوئی اور شے اس کا ...

کرسکتا۔ یدی درجہ بدرجہ انسان کو باریک سچائیوں کا پتہ لینے کے لئے راستہ ملتا جاوے۔ تو پستکوں کے مطالعہ یا کسی ستیہ کی ودیا کھیا سننے میں بڑا مگن ہو جاتا ہے۔ اور یہ سواد ایسا ہے۔ کہ دن بہ دن ترقی کرتا جاتا ہے۔ جتنا سچا علم انسان میں بڑھتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ شوق اور حاصل کرنے کا ہوتا ہے۔ دنیاوی سکھ اور دولت کو انسانوں نے جیوتا پایا اُس کو تیاگا۔ لیکن آج تک ایسا پرش صفحہ دنیا پر کوئی پیدا نہیں ہوا۔ کہ اُس نے سچی ودیا سے کبھی کوئی ہانی بتائی ہو۔ خیالات کو پاکیزہ اور پوتر رکھنا تمام ترغیبوں سے بچنے کے لئے دردھ خیالات انسان میں پیدا کرنا اور پھر پوری نیک چلنی سے دماغ وغیرہ کو طاقتور بنانا سچے علم کا ہی کام ہے۔ اور جتنا زیادہ نیک چلن اور صحیح الدماغ آدمی بنتا ہے۔ اتنا ہی وہ سچائیوں سے اور مانوس ہوتا ہے۔

ان اصولوں کے مقابلے میں موجودہ انسانوں کی حالت دیکھو۔ تعلیم کا شوق بالکل ندارد ہے۔ آج روزگار اور پیسے کا سوال کسی اور طرح حل ہو جاوے۔ تو سکولوں اور کالجوں کے بنچ اور مکانات بالکل خالی ہو جاویں۔ پیٹ پالنے کے سبب مجبوراً لوگوں کو سکولوں کی پابندی کرنا پڑتی ہے۔ یہ بھاؤ بہت کم ہوتا ہے۔ کہ آتما کو اس سے آنند با سرور ملتا ہے۔ مسلمان ہندو وغیرہ انگلستان سے تعلق نہیں رکھتے۔ انگریزی اُن کی زبان نہیں مگر سب ویسے ہی کالج سکول بنا رہے ہیں۔ اور انگریزی تعلیم پا رہے ہیں۔ تو اُس کی تہ میں صرف روٹی کا سوال ہے۔ نہ کہ آتما کو یہ تعلیم پیاری لگتی ہے۔

ایک راجہ اگر اپنی فوج وغیرہ کے رعب سے بیرونی دشمنوں کو اپنی عزیز رعایا کے امن میں رخنہ انداز ہونے سے روکتا ہے۔ اور رعایا کے دلوں میں اپنے لئے پوری دلجوئی سے کشش پیدا کرتا ہے۔ تو وہ سچا راجہ ہے۔ لیکن اگر وہ محض اپنی فوج کے رعب سے اپنی رعیت کو قابو کئے ہے۔ لوگ محض اس لئے بغاوت نہیں کرتے۔ کہ وہ فوج سے اور توپ سے اُڑائے جاویں گے۔ یا یہ کہ دلوں میں راجہ سے پریم نہیں مجبوراً اُس کا حکم مانتے ہیں۔ تو راجا گرا ہوا سمجھنا چاہئے۔

نوکر اگر محض اس لئے مالک کے حکم کی تعمیل کرتا ہے کہ وہ سزا نہ دیوے یا جرمانہ

یکرے اور مالک سے کبھی نہ دینے والا ہو تو وہ کام ہی بالکل نہ کرتا ہو۔ ایسا شخص کبھی سچا نوکر نہیں کہلا سکتا +

اسی طرح اگر کوئی تعلیم سچی نہ ہو تو وہ بذاتہ آتما میں اپنے لئے کشش پیدا نہیں کر سکتی۔ جو کہ موجودہ تعلیم کا حال ہے +

آجکل نہ صرف یہہ کہ ودیا سے پریم نہیں ہوتا بلکہ اُلٹی نفرت پیدا ہوتی ہے۔ ہزار ہا کتابوں کو پڑھا ہوا آدمی خدا کا نام تو بارہا پڑھتا ہے۔ لیکن اس کی اوصاف وغیرہ کا ایسا گیان جس سے اُس کے اعتراض وغیرہ دُور ہوں ملتا نہیں۔ اور بغیر اس رہنمائی کے اُس کے اندر کوئی دلیل اپنی لیاقت کے مطابق ایسی اُٹھتی ہے۔ جس سے اُسے بشواش ہوتا ہے۔ کہ کوئی ہستی ہے۔ لیکن مقابلہ میں ایسی ہستی جو وہم و گمان میں بھی کوئی آکار پکڑ نہیں سکتی۔ کسی طرح اُس کے تجربہ کے مطابق تسلیم نہیں ہو سکتی۔ دونوں پکھشوں کی دلائل کا مقابلہ اندر جاری رہتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی نشچت نتیجہ پر نہ پہنچکر انسان اگناسٹک ہو جاتے ہیں پھر دلائل اگر اس وچتر نراکار ہستی کا بالکل ہی پتہ نہ دے سکیں۔ تو ناستک پن غالب ہو جاتا ہے۔ یہہ حالت بھی محض تھوڑے سے لوگوں کی ہے۔ ورنہ عام طور پر تو خدا کے متعلق بیان تعلیم میں اس قدر کم آتا ہے۔ کہ دوسرے مضامین کی موجودگی میں یہہ ایک فروعی مضمون کا درجہ پاتا ہوا اُسی کی توجہ کو اپنی طرف نہیں کھینچتا۔ ویدک دھرم پرچار سکیم مصنفہ رانے ٹھاکر دت صاحب کے صفحہ ۱۴ پر اسی آشا کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ ثابت کرنے کے بعد کہ اودیا سے نہ کمی گیان کی مراد نہیں بلکہ اُلٹا گیان ہے۔ یُوں لکھا ہے +

"ہم اس کہنے سے رُک نہیں سکتے۔ کہ مغربی تعلیم اس قسم کی اودیا کو بڑے زور سے پیدا کرتی ہے۔ بہت سے تعلیم یافتہ بھائی مل اور سپنسر کی کتابیں پڑھ کر آتما اور پرماتما سے منکر ہو جاتے ہیں۔ مانس (ان آدمی) وشیوں کو اُنتی کا کارن سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اور دُنیا کی لذات میں ایسے مفتون ہوتے ہیں۔ کہ اُسی کو نرت اتپتی کر لیتے ہیں۔ پنر جنم سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح کرم کے

پھل کو بھی نہیں مانتے ،، +

یہہ امر مسلّمہ ہے کہ فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست - جب ان تمام باریک مسائل کی نسبت اُن کو رہنمائی کرنے والا سچا گیان نہ ملے - تو وہ اپنی عقل سے اٹکل پچو دلائل نکالتے ہوئے اور پھر ناکامیاب ہو کر سوائے اس کے کہہ ہی کیا سکتے ہیں - کہ یہ اصول محض ڈھکوسلے ہیں - اور اسی طرح کیا طالب علم اور کیا عمر رسیدہ سب لوگ تمام امور کے متعلّق سچی ودیا سے مُتنفر ہو جاتے ہیں - اور اُنہیں ایسے وچار محض تضیع اوقات معلوم ہونے لگتے ہیں +

مَعلُوم - یہ تعلیم دو رُخی تلوار ہے - جدھر کوئی انسان چاہے اُسے لگا لیوے جب عقل کی رہنمائی کرنے والی کتب میں مُتضاد خیالات ہوں - کوئی معیار نشچت کسی امر کے متعلق نہ ہو - ایسی حالت میں اگر کوئی شخص خاص خوبیاں پیش کرے جو کسی موجودہ زمانے کے تعلیم یافتہ میں پائی جاتی ہوں - یا کچھ اعلےٰ کیرکٹر کہیں دکھائی دیتا ہے تو ضروری بالکلّ طور پر اُس کی تہ میں موجودہ تعلیم نہیں ہوتی - بلکہ وہ اخلاقی مذہبی تعلیم جواب بھی سینہ بسینہ یا ٹیڑھے طور پر بچوں کو والدین یا رشتہ داروں یا ہمسائیوں کے تعلّقات سے ملتی ہے - ایک لائق انگریزی فلاسفر ہکسلے کا قول ہے - کہ ...... "فلاسفروں نے جو بڑے بڑے کام کئے ہیں وہ اسقدر انکی ذہنی قابلیت کا نتیجہ نہ تھے جتنا کہ دل کے جذبات اور مذہبی میلان سے اس ذہانت کی رہنمائی کا نتیجہ اصول انسان کے منطق کی تیزی سے زیادہ اُن کے استقلال اُن کے پریم اُن کی نیک دلی - یکسوئی اور خود ہمتی کی وجہ سے اُنہیں حاصل ہوتے ہیں" باوجود اس کے اگر مانا جاوے کہ موجودہ تعلیم بذاتہ کچھ اعلےٰ بناتی ہے - تو اسمیں بھی کلام نہیں کہ اُس سے خرابی کی قابلیت بھی ملتی ہے - سادہ لوحوں سے روپے رشوت میں لینے والے کچہریوں کے ملازموں کا عمل اسی تعلیم کا نتیجہ ہے - روپیہ کی خاطر سچ اور جھوٹھ کی تمیز چھوڑ کے اگر وکیل صاحبان مقدمہ لے لیتے اور انسانی عدالتوں کو قانون کی بے موقعہ یا غلط تاویلوں سے مغالطہ دے سکتے ہیں - تو اسکی ذمہ وار موجودہ تعلیم ہے - تعلیم یافتوں کے جرائم ہوتی عقل دالوں

کو تو کیا بڑے بڑے لائق لوگوں کو بھی معلوم ہونے مشکل ہو جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اُن
کی تعداد خاصی ہے۔ سُورج کی عدم موجودگی میں اندھیرا خود بخود ہوتا ہے۔ اسی طرح
کیرکٹر بنانے کا ہنر نہ ہو تو انسانوں سے بُرائی کا اظہار ہونا لازمی ہے۔ اس پر اگر طریق
ایسا اختیار کیا جاوے۔ کہ مَن میں سنسکار ہی بُرے پڑیں۔ تب تو خرابی کا روکنا قریباً
ناممکن ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے خاصہ اشارہ دیا گیا۔ ایک طرف کتاب میں لکھا ہو کہ "ماں
بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہے باپ حُقّہ پی رہا ہے" دوسری طرف برابر تصویر سے یہ
نظارہ آنکھوں کے سامنے پھرایا جاتا ہے۔ تو کیا بچے کو اسی طرح حُقّہ پیتے ہوئے
بیٹھنے کی ترغیب نہیں ملتی۔ کیا اگر بچوں کو روز امتحان پاس کرنے کی خاطر رگڑا لگانا
پڑے کہ وید ۳۲۰۰ سال کی تصنیف ہیں تو اُسے وید کو ایشوری گیان ماننا یا ۳۲۰۰
سال سے زیادہ قدیم کے زمانے کو ماننا آسان ہو سکتا ہے؟

اگر ایک طالب علم بار بار رٹتا ہے کہ قدیم آریہ لوگ دعوتوں کی تقریبوں میں شراب
و کباب اُڑایا کرتے تھے۔ تو اُسے کیا اُن خرابیوں کی ترغیب اور ساتھ ہی اس امر کی
جرأت نہیں ہوتی کہ اگر سب بزرگ ایسا کرتے تھے۔ تو ہمیں ایسا کرنے میں کیا ہرج
ہے۔ پیارے ناظرین سچ پوچھو تو اشاعت تعلیم میں زیادہ حِصّہ لینے والوں کو خود ہی
معلوم نہیں کہ سنسکاروں کی کس قدر پربلتا ہے۔ ایسی معمولی معمولی غلطیاں بوئی جا کر
کس طرح انسانوں میں بڑھتی اور خراب نتائج لاتی ہیں۔ اسی بے پرواہی اور کم واقفیت
کا نتیجہ ہے۔ کہ جہاں ایک سچّا ودوان سنسار بھر کو غفلت سے جگا سکتا ہے۔
وہاں آج ہزاروں لاکھوں بڑے سے بڑے ماہر لوگ موجود ہیں۔ مگر پھر بھی گھروں میں
کیا اور بازاروں میں کیا۔ دکان میں کیا اور دربار میں کیا۔ جھوٹھ دغا فریب بھچار
آدی کا بازار گرم ہے۔ بدزبانی گالی گلوچ کرودھ اگنی میں جلنا دویش وغیرہ کے
نظارے اور ہر طرح کی ممکن خرابیاں جسم۔ دل۔ دماغ۔ عقل وغیرہ کا کس طرح ستیا
ناش کر رہی ہیں +

موجودہ تعلیم کے اثرات کا اگر بالکل مختصر فوٹو کھینچا جاوے۔ تو ذیل کی حکایت

کافی ہو سکتی ہے :-

کہتے ہیں کسی ولائت میں علم کی ترقّی ہوئی - ہر کام کلا کو شل سے چلنے لگا - ایک دن ایک شخص بادشاہ کے ہاں حاضر ہوا - اور ایک کلا سامنے رکھ کر بولا کہ حضور مَیں نے یہہ کل بجلی کی اس غرض سے ایجاد کی ہے - کہ خزانہ کی حفاظت کے لئے آپ کو پہرہ دار آدمی نہ رکھنے پڑیں - بادشاہ نے اُس کی نسبت واجبی امور دریافت کرکے ایجاد کنندہ کو انعام دے کر رخصت کیا - خزانہ کے پہرہ داروں کو ہٹایا - اور کلا کو دروازے کے آگے لگایا - چور لوگ کوئی خاص شکل تو رکھتے نہیں - سادھارن پرشوں کی طرح دن کو وہ بھی جہاں تہاں جاتے اور اپنے تجربوں کے موافق چوری کے مال اور موقعہ کا پتہ لیتے پھرتے ہیں - ایک چور نے جب دیکھا کہ خزانہ کے پاس پہرہ دار کوئی نہیں تو زیادہ توجّہ سے پتہ لینے لگا - جب دو چار دفعہ دیکھنے سے پہرہ داروں کو غیر حاضر پایا تو اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی - سکرٹری کی معرفت ساری چور کمپنی کو مقرر تاریخ اجلاس کا پتہ دیا گیا - کیونکہ مہذّب ممالک میں جہاں بیوپار وغیرہ کیلئے کمپنیاں قائم ہوتی ہیں - وہاں چوری آدمی بھی اسی طرح ایک روزگار سمجھا جاتا ہے اور خفیہ سوسائٹیاں ایسی مختلف اغراض کے لئے قائم ہوتی ہیں *

اجلاس کا دن آیا - سب نے وچار کیا - نتیجہ یہہ ہوا کہ ایک سب کمیٹی پہلے پُورا پتہ لیوے کہ کیوں کوئی پہرہ دار وہاں موجود نہیں کیونکہ بادشاہ ایسا بے وقوف ہو نہیں سکتا - کہ خزانہ کو بلا وجہ خالی چھوڑ دیوے - وقت اور تاریخ مقرّرہ سے پہلے اُس کمیٹی نے اپنی رپورٹ مکمّل کی اور دُوسرے اجلاس میں اُسے پیش کیا - مطلب یہہ تھا کہ بادشاہ نے زیادہ محفوظ ذریعہ خزانہ کی حفاظت کا نکال لیا ہے - اور پہرہ داروں کی بجائے بجلی کی کلا لگا دی ہے - اس پر پھر بچار ہوا کہ بادشاہ کی کسقدر سنگدلی اور ہمارے ساتھ بھاری دشمنی ہے - کہ اُس نے ہماری جان لینے کی خاطر ایسا انتظام کیا ہے کہ چور بے تحاشہ آئیں اور بجلی سے ہلاک ہو جاویں - اس کا تدارک ہونا ضروری ہے - بعد بحث مباحثے کے جو کچھ طے ہوا وہ یہہ تھا - کہ بہت دُور سے

ایک سرنگ نکال کر خزانہ کے نیچے تک پہنچائی گئی۔ اُس کے ذریعے سب تھیلیاں نکال نکال کر چور لے گئے۔ اس تجویز سے اُنہیں اور بھی خوشی اور کامیابی ہوئی۔ کہ جہاں پہلے بلّی تک کے پاؤں کی آہٹ سے بھی اُنہیں خوف ہوتا تھا۔ وہاں اب بے خوف وخطر وہ ٹہلتے ٹہلتے جاتے آتے تھے۔ الغرض خزانہ خالی ہوگیا۔ تالا دھری کی دھری رہ گئی دو ماہ گذرے تھے۔ کہ افسر خزانہ نے پڑتال کے لئے خزانچی کو حکم دیا۔ جو دفتر اور چابی لے کر خزانہ کی طرف گیا۔ افسر معائنہ باہر کرسی میز لگائے براجمان ہوگیا۔ خزانچی نے تالا اتاری۔ تالا کھولا۔ اور جلدی جلدی اندر داخل ہوا ہاتھ بڑھایا کہ تھیلی پکڑے مگر کچھ ہاتھ میں نہ آیا۔ تو اور نیچے ہوا۔ حتّیٰ کہ ہاتھ زمین پر لگا حیران ہو کر ادھر اُدھر پھیلانے اور ٹٹولنے لگا۔ بھرپور خزانہ رکھا تھا مگر کچھ نہ ملنے سے ہکا بکا ہو کر سوچنے لگا۔ کہ یا خدا کیا ماجرا ہے۔ میں جاگتا ہوں۔ کہ خواب دیکھتا ہوں +

افسر خزانہ انتظار سے تنگ آکر بولا کہ ول یس! جلدی نکالو دیری کیوں کر رہے ہو؟ یہہ سنتے ہی اس کے اوسان خطا ہوئے گھبرا کر بولا کہ اندر تو کچھ ہے ہی نہیں۔ افسر بڑا متعجب ہوکر اٹھا اور خزانہ کو خالی دیکھ کر غصہ سے لال انگارا ہوگیا۔ خزانچی کو کان سے پکڑا اور کہا کہ خوب۔ ہوئی کوئی سو کا غبن کرے کوئی دو سو کا۔ تم نے سارا خزانہ ہڑپ کر لیا۔ فوراً پولیس کو بلایا اور خزانچی کو گرفتار کرایا۔ شبہ میں کیتوں کو حیران و سرگرداں ہونا پڑا۔ مگر جب کچھ سراغ نہ چلا اور ہر طرح یقین ہوگیا کہ ملزمان بے گناہ ہیں۔ چوری میں کچھ اور ہی راز ہے۔ تب بادشاہ کی طرف سے ایک عام نوٹس چھپوا کر کل ملک میں چسپاں کرایا گیا۔ کہ شاہی خزانہ کو چرانے والے جو کوئی بھی ہوں۔ وہ اپنے تئیں بادشاہ کے دربار میں خود بخود حاضر ہو جاویں۔ بادشاہ سلامت اُن کی جان بخشی فرماتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ بجائے سزا دینے کے ایسے چوروں کو انعام دیا جاوے گا"

یہہ اشتہار بڑی توجہ سے پڑھا گیا۔ علاوہ عام لوگوں کے چوروں نے بھی۔

جنہوں نے پھر ایک خاص اجلاس کیا اور اس اشتہار کے لفظ لفظ پر. بال کی کھال اُتارنے والی بحث کی۔ جس کے بعد نتیجہ ہُوا کہ ہم لوگوں کو ہرگز ہرگز دربار میں حاضر ہونا نہیں چاہئے۔ بلکہ اس کا یہہ جواب بذریعہ اشتہار دینا چاہئے۔ مسوّدہ بعد دُرستی کے اپنے ہی پریس سے چھپوا کر چوروں نے ایک رات جہاں تہاں دیواروں پر چسپاں کر دیا۔ صبح لوگ اُٹھے جہاں تہاں ایسے اشتہار دیکھ کر بڑا چرچا کرنے لگے۔ عجیب چہ میگوئیاں اور دل لگی شروع ہوئی۔ کوئی کہتا ارے یہہ کیا ہے۔ دُوسرا جواب دیتا۔ اجی یہ چوروں نے بادشاہ کے اشتہار کا جواب دیا ہے۔ واہ کیا خوب ہی سنائی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ اے لوگو تمہارے بادشاہ نے ہماری حاضری کے لئے ہمیں ترغیب دی ہے۔ اور بہت سے وعدے بھی کئے ہیں۔ لیکن تم بادشاہ تک ہمارا یہ پیغام پہنچا دو۔ کہ ہم جب تک دم میں دم ہے۔ ایسی بیوقوفی نہیں کریں گے۔ کیا یہہ کوئی عقل کی بات ہے کہ ہم اپنے اس جانی دُشمن کے وعدوں کو صحیح اور سچّا مانیں۔ جو ہماری ہلاکت کا خواہاں ہو کر بجلی کی کلائیں لگواتا ہے +

ساتھ ہی اور بات یہہ تھی۔ کہ اے لوگو بادشاہ کو یہہ بھی سُنا دو کہ چوروں کو ایسا سادہ نہ سمجھ لیوے کہ ایک دفعہ کے معمولی انعام کے جھانسے میں آکر ساری عمر کا روزگار بند کرالیں۔ تیسری بات یہہ تھی کہ اے لوگو بادشاہ کو سنا دو کہ وہ ابھمان چھوڑ دیوے کہ اُس کے پاس بڑے بڑے لائق سائنسدان اور گریجوایٹ موجود ہیں۔ جو بجلی کی عجیب وغریب کلا نکال سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر اُس کے پاس ایسے لائق شخص ہیں۔ تو چور بھی اِس شعبہ میں پیچھے نہیں۔ اُن کے پاس بھی بی اے اور ایم اے۔ اور بڑے بڑے سائنٹسٹ موجود ہیں۔ جو سرنگیں نکال کر بجلی کی کلا کو نکما کر سکتے ہیں"

معزز ناظرین۔ میرا مطلب اس آخری فقرہ سے ہے۔ جواب کا یہہ حصہ کیا ہی معنی خیز اور سبق آموز ہے۔ درحقیقت موجودہ علم ہی وہ ذریعہ ہے۔ جس سے ایک طرف خزانہ کی حفاظت ہو رہی ہے اور دُوسری طرف اُسی سے چوری میں مدد مل رہی ہے۔ بے شک نیکی اور بدی [illegible] کے لئے جو تعلیم [illegible] کو دی جا رہی ہے

گورنمنٹ اس سے حفاظت کا کام لیتی ہے تو خفیہ سوسائٹیاں بدامنی کے لئے۔ کاریگر لوگ لوہے کی الماریاں اور پیچیدہ سے پیچیدہ تالیاں نکالتے ہیں۔ تو چور اُن کو توڑنے کے ذریعے سوچتے ہیں۔ اشتہار بازی سے اگر کوئی خریدار تجربہ پاکر بچنا چاہتا ہے۔ تو یہ اشتہاری لوگ بھی اُس کے تجربہ کو نا کام کرنے کے لئے عبارتیں اور فقرے اور چست کرتے یا الفاظی طریقوں سے اُن کی عقل مارتے ہیں۔ اب سوچنے کے لائق بات یہ ہے۔ کہ کیا یہ تعلیم قابل اعتبار ہے۔ چوروں کو اندر کا راہ بتانا اور مالکوں کو جگانا دونوں ایک ہی وقت اس تعلیم سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ کیا کبھی کوئی با اصول شخص ایسی متضاد پوزیشن لے سکتا ہے ✚

تعلیم ناقص ہو تو تعلیم یافتوں کا کیرکٹر بھی ناقص ہوگا۔ اور ایسے کیرکٹر کے لوگوں کے سامنے اگر کوئی سچی بات بھی آوے۔ تو اُن کا اُسے ویسا ہی جاننا یا جتانا مشکل۔ وہ تو محض اپنے خیال وفائدہ کے موافق اس کے ارتھ نکالیں گے۔ مانا کہ لائق اور ذہین ما تما لوگ اس کی بدولت اچھی دلائل اپنے نیک اور سچے اصول کی پشٹی کے لئے نکال سکتے ہیں۔ لیکن آنادانہ اشا اس تعلیم کا کوئی خاص کیرکٹر یا آدرش اپنے سامنے نہیں رکھتا ✚

اس وقت عام لوگ کسی نہ کسی مذہب کے مقلد ہیں۔ وہ تمام ضروری مضامین پر توجہ کرتے ہیں اور اُن کے ہی متعلق اُن میں اختلاف ہے۔ جو باتیں اس مذہبی تنازعہ سے بچی ہیں ممکن ہے وہ بھی بہت سی بڑی ضروری ہوں مگر عام طور پر وہ اس وقت ناقابل توجہ ہیں۔ اب مغربی تعلیم کا دارومدار محض ان بچی کھچی غیر ضروری چیزوں کے متعلق ہے۔ اس لئے کہ مذہبی تعلقات سے تعلیم کو بچانا ہے۔ پس جب تعلیم کا تعلق ہی پس خوردہ سے ہو۔ اور وہ محض پیٹ کی غلامی و مجبوری کے لئے تو وہ تعلیم نمایاں حصہ کیرکٹر میں لے ہی کیا سکتی ہے۔ کہاں تو ستیہ ودیا کے لکھشن اور اُدیش کے مطابق ایک وہ وان کے دل میں پاپ کا سوچنا بھی نہیں آنا چاہئے۔ اور تمام عہدہ داروں کی تنخواہ کیسے ہی کم ہوں حقیقت نشہ کم ہونے اور ہر پہلو سے مقرر

اور مخصوص حیثیت ہے ۔ لئے سچی ودیا منش کے اندر ابھی پیدا کر لی ہے۔ اور کہاں موجودہ تعلیم جو کھلے طور پر پاپ اور بُرائی کو ویسی مدد دیتی ہے۔ جیسی بھلائی کے لئے اور ایسی بے حس وحرکت ہے۔ کہ بڑے سے بڑے تعلیم یافتوں کو ذرا جرأت نہیں دیتی۔ کہ وہ اپنے کچھے اور من مانے اصولوں پر ذرا تو آزادی سے منطق لگا سکیں۔ صفحہ ۲۰۱ و ۲۰۲ ویدک دھرم پرچار سکیم کے حسب ذیل ریمارک واقعی وزن دار ہیں۔

" مغربی تعلیم ایک طاقت ہے جس طرح راج اور دھن اور بل۔ مگر وہ اسی طرف کام کرتی ہے جس جانب ہماری رجوع ہو۔ اسی تعلیم کی بدولت سر سید احمد اور اُس کے پیرو اپنے مذہب میں زیادہ پکے ہوتے جاتے ہیں۔ اور خود انگلستان میں ایک گروہ ہے۔ جس نے اسلام کو قبول کیا ہے۔ مغربی تعلیم نے گلیڈسٹون جیسے لاکھوں آدمیوں کے ایمان کو کہ مذہب عیسوی سچا ہے نہیں ہلایا۔ اب بھی بیسیوں پادری گھر بار چھوڑ افریقہ کے دشت بیابان اور کوڑ جھول میں یسوع کی خاطر مرنے کے لئے جاتے ہیں۔ اور لوگ کروڑوں روپے مذہب عیسوی کے پرچار کے لئے دیتے ہیں۔ اکثر چیلن اور پادری جو سرکاری ملازمت میں داخل ہوتے ہیں۔ ایم اے ہوتے ہیں۔ مغربی تعلیم نے لارڈ رپن اور کارڈینل مینگ جیسے بدھیمانوں کو رومن کیتھولک بننے سے نہیں روکا۔ اور نہ فرانسیسیوں کو اس مذہب سے برگشتہ کیا۔ اسی تعلیم کی پتلی مسز اینی بیسنٹ کو ہندو بننے اور نوین ویدانت کو سچا ماننے سے نہیں منع کیا۔ وہی تعلیم ہے۔ جس نے میڈم بلیوٹسکی اور کرنیل الکاٹ جیسے پورشارتھی ودوانوں کو بودھ بنایا اُسی کی فضیلت نے بل کھسلے۔ سپنسر آدی سے عالموں کو ناستک بنا دیا۔ اسی مغربی تعلیم کے ڈگری یافتہ بنگالی بنگباشی کے اڈیٹر اور پوراتک مت کے سہائک ہیں۔ عیسائی۔ مسلمان۔ بودھ۔ پارسی۔ ناستک۔ بت پرست سب اس سے اپنے خیالات کے مطابق مصالحہ نکال سکتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں وہ ہمارے حق میں ہے۔ اس کی خاصیت دودھ کی سی ہے۔ کسی شخص نے حکیم سے پوچھا کہ دودھ کی کیا تاثیر ہے۔ اس نے کہا کہ جسم میں جس نقص کا زور ہوتا ہے۔ اس کو وہ بل دیتا ہے۔ یہی حال مغربی تعلیم کا ہے۔ عیاشوں کو زیادہ عیاش اور دولت

پرستوں کو زیادہ مادہ پرست بناتی ہے۔ اور مختلف مذاہب کے آدمیوں کو ان کے جذبات کے مطابق تقویّت دیتی ہے،،

چہارم۔ یہ محض نمائش کی حامی ہے۔ یوں اس تعلیم سے پہلے ہی ہمارے یہاں نمائش شروع ہے۔ ہر شخص بناوٹ اور دکھاوے کی پوزیشن جتا رہا ہے۔ اخلاق ہے تو وہ دھرم ہے تو وہ سب کچھ ظاہرداری کے لئے ہے۔ بڑے بڑے دھرماتما جہاں کس مپرسی کی حالت میں رہیں۔ وہاں پاکھنڈی بھیس دھاری سادھو بڑی شردھا اور سیوا پاتے ہیں۔ ایسے ہی اور انیک امور میں نمائش سچی مریاداؤں کے ناش ہونے سے جگہ پکڑ چکی ہوئی ہے۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ مغربی تعلیم نے اسے بہت ترقی اور مضبوطی دی ہے۔ جب اس کا اثر ہی مادہ پرستی تک ہے۔ لطیف پدارتھوں تک رسائی نہیں۔ تو اس قباحت کا ہونا لازمی ہے۔ پراچین آدرش تو یہ ہے۔ کہ دنیا بھر میں بڑے سے بڑے راج دھن اور بل والے لوگ بھی برہمنوں کے آگے سر جھکاتے تھے۔ سنئیے ودّیا کی قدر دانی یہاں تک تھی۔ کہ ایک کنگال نادار برہمن محض اس وصف کے سبب راجوں سے بھی کئی گنا زیادہ عزّت پاتا تھا۔ بدیشی لوگ لیتھبرج جیسے مورخ بھی واضح کرتے ہیں کہ اس زمانے میں یہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں برہمنوں کی سیوا کے لئے سمجھی جاتی تھیں۔ منو دھرم شاستر خود کہتا ہے:-

ادھیائے ۱ شلوک ۹۶۔ ساکن و متحرک جانداروں میں کیڑا افضل ہے۔ اور اس سے چارپایہ اور اُس سے آدمی اور اُس سے برہمن افضل ہے۔

" " ۹۷۔ برہمنوں میں وید شاستر کے پڑھنے والے اور اُن سے وید و شاستر کے موافق کام کرنے کی خواہش رکھنے والے اور اُن سے وید شاستر کے موافق کام کرنے والے اور اُن سے برہم گیانی افضل ہیں۔

" " ۹۸۔ برہمن دھرم کی صورت ہے اور دھرم کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے مُکت پانے کے لائق ہوتا ہے۔

" " ۹۹۔ [illegible]

ادھیائے اشلوک ۱۰۰۔ جو کچھ اس دُنیا میں ہے وہ سب برہمن کے واسطے ہے۔ کیونکہ برہمن اپنے گیان کی خوبی سے اس سے ٹھیک ٹھیک فائدہ اٹھا سکتا ہے اور دُوسرے ورن گیان کی کمی سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے اسواسطے سب کچھ برہمنوں کا ہی ہے۔ کیونکہ برہماجی کے اُپدیش سے سب کو دھرم سکھلانے کے لئے پیدا ہوا اس لئے سب سے افضل ہے ۔

اوپر کے حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ برہمنوں کی تعظیم کسی نمائش سے نہ تھی۔ بلکہ معقول حقیقتوں پر مبنی تھی اور برہمنوں کا یہ پرتاب اُنکی دُنیاوی پوزیشن سے نہیں تھا۔ بلکہ محض ودّیا اور اعلےٰ کیریکٹر کے سبب۔ وشوامتّر جنم کا کھشتری تھا۔ مگر آچار اور ودّیا کے غیر معمولی اوصاف سے برہمن بنا۔ اس سے بھی بڑھکر ستی کہا یا گیا کوئی اور اہتا س ایسے آدرش پیش کر سکتا ہے کہ وشوامتر جیسا نادار شخص راجہ دشرتھ کے دربار میں آتا ہے ظاہری حیثیت اُس کی یہ ہے کہ پاؤں سے بھی ننگا ہے۔ مگر چکرورتی راجہ بڑے ہرش اور اُتساہ سے پیشوائی کرتا ہے۔ بڑے سمرہجا اور شردھا وستکار سے اونچ آسن پر بٹھاتا ہے۔ اور اُسکی آمد کو اپنے لئے موجب فخر اور مُبارک سمجھتا ہے۔ پھر جب وشوامتّر کی سیوا کے لئے مُستعدی جتائی جاتی ہے۔ اور وشوامتّر یگ کی رکھشا کے لئے رام اور لچھمن کو مانگتا ہے۔ اُس وقت باوجودیکہ راجہ دشرتھ بڑا موہی تھا۔ جس وجہ سے کہ اُس نے رام کے بن باس چلے پر اپنے پران دے دئے۔ باوجودیکہ رام لچھمن کی اوستھا اس قابل نہ تھی۔ کہ ستنترتا سے راکشسوں کا دمن کر سکیں اور باوجودیکہ ایسے ہی اور کارن اور رام اور لچھمن جیسے پتروں کے لئے خطروں کا خیال آتا تھا۔ مگر راجہ کو انکار کی جرأت نہیں ہوتی پیچ و تاب کھاتا ہے۔ مگر ایک برہمن کے کہنے کا اُلنگھن کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ حتّیٰ کہ یہ جتایا جانے پر کہ راگھو کل پر یہ بڑا کلنک رہے گا۔ کہ راجہ دشرتھ نے دھرم پالن سے سنکوچ کیا۔ بلا عذر و حیلہ دو لال پیارے راج کنوار وشوامتّر کے چارج میں دے دئے ۔

فی الحقیقت سچّی ودّیا و حقیقت شناسی کی ترقی کا زمانہ بھی یہی ہو سکتا ہے

جس میں اُسکی قدر دُنیاوی پوزیشن سے زیادہ ہو۔ اسوقت بھی عالموں کی قدر ہے۔ مگر یہ راج یا دولت سے زیادہ درجہ نہیں پا سکتی۔ عالم لوگ جہاں بڑے بڑے کشٹ اُٹھا کر خاص ڈگریاں مُشکل سے لیتے ہیں۔ وہاں پرنس آف ویلز کو یہاں تشریف لانے پر بلا لحاظ متعلقہ علمیّت کے اعزازی ڈپلومے دیئے گئے۔ ہز آنر لفٹنٹ گورنر صاحب پنجاب کو ڈی او ایل یعنی ڈاکٹر آف لنگوئیجز کی پدوی ملتی ہے۔ بغیر زبانوں کی واقفیّت کا خاص امتحان کرنے کے جو اس ظاہر پرستی کا ثبوت ہیں۔

ویدوں کے رُو سے دُنیا کے ٹھیک انتظام کے لئے تین سبھائیں ضروری ہیں اوّل دھرم سبھا جو آتمک سُدھار کرتی ہے۔ دُوسری وِدّیا سبھا جو بُدھی کی اُنتی کرتی ہے۔ تیسری راج سبھا۔ اب کا وِدّیا سبھا یا یونیورسٹی یا محکمہ تعلیم سے رُتبہ کم ہے۔ لیکن کہیں بھی کسی سکول کے متعلق تقسیم انعام وغیرہ کا جلسہ ہو۔ ہمیشہ ہی ڈپٹی کمشنر صاحب یا کسی اور سرکاری عہدہ دار کو پریزیڈنٹ بنانے کیلئے سرتوڑ کوشش ہوتی ہے۔ اسکے بغیر جلسہ پھیکا سمجھا جاتا ہے۔ کہ نہ کچھ انفلوئنس ہوگا نہ کامیابی اور جلسہ بھی بذاتہ وِدّیا پرچار کے متعلق کچھ دلچسپی پیدا کرنیکی مقدّم نیّت سے نہیں ہوتا بلکہ محض خاص دکھاوا کر کے لوگوں کو اپنی حضور میں کرنے اور چندہ زیادہ لینے کے لیے۔ میکانوکیشن کے موقعہ پر لاٹ صاحب کے چیئرمین بننے کے دستور کا پہلے ہی اشارہ دیا گیا تعلیمی معاملات ہی کیا دھارمک وچاروں کے موقعہ پر بھی ایسے ہی لوگ اُنکو اُچیہ ادھیکار دئے جاتے ہیں۔ پراچین سمے میں حقیقت کو نمائش پر قربان کرنیسے زیادہ کوئی اخلاقی غلطی نہ ہو سکتی تھی۔ اسوقت ایسے کاموں کے لئے وِدّیا دھرم اور آچار پر پدوی کا مدار تھا۔ جو پرش ۲۵ سے ۴۸ سال کی عمر تک کا برہمچریہ رکھتے وِدّیا پڑھتے برہمن کی پدوی پاتے تھے۔ وہ دھرم انوکول گرہست سے اس وِدّیا کو عملی تجربہ میں لا کر بنوں میں تپ کرتے اور ایکانت سیون سے وِدّیا کے تتو ذہن نشین کر کے دھرم پرچار کیلئے سنیاس دھارن کرتے تھے یہ ادھیکار بالکل ہی نیاداری کی ہوتی تھی۔ لیکن قدر اُسکی یہ تھی۔ کہ انسانوں میں کوئی ادھیکاری اس سے زیادہ قابل تعظیم نہ سمجھی جاتی تھی۔ پربندھ کرنے نیم آدمی بنانے میں جہاں بہت سے کشتریوں کی سبھا ملکر کام کرتی تھی وہاں برہمن وِدّیا کی خوبی سے محض تین چار کافی ہوتے تھے۔ لیکن سنیاسی عمر علم تجربہ زیادہ بہشتا وغیرہ گُنوں کے ... سے ... دنیا ... سمجھانیکا اعلےٰ اصول تھا یہی مانا تھا کہ برہمچاریوں

ولائت میں کئی لائق انگریز فلاسفر مادہ پرستی کے بھیانک ثمر دکھلا کر اس تعلیم پر مضحکہ اُڑا رہے ہیں اس دیش کے نمائشی جنٹلمین پر یہاں بھی دل لگی اُڑتی ہے۔ بیرونی فیشنوں یعنی کوٹ بوٹ۔ پتلون البرٹ فیشن کے بال۔ نازک چھڑی آنکھوں کے لئے پیبل حماقتی باتوں سے سیلف رسپکٹ کا اظہار ہی جنٹلمینی کا خاصہ بن رہا ہے۔ فیشن کی غلامی کی مثال ایک مہاتما نے ایک لیکچر میں یوں بیان کی کہ ایک موقعہ پر دو صاحب سکنڈ کلاس کی گاڑی میں سوار تھے ایک دوسرے سے ناواقف اپنی اپنی جگہ چپ چاپ بیٹھے جا رہے تھے۔ ایک نے سگرٹ سلگایا جلتی ہوئی دیا سلائی پھینکنے میں بے احتیاطی ہوئی۔ رضائی کے سرے کو جو لٹک رہا تھا۔ آگ لگ گئی۔ قریب تھا کہ زیادہ نقصان ہو مگر سگرٹ کے خیال میں ہی صاحب کو معلوم نہ ہوا۔ دو تین منٹ میں سٹیشن آیا۔ تیسرے صاحب سوار ہوئے اور آگ بجھا کر جب دوسرے جنٹلمین سے پوچھا کہ آپ تو سامنے آگ لگی ہوئی دیکھ رہے تھے آپ ہی بول دیتے۔ تو آپ جھٹ جواب دیتے ہیں۔ میں کیوں بولتا۔ کیا یہ بھی کوئی جنٹلمینی ہے بغیر پہلے انٹروڈیوس ہوئے میں کلام شروع کر دیتا"۔ ایک معمولی سی بات میں فیشن کی غلامی ہر نقصان کو قبول کرا رہی ہے۔ تو وشیوں کے حملوں کا مقابلہ یا ترغیبوں کو روکنا کہاں ممکن ہو۔ اُن سے بلا چون وچرا بڑے بڑے نوجوان کھینچے جا رہے اور تباہ ہو رہے ہیں ماتا پتا کی عزت اُستاد کا ادب محض برائے نام ہے کیر کٹر ہے تو وہ بھی نرالقافیہ۔ دھرم۔ تمر بھاو سادہ زندگی وغیرہ دنبدن ودیارتھیوں سے بھی دُور ہو رہی ہے۔ سوسائٹیاں اور بھی ظاہری نمائش پر لٹو ہو رہی ہیں۔ عہدہ اور عزت جن کو دو۔ اُن سے کام کرا لو۔ ورنہ سرد مہری کا سلوک اور نکتہ چینی مذہبی دُنیا اور ہی رنگ دکھاتی ہے بڑے بڑے نیچ یہاں تک کہ جیل کے سزا یافتہ بھی گورو بنے یا فقیری کا بھیس دھارے چرن پُجوا رہے ہیں۔ کیسا شوک کا ستھان ہے۔ کہ خود غرض روپیہ کے لوبھی شہوت پرست گرمہت کے تمام بندھنوں میں پھنسے ہوئے لوگ رُوحانی دُنیا میں اپنی خاص نمائش کر جاتے ہیں اور خدا کے بڑے پیارے خود خدا بلکہ خدا کے بھی پیدا کنندہ مشہور ہوتے ہیں۔ یہ شوک کسی وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ کہ اس تمام پاکھنڈ کو مضبوط اور وسیع کرنے کے لئے تعلیم یافتہ اور گریجویٹ وایسے لوگ کسی اپنی چالاکی یا انسانی کمزوری سے پھنساتے اور پھر اُن کی تعلیمی لیاقتوں کی ..... سے زیادہ .....

چوتھی فصل

نوجوانو! غور سے پڑھو

پیارے نوجوانو! گزشتہ اوراق کو غور سے آپ مطالعہ کریں۔ تو آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ فی الحقیقت آپ اسوقت نہایت ناموافق حالات میں سے گزر رہے ہیں۔ سچی وید ودیا اور گوروکل سسٹم کے لوپ ہو جانے سے آپ کو بیتھارتھ شکشا مل نہیں سکتی۔ شہروں اور قصبوں کے حالات اور اثرات آپ کے صاف اور سادہ دلوں پر ناپاک اور گرانے والے تلازمے نقش کر رہے ہیں جہاں تہاں دروغ گوئی مکر و فریب۔ شراب و کباب۔ آلس ابھیمان۔ رشوت۔ بھبچار اور ہر طرح کے اتیاچار سے عادات و اوصاف کا سدھرنا اور جسم دل عقل روح کا مکمل تو کیا کچھ بھی ترقی پانا کٹھن ہو رہا ہے۔ ان برائیوں سے بچا کر بھلائیوں اور سچی انسانیت کے مارگ پر پہنچانے والے شکھشک ملنے آج قریباً ناممکن سا ہو رہا ہے۔ مکمل سکیم آپ کو کیرکٹر کے لحاظ سے اعلیٰ بنانے کا اسوقت کہیں تجویز کیا جا رہا ہے۔ یہ اوستھا آپ کیلئے بڑے بھاری گرہست روپی کاریہ کے لئے تیاری کا زمانہ تھی۔ انیک انسانی قوتیں اسی زمانہ میں ہی تو نشو ونما پاتی ہوئیں دنیا کے اندر انسانی زندگی کے مشن کی تکمیل کے لئے جد وجہد کے قابل ہو سکتی ہیں۔ مگر بدنصیبی ہے کہ اسوقت بغیر کسی قابلیت حاصل کئے آپ کو بڑی ذمہ واریوں میں ڈالا گیا ہے۔ آپ ابھی بالکل بھولے بھالے ہیں۔ دنیاوی زندگی کے پیچیدہ اور دشوار گذار رستوں کا آپ کو کیا پتہ۔ مگر والدین نے ہاں آپ کو پیار کرنے والے مگر اور دیا سے آپ کا سچا ہت نہ جاننے والے اور سچے معنوں میں آپکے ظالم اور دشمن والدین نے آپ کو ابھی سے ایک استری کا پتی بنا دیا ہے۔ آپکے دلوں میں اب دُکھن ہی اور لگی ہے جس من نے

ودیا پراپتی میں مگن ہوتا تھا۔ جس من نے اناریوں کو ستیہ کرموں کے لیئے استعمال کرتا تھا۔ وہ خود استری کے پریم میں ڈوبا ہوا یا کام اگنی میں جل رہا ہے یا فیشنوں کا دلدادہ ہو رہا ہے۔ آپ میں سے کتنے ہی کپڑوں سے اپنی جنٹلمینی کے اظہار کے فکر میں لگے رہتے ہیں۔ عجیب عجیب سوٹ بوٹ البرٹ فیشن کے بال کالر نکٹائی کے بغیر جنٹلمینی پوری اتر ہی نہیں سکتی۔ عطر پھلیل کی بھی کیئوں کو لگن ہے ایسے حالات میں اگر آپ کو گیان ہو۔ کہ آپ کی اس عمر کیلئے ڈیوٹی کچھ اور ہی ہے اور کہ آپ اپنے فرائض سے بے خبر اپنے لئے ہانی اور تباہی کے سامان اکٹھے کر رہے ہیں۔ تو آپ کے دل کو چوٹ لگنا ضروری ہے آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ موجودہ حالت میں امن اور سلامتی سے اس بحر دنیا سے پار ہونیکی تیاری کرنا آپ کے لئے ناممکن ہے۔ آپ یہ کہیں گے کہ ہمیں اب برہمچریہ یا گروکل کے مضمون کے متعلق کچھ کہنا یا ہمارے لئے ایسے لیکھ لکھنا کیا پھل دیسکتا ہے۔ نہ تو اتنے گوروکل ہیں کہ سب لڑکے داخل ہو سکیں۔ نہ ہمارے آغاز تعلیم کے زمانہ میں گوروکل سسٹم کا خیال ہی تھا۔ نہ ہمارے والدین کو اس طرف توجہ اب ہماری عمر گوروکل میں داخل ہونیکی۔ لیکن پیارے دوستو! فی الحقیقت کوئی اور تعلیم آپکے لئے اس وقت بھی اسقدر مفید نہیں ہو سکتی جس قدر ایسے نہایت ضروری مضامین کا مطالعہ۔ یدی آپ کے دل پر نقش ہو جائے۔ کہ برہمچاری کے فرائض کیا ہیں اور کہ آپ اُن کے خلاف چل کر بُرے اور مُضر اثرات سے گھرے ہیں۔ تو ضروری ہے۔ کہ آپ کے اندر ان اثرات سے بچنے کے لئے تحریک پیدا ہو۔ اور عجب نہیں کہ آپ مصمم ارادہ کر کے بقول ہمت مرداں مدد خدا۔ سب مشکلوں کو چیرتے ہوئے آخر کیرکٹر کی پوترتا حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ انسان خواہ کسی قسم کے حالات میں ہو وہ کبھی اپنی طاقتوں کے ٹھیک استعمال۔ درڑھتائی اور وشواس اور اُونچے وچار سے کام لیتا ہوا تمام مخالف سامانوں کو ناکامیاب کر سکتا ہے کیا ہی عمدہ نصیحت انگریزی میں ہے۔ جس کا ترجمہ ہے۔ کہ "جہاں کا ارادہ کیا جاوے۔ کوئی نہ کوئی رستہ نکل ہی آتا ہے"۔

پیارے نوجوانو! اگر آپ ان حالات میں اپنے چال چلن کی اور جسمانی ذہنی اخلاقی۔ روحانی ترقی کر سکیں۔ تو فی الحقیقت آپ ہی برہمچاریوں سے زیادہ قابل تحسین اور قابل عزت ہو سکتے ہیں۔ بقول If conquests here are hardly won, our triumph is the greater.

درحقیقت جتنی بھی زیادہ تکلیف اور محنت سے ہم کسی کامیابی کو حاصل کرتے ہیں۔ اتنی ہی کامیابی زیادہ وزن دار ہوتی ہے۔ دنیا کے اندر ذہانت اور قابلیت میں شہرت پانے والے وہی ہیرو ہوئے جنہوں نے ناموافق حالات کو غیر معمولی محنت اور جفاکشی سے عبور کر کے اپنی منزل مقصود کا رستہ کھوجا اور طے کیا۔ نیوٹن نپولین آدی بدیشیوں کے پرانے کارنامے تو کیا تازہ مثال آریہ سماج کے بانی سوامی سوامی دیانند سرسوتی کی ہے۔ بھارت ورش میں گروکل موجود نہ تھا نہیں ایسی انسٹی ٹیوشن کا شاید خواب میں بھی کسی کو خیال نہ آتا تھا۔ والدین آپ کے پورانک تھے ان کی طرف سے آپ کا محقق بننے میں نایک جی طبیعت کی رو کو روکنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا جاتا تھا۔ اردگرد کے سامان ہر کہیں اپنے درجہ اعلیٰ سنکلپ کی بلندی سے گرانے کے لئے سامنے تھے۔ لیکن سیلف ہیلپ کے اصول پر عملی طور پر آپ نے کمال دکھایا تمام مشکلوں کو سچی جرأت اور مستقل مزاجی سے پیچھے ہٹایا۔ اور تمام قواء کو پوتر اور طاقتور بنانے کے علاوہ بدھی کی سچی روشنی کے لئے تمام انسانی کتب سے گزر کر بیچ آگے سیکھے گیان وید تک پہنچایا۔ آج ایک شہر یا علاقہ تو کیا بھارت ورش بھر میں بلکہ دنیا کے تمام ملکوں میں آپ کی لیاقت ذہانت اور صداقت کا شہرہ ہے۔ کل بھارت ورش میں جس بیچ بے زبان جانوروں کو مار کر ہون کرنیکا عام رواج تھا کرم کو چھوڑ کر جنم پر ہی ورن کا مدار رکھ دیا تھا۔ ترقی کا دروازہ تمام کے لئے بند تھا۔ گوشت خوری شراب بھیچار کے دلدادہ ہو کر تمام اخلاق اور انسانیت کو ملیا میٹ کیا جا رہا تھا۔ اسوقت بدھ نے نہایت مضبوطی سے ان اثرات سے اپنے

اور تمام مزخرفات کو ہٹایا۔ بس **پیارے نوجوانو!** اگر آپ بھی ارادہ مضبوط کریں۔ اور ایسی اور اور پستکوں کو جو آپ کی اس اوستھا کا صحیح استعمال اور اصلی پرayojan واضح کر سکیں مطالعہ کرتے رہیں۔ تو آپ کو خود بخود ہی ہانی کارک خیال افعال اور کلام کا پتہ لگنے گا۔ اور ساتھ کے ساتھ ان کے تارک کے وسائل کا علم اور اُس پر عمل کر کے اپنا کلیان کرنے کی تحریک بھی ہو گی۔ اس کے متعلق مفصل اشارے تو بہت طویل ہونگے اس لئے مختصر طور پر بعض امور کا ذکر یہاں مناسب معلوم دیتا ہے۔ جن پر آپ ان حالات میں بھی پوری توجہ رکھتے ہوئے غیر معمولی فوائد حاصل کر سکتے ہیں:

اول۔ آریہ سماج کے مذہبی پرچار سے فائدہ پانا۔

پیارے نوجوانو! آپ کو عام طور پر ہمیشہ اور ہر حالت میں اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ کسی طرح آپ کے من میں بُرے سنسکار نقش نہ ہوں۔ اور یہ امر میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ موجودہ مغربی تعلیم پر ہی نربھر رکھا جاوے تو نہیں ہو سکتا کہ آپ کامیاب ہوں۔ بلکہ بُرے خیالات یا غلط علوم اور غیر ضروری علوم سے ملنے سے نقصان پانا نہایت اغلب ہے اس لئے ضروری ہے کہ جیسے بنے آپ کو اچھے اور پوتر خیالات اور یتھارتھ ودیا کی پراپتی ہو۔ انکے لئے فی زمانہ آریہ سماج کے اپدیش سب سے زیادہ لابھ پہنچا سکتے ہیں سچے معنوں میں ست سنگ یہی ہے ویدہی ست ودیاؤں کا پستک ہے آریہ سماج ہی وید کے الوکوں تمام مذہبی اور علمی مسائل کا پرچار کرتی ہے اور کیا جوان کیا بوڑھا سب کے دلوں میں دلیل ثبوت واقعات حوالہ جات سے نقش کر دیتی ہے۔ کہ فی الحقیقت چیزوں کا یتھارتھ سروپ کیا ہے۔ اس سے نوجوان بلا تعصب آزادانہ طور پر حق و باطل کی تمیز میں مدد پا کر برائی کو تیاگ اور بھلائی کو گرہن کر سکتے ہیں۔ دوسرے مذاہب خاص آدمیوں کی پوجا کراتے۔ اندھا دھند بشواس سے خاص مسائل کو ماننے جاننے اور عقل کی آنکھ کو بند رکھنے پر مائل کرتے ہیں لیکن آریہ سماج انسانی پوجا اور گورو ڈم کو مٹا دنیاوی اغراض سے قائم شدہ روائی [illegible]

آتما کی پوجا اور اس کی سچی ودیا کو مقدم درجہ دیتا ہے اس کے عام اپدیشوں سے وسیع طور پر غور و فکر کرنے اور پدارتھوں کی اندرونی حقیقت کا گیان پانے کی شکشا ملتی ہے اور نوجوانوں میں یہ بھی قابلیت آ سکتی ہے کہ ان کے موجودہ سکول و کالج کے تعلیمی کورسوں میں جو بات غلط یا خراب ہو۔ اس کو اپنے دل پر قابو پانے نہ دیں۔ آریہ سماج کے علاوہ اگر کہیں پورشارتھی نوجوان مل کر آریہ کمار سبھا بنا کر اسی ویدک تعلیم کے پرچار کے لئے اُدیوگ کریں تو اس سے وہ سب اپنے میں سہایتا دے دلا کر منوں کو شدھ اور پوتر بنا سکتے ہیں۔ یہ عام ضرب المثل ہے کہ خیالات دنیا پر حکومت کرتے ہیں لیکن اگر خیالات ہی گندے ہو جاویں تو جسمانی انتظام کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ اور اس لحاظ سے لازمی طور پر تمام وقت فرصت کا یا جتنا بھی بچایا جا سکے۔ ایسی مذہبی شکشا کے پراپت کرنے میں گزارنا چاہیئے۔ خواہ تقریری پرچار سے ملے یا تحریری (مذہبی لٹریچر) سے۔

دوم۔ بیکاری اور ناول خوانی یا دیگر فضول دل لگیوں سے بچنا۔

فارسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ آدمی زادہ چوں شود بیکار یا شود دزد یا شود بیمار۔ یجروید کا ایک عام مشہور منتر نہایت واضح طور پر ہدایت دیتا ہے۔ کہ انسان سو سال تک کرم کرتے ہوئے ہی جینے کی اچھیا کرنی چاہیئے۔ آلسی اور نکمے پرش جس قدر اس بھارت ورش کو ہانی پہنچا رہے ہیں **وہ پیارے نوجوانو!** آپ کو معلوم ہی ہے کہ کروڑوں مفت خور سادھو ایک طرف ہیں اور دوسرے لوگوں کا نکھٹو پن دوسری طرف ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ بھارت باسیوں کی آمدنی فی کس گویا پائی رہ گئی ہے دن بھر سادھوؤں کے علاوہ تمام برہمنوں کو اور اور بھی لوگوں کو نکما وقت گزارتے دیکھ کر کون دلیش باسی ہے۔ جو رنج محسوس نہ کرے افسوس ہے ان سادھوؤں اور نکمے لوگوں میں نوجوانوں کی بھی تعداد بہت زیادہ ہو رہی ہے اور اگر مشغول رہنے والوں کا بھی کھوج لگایا جاوے تو بیکاروں سے ہی بعض حالتوں میں وہ زیادہ مفسد ثابت ہوتے ہیں۔

پیارے نوجوانو! کیسا افسوس ہے۔ کہ آپ میں سے لاکھوں کسقدر وقت تاش میں گذارتے ہیں۔ یا عشق وغیرہ کے قصوں والی ناولوں کے مطالعہ میں محو رہتے ہیں یا اور فضول دل لگیوں کے سامان ڈھونڈتے پھرتے ہیں اگر روکا جاوے۔ یا باز رہنے کو سمجھایا جاوے تو جواب ملتا ہے۔ کہ اجی ہوا کیا۔ فرصت کا وقت ہے چلو اسی طرح گذر جاویگا یہ Innocent amuoement یا بے ضرر دل لگی ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر غلطی اور حماقت کیا ہوگی۔ انسان تمام پیدائش میں افضل اور اشرف المخلوقات اس کی زندگی کا ایک ایک سانس ایسا قیمتی۔ کہ محمود جیسا بادشاہ اپنی موت پر تمام زندگی کی لوٹ مار اور دولت مال و سلطنت کے بدلے ایک سو انس بھی نہ پا سکا۔ کس قدر افسوس ہے کہ ایسی امولیہ وستو کو ہم یونہی پشوؤں کی طرح کلولیں کرتے یا بجو کی طرح آلسی بنے گذاریں اور اگر کچھ کام کریں تو وہ ایسے جو ہمارے اندر پشوؤں سے بھی بڑھ کر گرنے کے سامان پیدا کریں۔ ایسے عملوں کے متعلق وید۔ منوسمرتی۔ اُپنشد۔ شاستر برہمن گرنتھ یکزبان ہو کر پکارتے ہیں۔ کہ کبھی آلس نہ کرنا چاہیئے کبھی دشٹوں کی کتھا پڑھنی یا سننی نہیں چاہیئے۔ سائنس آف نیو لائف کے صفحہ ۱۰۰ پر بھی یہی واضح کیا گیا ہے "خوراک اور پوشاک کے ساتھ ہی عورتوں کے خیالات کو بگاڑتی ہے۔ بیکاری اور ناول خوانی عورت (یا مرد) کے لئے قریباً ناممکن ہے کہ آج کل کا مروجہ عشق اور قتل والا لٹریچر (ناولیں) پڑھے اور خیالات پاکیزہ رکھ سکے اور جب ایسی لٹریچر کے مطالعہ کے ساتھ ہی بیکاری ہو جیسا کہ قریباً ہمیشہ ہوتا ہے۔ تو عورت کے خیالات اور محسوسات لازمی طور پر ناپاک اور ردی ہو جاتے ہیں" کچھ نہ کچھ کرتے رہنا عورتوں کے لئے ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ مردوں کے لئے پھر بھی افسوس ہے کہ ہمارے قصبوں اور شہروں میں ہزاروں شادی شدہ آدمی ایسے ہیں۔ جو اپنی عورتوں سمیت ہمیشہ ہوٹلوں اور بورڈنگ ہاؤسوں میں رہتے ہیں وہ صبح ہی کام پر چلے جاتے ہیں اور بہت رات گئی لوٹتے ہیں۔ ان لوگوں کی عورتیں چونکہ کام کرنے کو بالکل نہیں رکھتیں۔ کسی وقت کچھ سیر کرتی ہیں کچھ سودا سلف خریدتی

ہیں اور واپس آ کر نشیلا کھانا کھاتی ہیں اور تازہ بتازہ جذبات کو جوش دلانیوالی ناولیں پڑھتی ہیں۔ کیا ایسی زندگی سے کوئی پوتر اور نیک بات ہو سکتی ہے"

اسی طرح آگے چلکر فاضل مصنف نے ذکر کیا ہے کہ بہی عورتیں خفیہ طور پر دوسرے مرد بورڈروں سے گپ شپ میں وقت گذارتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے امور کا خاوندوں کو ممکن ہے پتہ نہ لگے لیکن نیز بین لوگ سب جانتے ہیں۔ فاضل مصنف کی یہ بھی رائے ہے۔ کہ زندگی کی کسی اور ضرورت پر بے توجہی سے آدمی اور عورت کی فطرت کو اخلاقی۔ مانسک۔ مجلسی اور جسمانی طور پر نہ پہلے کبھی اتنا نقصان ہوا نہ اب ہوتا ہے نہ آئندہ ہوگا۔ جتنا کہ بیکاری سے ہوا۔ ہوتا ہے اور ہوگا واقعی بیکاری یا فضول شغلوں کی یہی ہانی کارک اوستھا ہے ایک طرف تو انسان غذا وغیرہ سے تردد کرے کہ مجھ میں صحت بڑھے عمر زیادہ ہو۔ یہی ایشور سے پرارتھنا ہو لیکن دوسری طرف قدرتاً اُسکی یہ ہے کہ انسان تنگ آیا ہو اور زندگی کے بڑے بڑے حصوں کو دوبھر سمجھتا ہوا کہے کہ وقت گذرتا نہیں۔ سچ پوچھو تو اس لحاظ سے اگر یہ زندگی پرمیشور سے چھین لیوے تو بہتر ہو تو یا بجائے وقت کو ضائع کرنیکے اور اسکے اس استعمال سے جو ناول خوانی کے ذریعہ منوں میں گندے خیالات بھر دیوے۔ انصاف تقاضا کرتا ہے کہ ہم ایشور سے جلد موت آنیکے لئے پرارتھنا کریں۔

پس پیارے دوستو۔ اس بیکاری تاش۔ شطرنج۔ ناول خوانی وغیرہ کو اپنی روحانی موت سمجھو۔ اور اگر تمہیں فرصت ملے۔ جو کہ تمہیں حاصل کرنیکی کوشش ضروری کرنی چاہئے تو آریہ سماج کا مذہبی لٹریچر جتنا بھی تمہیں مل سکے۔ اسکو مطالعہ میں لاکر بار بار اسپر غور کرو اس سے تمہارا وقت بھی گذر جائیگا۔ اور جسقدر زیادہ آپ میں اخلاق اور روحانیت کیلئے حس ہوگی۔ اسیقدر آپکو یہ شغل دلچسپ معلوم ہوگا۔ سچائیاں معلوم ہونیسے سچے معنوں میں علم کی ترقی ہوگی اور پوتر خیالات سے من کی اوستھا شدھ ہوگی

سرشٹی کا ایک ایک پرمانو ہر سمے اپنا کام کئے جا رہا ہے۔ سورج ہر سمے پرکاش اور

گرمی دے رہا ہے۔ جو چیز اسکے سامنے آوے وہی پرکاش پاوے۔ پرتھوی کا گھومنا پیچی
کا پرتھوی سے غذا کھینچنا۔ بڑھنا بخارات کا بننا جمنا برسنا وغیرہ وغیرہ سب کام بے خطا طور
پر ہو رہے ہیں اور تو کیا خود انسانی جسم کے اندر نہ جانے کسقدر پرزے بلکہ عجیب و غریب
مشین کا کام ہو رہا ہے۔ ہم سووہیں۔ جاگیں۔ چلیں پھریں۔ اٹھیں بیٹھیں۔ معدہ جگر دل وغیرہ
تمام اعضا کام میں لگے ہیں۔ کہیں خون بن رہا ہے کوئی پرمانو ہڈی سے مل رہا ہے کوئی گوشت
سے کسی جگہ ویریہ بڑھ رہا ہے۔ کوئی انگ کام سے [illegible] رہا ہے دوسرے انگ کے ذریعہ
اسکی غذا وغیرہ سے مرمت ہو رہی ہے۔ غرضیکہ کہاں تک بیان ہو۔ سرشٹی میں مصروفیت
ہی مصروفیت کا نظارہ ہے سب چیزیں اپنے دھرم فرض کی بجا آوری میں ہر سمے لگی ہیں اس
سے بڑھکر افسوس کیا ہوگا۔ کہ انسان کی گمراہی یہانتک بڑھ جاوے۔ کہ وہ اس سرشٹی نیم
کے ورودھ چلے اور پھر توقع ترقی اور سکھ کی رکھے۔ حقیقت میں یہ جرم سخت سزا کا مستوجب ہے اور
یہی وجہ ہے۔ کہ ایسے پرشوں کو بیماریاں اور فکر وغم ستاتے ہیں۔ کہیں کام کے جذبات
بھڑکتے ہیں اور کسی استری کے سمبندھ میں پھنسا ہوتی ہے۔ کہیں کچھ اور منصوبہ بازی لڑائی
بھڑائی اور مقدمے کے متعلق ہوتی ہے۔ غرضیکہ آرام اور ساکن رہنے میں آرام نہیں بلکہ
اسطرح دکھوں اور وسوسوں کی اگنی میں جلنا ہوتا ہے اور اپوتر اور کمزور ہونا۔ ہاں سچی
مصروفیت اعلے اور پوتر لٹریچر کا مطالعہ کرنا اور منوں کو شدھ اور شو سنکلپ بنانا ہے۔

سیوم۔ مذہبی کالجوں اور سکولوں کو ترجیح دینا

علاوہ آریہ سماجک لٹریچر سے فائدہ پانے کے نوجوان اگر ایسے کالجوں یا سکولوں کو
ترجیح دیویں جنہیں دھارمک شکشا کا خیال ہو تو یہ اور بھی مفید ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ویدک
شکشا یا سنسکرت کی تعلیم دلانیوالے انسٹیٹیوشن بہت کم ہیں۔ تاہم بہت نوجوانوں کو ان سے
فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بعض صورتوں میں ایسا ہوتا ہے کہ فنڈز کے نہ ہونیسے عملہ لائق نہیں ہوتا۔
سامان کافی بہم نہیں پہنچ سکتا۔ منتظم تجربہ کار نہیں ہوتے۔ مذہبی تعلیم معقول نہیں ہو سکتی۔ ایسی
حالت میں سوائے نقصان کے نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایسی حالت شاذ و نادر ہوتی ہے۔ بالخصوص
سنہ ۱۹۰۳ کے بعد سے اول تو اسوقت ایسے سکولوں کے حالات سب طرح اطمینان بخش ہیں۔

اور اگر معمولی نقص ہوں بھی تو انکا کافی تدارک اخلاقی اور دھارمک شکھشا ہو سکتا ہے اول تو یہ تعلیم بذاتہ سچی ودیا اور منش کیلئے ضروری شکھشا ہے۔ اور دوسرے اس سے طلبا میں اخلاق نیک چلنی اور تعلیم کے لئے پوری توجہ ہوتی ہے۔ طاقتیں نیک چلنی ہی سے بڑھتی ہیں۔ اور طاقتوں کی ترقی سے ہی انسان علم حاصل کرنے کی قابلیت میں ترقی حاصل کرتا ہے۔ اور پھر اگر توجہ کی یکسوئی ان کے ساتھ ہو۔ تو مشکل سے مشکل مضامین کا سمجھ لینا بالکل آسان ہو جاتا ہے۔ اور اسطرح ان اندرونی اوصاف سے اعلےٰ فوائد ملتے اور ان معمولی نقصوں کی کافی سے زیادہ تلافی ہو سکتی ہے۔

چہارم۔ استری پرش کے سمبندھ کی حقیقت سمجھانا

ویریہ رکھشا کی ضرورت اور عظمت پر کافی اشارہ اوپر دیا جا چکا ہے۔ ہر ایک نوجوان کو سب سے زیادہ برہمچریہ کا خیال رکھنا چاہیئے۔ چھوٹی عمر کی شادی یا بھبچار یا اور غلط کاریوں سے ویریہ کو ضائع کرنا نہایت جلد اور بالکل تباہ کرنیوالا عمل ہے۔ اسکی رکھشا نوجوانوں کی آیندہ خوشی اور اعلےٰ زندگی کا کارن ہے۔ ماتا پتا کا اور آچاریہ کا دھرم ہے کہ وہ سنتانوں کو ایسی شکھشا اوشیہ ہی دیویں جس سے وہ اس فرض کو سمجھیں ستیارتھ پرکاش سملاس ۲ میں سوامی جی کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

"ان کے دل پر نقش کر دینا چاہیے کہ ویریہ کی حفاظت میں سکھ اور اسکے برباد کرنے میں دکھ ہوتا ہے مثلاً دیکھئے جسکے جسم میں ویریہ محفوظ رہتا ہے۔ اسکی صحت عقل اور ہمت ترقی پا کر اسکی راحت کا باعث ہوتی ہے ویریہ کی حفاظت کرنے کا طریق یہ ہے۔ کہ عیاشی کی کہانیوں سے۔ عیاشوں کی صحبت سے گندے خیالات کو دل میں جگہ دینے سے۔ کسی عورت کو دیکھنے سے۔ کسی عورت کے ساتھ تنہا بیٹھنے سے اس سے بات چیت کرنے سے اسکے ساتھ چھونے وغیرہ کی حرکات سے باز رہکر برہمچاری لوگ نیک تربیت اور علمی کمال کو حاصل کریں۔ جسکے جسم میں ویریہ نہیں ہوتا۔ وہ ممنت۔ کمزور بے رعب بے عقل

اور بے ہمت ہوا کرتا ہے - اور حوصلہ اور ثابت قدمی اور طاقت و توانائی بے بہرہ ہونے کے باعث تباہ ہو جاتا ہے - اگر تم نیک تربیت تحصیل علم اور ویریہ کی حفاظت کرنے سے اس موقعہ پر چوک جاؤ گے تو دوبارہ اِس زندگی میں تم کو یہ بے بہا وقت نہیں مل سکیگا "

ایسے خیالات پر جسقدر زیادہ غور نوجوان کریں - اتنا ہی مفید ہو سکتا ہے - مگر آج نہ ماتا پتا نہ آچاریہ ایسی شکشا دے سکتے ہیں نہ نوجوان ایسی مفید باتوں پر بچار لیتے ہیں اور اسی لئے برہمچریہ کو تباہ کئے جاتے ہیں - کیسوں کا والدین کی مہربانی سے مدتوں سے بیاہ ہو چکا - وہ تو انٹرنس ایف اے تک پہنچتے ہوئے دو تین بچوں کے پتا بھی بن بیٹھے - کیسوں کا ہونیوالا ہے اسکے علاوہ کئی اور انیک کچیشٹاؤں سے برباد ہو لئے ممکن ہے کئی پرہیزگار اور نیک چلن ہوں - لیکن جسطرح کہ آجکل حالت ہے کہ استریوں کے او لڑکیوں کے درشن اور ان سے ہمکلام ہونیکا موقعہ عام ملتا ہے - بیسیوں ایسی علیحدہ نوجوانوں کو بگاڑنے کا یتن کر رہی ہیں - کھانے اور کپڑے وغیرہ عموماً وشیوں کی اگنی بھڑکانیوالے ہیں - اس سے نیک چلنی کی مثالیں نہایت ہی کم پائی جا سکتی ہیں - سائنس آف نیو لایف کے صفحہ ۹۹ پر لائق مصنف کام واسنا کے پربل ہونے کے اسباب پر مفصل بحث کرتا ہوا لکھتا ہے - کہ

"میں ایسا نیم درج کرتا ہوں جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا وہ یہ ہے کہ آدمی اور عورتیں جسطرح عام طور پر زندگی بسر کرتے ہیں ویسے ہی کرتے جاویں اور جو کچھ کھاتے ہیں وہی کھاتے جاویں جو کچھ پیتے ہیں وہی پیتے جاویں تو اون کی زندگی پاک زندگی نہیں ہو سکتی اور ممکن نہیں کہ وہ عیاش اور شہوت پرست نہ ہوں "

یہ الفاظ انگلستان کے حالات میں پلے ہوئے شخص سے اور انہی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھے گئے ہیں - لیکن یہ تمام دنیا کی موجودہ حالت پر بھی عاید ہو سکتے ہیں اور آپ نوجوانوں ... انگلستان کا لفظا تو نہ کاری ہو سکتا ہے

اسلئے سب نوجوانوں کو سمجھنا چاہئے کہ استری پرش کے سنبندھ کا اصلی پر یوجن کیا ہے۔

ویدک شکشا میں اس سنبندھ کو بواہ کہا جاتا ہے۔ جو ثابت ہو چکا کہ سنتان اتپتی کی ہی غرض سے ہوتا ہے۔ یہ ایک مہان اودیش ہے۔ ایشور کی طرف سے ایک پہلا نیم منشوں کو اس دنیا میں آباد کرنے کے لئے یہ تھا۔ کہ تم سرشٹی کی بردھی کرو

سائنس آف نیو لائف کا پہلا فقرہ حسب ذیل ہے

"انسان کی پیدائش سے لیکر آجتک آدمی کی زندگی اور خوشی دو ہستوں کے پریم اور یکسانیت ریاستوں اور سلطنتوں کی پائیداری اور اقبالمندی سے جس مضمون کا نہایت گہرا تعلق رہا ہے وہ اس لوک اور پرلوک کیلئے نہایت ہی عمدہ۔ نہایت ہی خوبصورت اور اصلی انسانیت کی شکلیں پیدا کرتا ہے"

ایسے مہان اودیش کی بجائے آجکل بواہ محض عیش پرستی اور حیوانی جذبات کی سیری کےلئے کیا جا رہا ہے عموماً خطرہ کیا جاتا ہے کہ کہیں کوئی شخص ویشیا گمن میں نہ پھنس جاوے یا کام باسنا کیلئے ادھر ادھر بھٹکتا نہ پھرے۔ اسلئے بواہ کرا دیا جاتا ہے۔ پیارے نوجوانو! آپ میں سے اکثر مغربی تعلیم کے رو میں بہے جاتے ہیں پشچمی لوگوں کی تقلید ہی آپ کو مرغوب خاطر ہوتی ہے۔ مغرب کو ہی آپ اپنے لئے آدرش سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر آپ ذرا وسیع تحقیقات کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ وہ خود اپنی حالت پر بڑی بے اطمینانی ظاہر کر رہے ہیں۔ ان کے حالات زبان حال سے پکار کر جتا رہے ہیں۔ کہ وہ خود کسقدر سچی ہدایت سے رہنمائی کی ضرورت رکھتے ہیں۔ (سائنس آف نیو لائف صفحہ ۲۸)

"اکثر آدمی اور عورتیں جن بہادروں کے بس میں آکر بیاہ کراتے ہیں وہ عموماً جھوٹے خود غرضی سے بھرے ہوتے ہیں اور مضبوط اور طاقتور اولاد پیدا کرنے اور آدمی کی خوشی کیلئے نہایت ہی ہانی کارک ہوتے ہیں۔ مثلاً لالچ دولت۔ رتبہ۔ خطاب انٹرسٹ سنتنترتا کا پریم۔ خدمتگار کی خواہش والدین کے دباؤ سے بچنے کی خواہش۔ غصہ۔ رشتہ داروں کو ورثہ سے بے تعلق

بھیدٹلچال - اور بہت شاذونادر خالص اور پاکیزہ محبت (یہی صرف مناسب بھاؤ ہے)"

صفحہ ۴۳، ایرکون صاحب کے الفاظ حسب ذیل ہیں -

عام اعتقاد ہے - کہ چونکہ آدمی اور عورت کا بواہ سے قانونی میل ہوتا ہے اسلیئے انکا حق ہے - کہ بے روک ٹوک کام باسنا کی سیری کیا کریں یہ غلطی ہے - نیچر اپنے صحیح قوانین کے عملدرآمد میں انسانوں کے بنائے ضوابط کو تسلیم نہیں کرتی اور جائز طور پر بیاہے ہوئے جو خلاف ورزی اسکے قواعد کی کرتے ہیں شادی شدوں کیلیے اعتدال وشے بھوگ سے بھی اسقدر ہی برے اور پائدار خراب نتائج نکلتے ہیں - جسقدر مجرد آدمی یا عورت کے عمل سے - اور اسکا جائز زناکاری سے کچھ بھی فرق نہیں ہے"-

اگر ان الفاظ کی تہ تک پہنچے کا بھارت باشی نوجوان تین کریں تو انہیں یقین ہو جاوے - کہ استری پرش کے سنبندھ کے متعلق مغربی آدرش انہیں کوئی سبق نہیں دے سکتا - ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند - کے مصداق نوجوانوں کو اس امر میں پوری مایوسی ہوتی ہے - عملی طور پر بواہ کا مدعا یورپ میں بالکل بھولایا جارہا ہے - میرج نامی کتاب کا فاضل مصنف بھی بواہ کے متعلق نقائص کا ذکر کرتے ہوئے صغیر سنی کے بواہ کی تردید کرتا ہے - اور جتاتا ہے کہ نوجوان بے لگام عادات بے اطمینانی وغیرہ کے بس میں آکے بے سوچے سمجھے اندھے ہوئے قبل از وقت ایسے قول اقرار کر بیٹھے ہیں - جو بعد میں نہایت گہرے اور افسوسناک پشچاتاپ کا موجب ہوتے ہیں عشق اور بہشت کے خیالی نظارے دور ہو جاتے ہیں - زندگی کی سنجیدہ حقیقتیں افکار مشکلات بڑی بڑی خرابیاں جلدی ہی ہیجمبری رنجش اور سب سے بڑھکر باہمی بے توجہی کو پیدا کئے جاتی ہیں کاشکہ ایسی مثالیں کم ہوتیں یا محض خیالی - لیکن امر واقعہ اور ہی ہے ہم روز لڑکے اور لڑکیوں کو بال بچوں والا بنے ہوئے دیکھتے ہیں جنمیں اپنی ہی رہنمائی کیلئے لیاقت نہیں ہوتی جب گرہست کی باگ ناقابل ناتجربہ کار ہاتھوں میں دیجائے تو اس امر پر کوئی تعجب نہیں ہو سکتا کہ پہلا کیا نتیجہ نکلیگا ... کا سب بندوبست خراب ہو

ص ۳- انکو [illegible] ... کرتے ہیں -

اور کاروبار غلط طور پر چلائے جاویں۔ ہم سوال کریں گے۔ کہ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ ۱۶ یا ۱۸ سال کی عورتوں میں وہ لیاقت ذہانت اور فراست ہو۔ جو خانہ داری بچوں کی پرورش اور انکے مزاج اور اصول زندگی وعمل بنانیکے لئے نہایت ضروری ہے"۔

غرضیکہ تمام لائق فلاسفر بالاتفاق مغربی بواہ کے علی نتائج سے خود ہا کار مچا رہے ہیں۔ باوجود اعلےٰ تہذیب کا دم بہرنے کے اس سب سے ضروری عمل کے متعلق بہی نقص اسقدر کوٹ کوٹ کر بہرے ہیں کہ معمولی کوشش سے اسکا انسداد وہاں نہیں ہوسکتا۔ کوئن صاحب دیباچہ میں ہی ایک جگہ نہایت دردناک الفاظ لکھتے ہیں۔ وہ افسوس کرتے ہیں۔ کہ جن نقصوں کو لوگ اسقدر محسوس کرتے ہیں۔ ان سے دُکھ اٹھاتے ہیں۔ پھر بھی ان کے تدارک کا خیال نہیں کرتے اِس سے آگے وہ جتلاتے ہیں۔

"کہ ایسے سوال کو چھونا بھی آگ پر ہاتھ ڈالنا ہے۔ یہ عالمگیر زخم یا غلیظ مواد سے بھرا ہوا پھوڑا ہے جس پر انگلی نہیں لگانی چاہئے ورنہ سوسائٹی روپی مریض چلاویگا اور مزاحمت کریگا۔ اور بیمار بچے کیطرح اپنے معالج کو نوچے گا اور لاتیں ماریگا"۔

اس اقتباس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی قوموں میں بھی بواہ سمبندھی کمزوریاں غیر معمولی طور پر موجود ہیں۔ مگر اس سے بھی بڑھکر دل کو یہ خیال ہلاتا ہے کہ کئی اعلےٰ دماغ فلاسفر خود اپنی قوم کو قاتلوں کی قوم کہنے لگے ہیں جو پرش کام باسنا کے بس ہوکر آتمنیت وشے بھوگ سے اپنی استری کی یا استری ہی حیوانی خواہش کے سبب پتی کی موت کا باعث ہوتی ہے۔ وہ اُس پرش یا استری کو قاتل پکارتے ہیں انکے علاوہ عورت کی رضامندی بغیر جو کامی خاوند انہیں بچوں کی ماتا بناتا ہے یا اور طرح بھبچار آدمی سے جو گربہ ٹھہرتے ہیں۔ انمیں بچوں کو جوں توں مار دیا جاتا ہے یا اسقاط حمل ہوتا ہے ایسی حالت میں بھی فتوے قتل کا دیا جاتا ہے جو کہ بالکل صحیح ہے اور یہ امر نہایت ہی رنجدہ ہے کہ ایسی خرابی ترقی پر ہے۔ لوئیل کے ڈاکٹر نا ٹن ایلس نے امریکن سوشل سائنس ایسوسی ایشن کے ایک اجلاس میں ایک مضمون

پڑھا تھا اسمیں انہوں نے صاف کہا - کہ "دنیا بھر کی تواریخ میں کہیں بھی اس ملک کیطرح اسقاط عمل کا عمل عام نہیں ہوا" - انہوں نے یہ رائے بھی ظاہر کی کہ

"صرف نیو انگلینڈ میں ہر سال ہزاروں حمل گرائے جاتے ہیں"۔

وہیو سٹیٹ میڈیکل سوسائٹی والے ڈاکٹر ریمی صاحب کے الفاظ یہ ہیں - کہ

"اس اور اور ریاستوں میں بہت بڑی زبانی گفتگو اور تحریری خط و کتابت اور ذاتی تحقیقات و واقعات کے ملانیسے یہ امر بالکل ثابت ہے کہ ہم قاتلوں کی قوم بن گئے ہیں"

یہ بھاری جرم بڑے شہروں میں ہی نہیں - بلکہ قصبوں گاؤں اور ٹھٹوں میں بھی مقتولوں کی ہاہاکار کا دھواں اٹھ رہا ہے - اور کئی قبیلوں کے قدر چھوٹے ہونے یا آبادی کے خاصکر نیو انگلینڈ میں نہ بڑھتے بلکہ کم ہونیسے جبراً اسقاط حمل کرنے یا حمل کو روکنے کی خواہش کو ثابت کرتے ہیں - چنانچہ مذکورہ بالا مضمون میں ہی ایلن صاحب نے کہا تھا - کہ

"خاص امریکن بچوں میں پیدائش سے بہت زیادہ تعداد موت کی ہے - اور غیر لوگوں کے آکر آباد ہونے یا اولاد پیدا کرنیسے قطع نظر کر کے دیکھا جاوے تو میسچوسیٹس کی تعداد جلدی جلدی کم ہو رہی ہے یہی امر نیو یارک کی شرح پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکن پریوار بالکل ترقی نہیں کرتے اور دیگر ریاستوں کے رجسٹروں کے معاینہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ریمارک سب پر عاید ہوتے ہیں" - اسپر سوال پیدا ہوتا ہے کہ

"پچاس یا سو سال بعد نیو انگلینڈ میں سوسائٹی کی کیا حالت ہوگی -"

ریورنڈ ڈاکٹر ایڈی نے کرسچن ایڈوکیٹ کے ایک پرچہ میں لکھا - کہ

"ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ ایک ہزار کی آبادی والے چھوٹے سے گاؤں میں اچھی پوزیشن والی عورتیں اُس جرم کی مرتکب ہوئی ہیں - جسکو ہم ابھی ثابت کرینگے کہ قتل ہے - اور اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے - کہ وہ مسیح کے مذہب کی ممبر ہیں"

آگے ایڈی صاحب ذکر کرتے ہیں کہ ۱۵ فیصدی عورتیں سنگدلی سے ایسا جرم کرتی ہیں اور مزید برآں اور بہت بڑی تعداد فیصدی اُن کی پشتی کرتی ہے۔ سب سے زیادہ بُری بات یہ کہ نوجوان۔ پاک ناتجربہ کار عورت کا دل ان سنگدل اسقاط حمل کرنیوالوں کے ایدیشوں سے کانپ جاتا ہے۔ تو اسپر مضحکہ اڑا کر یا دلیل بازی سے اسکا منہ بند کرایا جاتا ہے۔ اس سے بھی بڑھکر قباحت لڑکیوں کو اس قتل کے راز سکھانا بچوں سے نفرت کے خیال انہیں بھرنا ہے ..... آگے چلکر ڈاکٹر سیٹو وارٹ کی شہادت دیگئی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

"کم ہی مرد یا عورت مجامعت کے واجبی نتیجہ (حمل یا اولاد) کو تباہ کرنے کے وسائل و طریقوں کی پوری واقفیت کے بغیر سما گم کرتے ہیں۔ شادی شدہ لوگوں میں یہ عمل اتنا عام ہوگیا ہے کہ بڑے بڑے مشہور لوگ نہ صرف یہ جرم کرتے ہیں۔ بلکہ اس کام اور اسکی تکمیل کے وسایل کا اپنے دوستوں میں بڑے فخر سے ذکر کرنا بھی نہیں چھوڑتے"

اس الزام سے بچنے کے لئے بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ جب تک بچہ گربھ میں ہے یا جب تک کہ پیدا ہونے پر بھی وہ حرکت نہیں کرتا۔ وہ بیجان ہے اور اسلئے اسے قتل نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن بڑے بڑے لائق ڈاکٹر دلائل قاطع سے جتلاتے ہیں کہ یہ واقعی جرم قتل ہے۔ کیونکہ گربھ ٹھہتی کیوقت سے ہی روح موجود ہوتا ہے۔ ڈاکٹر بیک صاحب مصنف میڈیکل جیورس پروڈنس اور ڈاکٹر ایڈی صاحب بھی یہی رائے زور سے دیتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں ان اقتباسات سے مغربی سبھیتا کی ساری قلعی کھل جاتی ہے۔ لیکن اصل واقعات سے اور بھی یہ مضمون صاف ہوسکتا ہے۔ اسلئے امید ہے کہ ذیل کے خطوط مفصل طور پر اوپر کے بیانات کا ثبوت دینگے۔ "ان ویلکم چائیلڈ" نامی کتاب مصنفہ ہنری کلارک رایٹ صاحب میں ایک لیڈی کا لیکھ حسب ذیل ہے

"شادی کرنے سے پہلے مینے اولاد ہونے کے خطرہ سکا پتہ اپنے خاوند

کو دیدیا تھا۔ مینے اسے کہدیا تھا کہ میں ابھی ایک ماتا کی ذمہ داری اور مصیبت کا مقابلہ کرنے کو تیار نہیں۔ اس نے مخصوص وقت تک اسکے روکنے کے پربندہ کا اقرار کیا۔ اس اقرار کو توڑ اگیا۔ جب قانونی طریق بواہ کا ہوچکا۔ اور اس نے سمجھ لیا۔ کہ اب میں قانونی اور مذہبی دباؤسے اور بغیر نقصان عزت کے وشئے بھوگ کرسکتا ہوں تو وہ اصرار کرنے لگا کہ میں اپنا آپ اُسکی مرضی پر چھوڑ دوں۔ اُس نے اپنا قول ہمارے گرہست کے آغاز میں ہی توڑ دیا۔ آہ! وہ مہلک شب وصل۔ اُس نے میرے رُوح اور میرے گھر پہ ایسا بادل پھیلا دیا جو تازیست دور نہیں ہوسکتا۔ میں اسے کبھی بھول نہیں سکتی۔ اُسنے اور ہزاروں جوڑوں کیطرح ہمارے ملاپ کی تقدیر پر بھی مہر لگادی اسکی صحت کمزور تھی اور میری بھی۔ اور ہم دونوں میں تانسک اداسینتا تھی۔ لیکن روگ گرست ویریہ سے ہاپت کیا گیا اور گربھ ہوگیا۔ ہم غریب اور محتاج تھے۔ اپنے بچے کے لئے مکان کی کوئی تیاری نہ کی تھی۔ میں ایک روگی عورت تھی۔ ستمبر ۱۸۳۸ء میں ہم ––– آئے اور ایک نئے ملک میں آباد ہوئے۔ اگلے مارچ میں میرے بچہ پیدا ہوا جس نے اسکی زندگی کے خیال سے دکھہ اور خوف کے مارے دھڑکتے ہوئے دل کے نیچے نشو ونما پایا تھا۔ بعد تین ماہ کی کشمکش کے مجھے وہ بچہ بھانے لگا جسکی پیدائش پہلے دوبھر تھی لیکن پیدائش سے پہلے اسکی ہستی کی مخالفت جو مینے کی تھی اور جو بے صبری مجھہ میں تھی اسکا اثر میرے بچے پر سے کبھی دور نہیں ہوسکتا تھا۔ اور اسوقت تک وہ بچہ نامطلوب مادریت کا شکار ہے

ایک سال میں مجھے معلوم ہوا میں پھر ماتا بننے والی ہوں میں خوفناک مایوسی کی حالت میں تھی۔ میرا بلوٹھا مریل اور بہت تکلیف دہ تھا

(یہ اور طرح کا ہو ہی کیسے سکتا تھا) ہر وقت برابر اسکی حفاظت اور پرورش کی ضرورت تھی - میرا اپنی گذارے کے لئے لکڑیاں کاٹا کرتا تھا - مجھے یہ بات اسوقت بھی ایسی ہی معلوم تھی - جیسی کہ اب ہے - کہ ایسی مفلسی اور مصیبت میں بچوں کا دنیا میں لانا بے انصافی ہے - میں نراش تھی - میں محسوس کرتی تھی - کہ ایسی حالت میں ماں بننے سے مر جانا بہتر ہے - میرے دل میں خواہش ہوئی اور میں نے پکا ارادہ کیا کہ اپنے بچے سے خلاصی پاؤں - میں نے ایک اپنی سہیلی سے مشورہ کیا اور اوسکی ترغیب اور مدد سے اسے مار ڈالا - ایک سال سے ہی کم عرصہ میں پھر مجھپر مادریت ڈالی گئی - کوئی عمدہ پراسپیکٹ بچہ کے ساتھ انصاف ہونیکا نہ تھا میرے لئے یہ نہایت دردناک خیال تھا - میں سمجھتی تھی کہ میں اسوقت اور بچہ نہیں رکھ سکتی - سب طرف موت کیطرح اندھکار ہی اندھکار دکھائی دیتا تھا - میں التجا اور پرارتھنا کرتی رہی تھی - کہ پھر آزمائش سے بچوں حتیٰ کہ میں خوشی سے اسے سوئیکار کرنیکو تیار ہو جاؤں - لیکن میرے خاوند نے میری خواہش اور حالت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی خواہش کی سیری کے لئے ضد کی -

میں نے ایک حکیم سے مشورہ کیا - اور اسکو اپنے دل کی ناخوش حالت اور رفع اٹھال اور بچہ پالنے سے دل برداشتہ ہونیکا حال بتایا - اُس نے اپنی دلیلوں - دواؤں اور راؤں سے مستعدی ظاہر کی اور مجھے بتایا کہ اسے کسطرح ضائع کیا جاسکتا ہے - تین ماہ اپنے آپ آزمانے کے بعد میں کامیاب ہوئی میں نے حمل کے پانچ ماہ بعد بچے کو مار دیا ۔ چند ماہ بعد مجھے بڑا رنج اور دکھ ہوا - کہ پھر مجبوراً مجھپر مادریت کا بوجھ ڈالا گیا - میں نے پھر بچے کی ہلاکت کا ارادہ کیا - لیکن جب عملی کام کا وقت آیا تو مجھے چھپانا نہ پڑا - میری صحت اور زندگی خطرے کی حالت

میں تہیں۔ میں اپنے زندہ بچے کی خاطر جینا چاہتی تھی میں نے ارادہ کرلیا کہ اپنے نہ پیدا ہوئے بچے کیلئے جو کچھ ہوسکیگا کرونگی جسکی ہستی خلاف قانون اور ناپسندیدہ معلوم ہوتی تھی مجھے معلوم تہا۔ کہ اسکے بچپنے پر میری مانسک اور جسمانی حالت کا گہرا اور پائدار اثر ہوگا۔ میں کسیقدر اپنی نامبارک تقدیر پر بل گئی تھی۔ اور جہانتک حالات میں ممکن تہا میں راضی برضا وخوش ہوگئی تھی۔ میرے ٹھیک ویسا ہی بچہ ہوا جیسے امید ہوسکتی تھی۔ میں اس کے لئے کچھہ کرسکی اور میں کرہی کیسے سکتی تھی۔

میرے بچہ کی پیدایش کے بعد جلد ہی میرے پتی نے اس انیائے پر زور دیا جسکا وہ عادی ہوچکا تہا۔ بغیر میری اپنی مرضی کے مجھے پھر مجبوراً ماتا بنایا گیا۔ میں بچے سے مخلصی پانیکی کوشش کے لئے دلیری نہ کرسکتی تھی حمل کا گرانا نہایت ہی ظلم۔ خلاف انسانیت۔ خلاف قانون قدرت اور مکروہ عمل معلوم ہوتا تہا۔ میں نے پھر اپنے بچے کی خاطر جو کچھ ہوسکے کرنیکا ارادہ کیا۔ اگرچہ میں خوشی سے اسکو شبہ نہ کہہ سکتی تھی تو بھی اسکی زلیست کو میں نے شانتی سے برداشت کرنے کی ٹھان لی اس کے پیدا ہونے کے بعد میں نے محسوس کیا۔ کہ میں اپنی مفلسی کی شرکت کے لئے اور ایک ناگوار زندگی کی کلفتیں اور آزمائشیں سہارنے والے اور بچے نہیں جن سکتی۔ میں سمجھتی تہی میرے لئے مرنا اور اسطرح اپنی زندگی اور اپنے ماتا بننے کی شکتی کا ناش کردینا بہتر ہے۔ میرے پتی نے قبیلہ کا سارا فکر مجھپر ڈالدیا میں مشکل سے ایک گھنٹہ اپنے بچوں کیلئے دلیکتی تہی۔ میرا پتی ابتک اپنی نفسانی خواہش کی بھٹیری پر تلا ہوا تہا۔ میں تو خاص ایک زندہ غلام تہی زندگانی دلفریب نہ رہی تہی۔ صرف قبر میری پناہ گاہ اور موت میری متر معلوم ہوتی تہی ایسی حالت میں ... ٹھیک

معلوم تھی - اس نے دوبارہ مجھپر ماتا پنے کا بوجھ ڈالا - میں نے اپنے بچے کو مارنے کے لئے ایک ڈاکٹر رکھا اور اپنی زندگی کے سہارے کو تباہ کرنے میں بینے اپنی ماتا بننے کی شکتی کا خاتمہ کر دیا - میں استری پن کے نہایت چمکیلے رتن سے شونیہ ہو گئی - مجھے ایسی تکلیف ہوئی جو صرف عورت ہی سہار سکتی ہے - نہ صرف جسمانی بلکہ روح کے سخت پچھتاوے اور دکھ کی تکلیف اس سب کو بینے اس خوفناک اور مرجھانیو اسے علم خیال سے طے کیا کہ میں یہ سب کچھ اسلئے کرتی وسہارتی ہوں - کہ میرے پتی کی نفسانیت کی تھوڑی سی دیر سیری ہو جاوے - اسپر میری جھوٹھی مذہبی اور اخلاقی تعلیم ایسی ہوتی تھی - کہ اپنا وجود اسکے جذبہ کے حوالے کرتے ہوئے میں دیانتداری سے یقین کرتی تھی - کہ میرا جسم بیاہ سے میرے خاوند کی ملک بن گیا ہے - وہ ایسا ہی کہتا تھا جن عورتوں سے میں صلاح کرتی - وہ یہی کہتیں - کہ تمہارا فرض ہے - کہ پتی کا کہنا مانو - خاوند یہی توقع رکھتے ہیں یہ انکا حق ہے اور جب کبھی ان کی نفسانیت جوش میں ہو - انکی ضرور ہی تسکین ہونی چاہئے - اور کہ صرف یہی طریق ہے - جس سے عورت اپنے خاوند کی محبت قائم رکھ سکتی ہے - میرے لئے اب یہی تجویز تھی - کہ یا تو اسکی خواہش کے آگے خاموش ہو جاؤں - تکلیف وہ متابعت کروں اور پھر حمل گراؤں یا اس سے علیحدہ ہو جاؤں اور اپنے بچوں کو اس شخص کے کمزور رحم پر چھوڑ دوں جسکے ساتھ میں خود نباہ نہیں کر سکی - اسقاط حمل میری فطرت کی ہر ایک حس کے لئے نہایت ہی مکروہ فعل تھا - یہ نہایت ہی ذلیل کام دکھائی دیتا تھا - اور بعض اوقات مجھے خود اپنے آپ پر سخت حقارت اور نفرت ہوتی تھی جب میرا پلوٹھا نَو ماہ کا ہوا تھا مینے اپنی آزادی کے لئے سخت جدوجہد کی تھی ... ہو گیا ... میری بچی کے لئے ... رونا

کہ میری کام باسنا کی سیری کرو جو کہ میرا حق ہے۔ میںنے تب دیکھا کہ اس کا رویہ نہایت ہی حقیر اور مکروہ اپائے کی اوستھا میں ہے میں آنسو بہا بہا کر اور دکھ منا منا کر اپنی اور اپنے بچے کی خاطر کھشما مانگتی تھی۔ اور اگر معصوم بیکس بچے کا خیال نہ ہوتا۔ تو میں قانونی عہد کو نظر انداز کر کے اس کشمکش کا خاتمہ کر دیتی۔ اسکی خاطر میںنے اس آکرمن کو گوارا کیا اور اپنی معلومہ ذلت کو بھی۔ اسکی خاطر میںنے طے کر دیا۔ کہ اور عورتوں اور ماتاؤں کے ساتھ ہی میں بھی دنیا میں اپنی تقدیر بھگتوں وہ سب مجھے یقین دلاتی تھیں۔ اور میں بھی جانتی تھی۔ کہ میرے ارد گرد کی سب عورتیں انہی آکرمنوں کی مطیع اور اسقاط حمل کی مکروہ مشق کرنیوالی بنائی گئی ہیں۔

لیکن تب بھی میں مادریت اور اس تک پہنچانیوالے تعلق کے متعلق اپنے ذاتی حقوق کو [illegible] ہی اور انصاف کے لئے دلائل دیتی تھی۔ ایسی مضبوط جیسی کہ آپ اب دیتے ہیں۔ میں یہ سب کچھ ایسا صاف دیکھتی تھی۔ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں۔ میں تمام گرانیوالے اثرات کے درمیان جنہوں نے مجھے کچل دیا۔ اپنی عورت کی حیثیت والے اندازوں میں سچی اور برحق تھی۔ میں زور دیتی تھی۔ کہ میرا یہ کہنے کا حق ہے۔ کہ کب اور کن حالات میں اس سے ماتا والا عہدہ اور اسکے بچوں کی ماتا بننا سویکار کر سکتی ہوں۔ لیکن وہ ناراض ہو جاتا تھا۔ میرا مالک ہونیکا دعوے کرتا تھا۔ اصرار کرتا تھا۔ کہ بطور بیوی کے مجھے ہر امر میں اپنے پتی کی متابعت کرنی ہے۔ مجھے دھمکاتا تھا کہ میں تمہیں اور تمہارے بچوں کو چھوڑ دونگا۔ اور کہتا تھا کہ تم عورت ہی بننے کے لائق نہیں اپنے اور اپنے بچے کے لئے مہلک نتائج کا خوف کر کے یعنی اتنی دور مغرب میں معاون دوستوں سے دور ہو کر اکیلا اور بے خاوند ہونے کے خوف

سے اور اس ڈر سے کہ میرا ننھا بچہ محتاج رہجائیگا میں نے اپنے خیالات کے اظہار کو بند رکھا اور بعد میں اپنی نارضامندی اور پُر درد کشمکش کو اپنے سینے ہی میں رکھا جہانتک میرے پتی کے اور میرے درمیان نفسانی رشتوں کا تعلق ہے - میں نے ہر پہلو میں اپنے آپکو ایک مصیبت زدہ اور بدبخت عورت سمجھا ہے - بس اب اسے نہایت زور سے دیکھتی و محسوس کرتی ہوں - اگر کبھی میری گود میں بچہ ہوا - تو ہمیشہ مجھے اپنے پتی سے ذاتی تعلق کا خوف لگا رہا - کہ کہیں ایسا نہو کہ مجھ پر نئے بچے کی ماتا بننے کا بوجھ ڈالا جاوے اور مجھے مجبوراً اس بچہ کو قبل از وقت چھاتی سے علیحدہ کر کے دوسرے کو اسکی جگہ لینا پڑے - اپنی مصیبت میں میں اکثر دفعہ پکار اٹھی کہ اے خدا کیا اس حقیر غلامی سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں "

میرے دل کی جو یہ حالت ہو گئی - اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ مجھ میں اپنے خاوند کیلئے مہربانی کے بھاو نہیں تھے - کیونکہ میں اُسکی خاطر بغیر کسی نامہربانی کے بھاو یا کلام کے بلکہ خوشی خوشی ہر ایک مصیبت کو برداشت کر سکتی تھی اور میں نے کیا بھی لیکن میرے آتما کا ہر ایک بھاؤ خاوندوں کے اپنی عورتوں کے ساتھ اس بے لحاظانہ اور مکروہ انیائے کے خلاف پر دلسٹ کرتا رہا کرتا ہے اور ہمیشہ کریگا - کہ اُن کو جوں توں ماتا بنا دیا جاتا ہے - خواہ ان کی طبیعت اور مرضی کے یہ کسقدر خلاف ہو اور انھیں نہایت ناپسندیدہ ہو اور ان کی تکالیف اور ذمہ واریوں کا مقابلہ کرنے کو نہ وہ تیار ہیں نہ ایسا کرنا چاہتے ہیں " آپ کی . . . . . .

مسٹر رائیٹ اس چٹھی پر نہایت پر زور ریمارک دیتے ہیں - اور کہتے ہیں اس سے زیادہ مضبوط الفاظ دلوں کے ہلانیوالے خاوندوں کے بھیچار - ان کی بے رحمی ان کے کمینہ ... ان کی خود غرضی ... [illegible]

ان کے جسم وصحت کو تباہ کرنے کے اعمال کو ظاہر کرنیوالے اور کیا ہونگے۔

اسکے آگے ایک ایسے جوڑے کی دو چٹھیاں دیجاتی ہیں۔ جنکی شادی بڑے پریم اور اطمینان سے ہوئی۔ جو ایک عرصہ تک عوام سے سمجھا جاتا رہا۔ کہ خلوص محبت سے اور پوری دلچسپی وخوشی سے زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں خاوند تعلیم یافتہ تھا۔ عورت اس نے ایسی انتخاب کی جو گویا مجسم طور پر ایک عورت کی کمالیت تھی۔ اس عورت کو بھی اسی طرح بڑا خوش نصیب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جو کچھ اس کے تجربہ میں آیا۔ اسکی تہ تک پہنچنے کا موقعہ اُسے تب ملا کہ اس نے "میرج اینڈ ہیریٹیج" نامی کتاب کا مطالعہ کیا۔ وہ لکھتی ہے۔

میرے پیارے پتی! دل چاہتا ہے کہ میں لیٹ جاؤں اور روؤں۔ اسلئے کہ میں عقل اور روحانیت کے لحاظ سے آپکے ساتھ رہنے کے ناقابل ہوگئی ہوں لیکن سچی شادی کی بنیاد پریم ہے کیا یہ صحیح ہے۔ اور میں اپنی پریم بھری فطرت کو زور سے محسوس کرتی ہوں۔ یہ اعلٰے گہری اور زرخیز ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اگر ٹھیک طور پر کاشت کیجاوے تو کس قسم کے ذہنی اور روحانیت کے پھول اسکی زمین سے شگفتہ ہوسکیں۔

میرے پتی مجھے معاف کرنا۔ اگر میں کہوں کہ میں نہایت زور اور افسوس سے محسوس کرتی ہوں۔ کہ آپ کے اندر روحانیت سے جو اونچے جذبہ ہے اسکی متابعت اور ایک ہفتے کے وشے بھوگ سے استری پن کا نہایت قیمتی جوہر لٹ چکا۔ میرے جسم کا آپکے اور میرے عمل سے برا استعمال ہؤا۔ جو رنجدہ بات ہے۔ آپ اس ترقی اور پوترتا دینے والے جوہر کے نقصان سے تکلیف پا رہے ہیں جو صرف نیک پاک عورت ہی آدمی کو دیسکتی ہے۔

ہمارے ماضی کے لحاظ سے تو الفاظ ظاہر نہیں کرسکتے کہ میں کتنا پچھتاتاپ کرتی اور اپنے آپ کو برا بھلا کہتی ہوں۔ لیکن میری بات کو سچ مانئے کہ نہایت ہی سخت

بننا چاہتی ہوں۔ اس کا عشر عشیر بھی نہیں بن سکتی۔ میں جو نہایت جلدی جلدی استری پن سے شونیہ ہو رہی ہوں۔ اس سے کنارہ کرنے کے بغیر اور آپ کر ہی کیا سکتے ہیں۔ اور اگرچہ میں اپنے رنج اور پچھتاوے کے وقت خیال کر سکتی ہوں۔ کہ میری مانسک اور جسمانی تباہی کے اور کمزوری کے آپ بھی اتنے ہی کارن ہیں۔ جتنی کہ میں ہوں۔ تو بھی خدا کرے میں کبھی اپنائے سے آپ پر الزام نہ لگاؤں ۔ نہ شکایت کروں کہا جاتا ہے۔ آدمی شکایت کرنیوالی عورت سے کبھی پیار نہیں کرتے۔

افسوس۔ اگر اپنی عورتوں سے غیر عورتوں کی نسبت آدھا بھی عزت اور دلی توجہ والا سلوک خاوند کرتے۔ تو شکایت کی وجہ کم ہوتی۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جتنا کوئی عورت اپنے خاوند کی حیوانی خواہشات کے مطالبوں کو پورا کرتی ہے۔ اتنا ہی خاوند میں اسکے لئے پریم اور عزت کم ہوتی جاتی ہے"۔

"پیارے پتی میں آپ سے پریم کرتی ہوں۔ آپ مجھے آنندت کرنے اور بچانیکی شکتی رکھتے ہیں۔ میں آپکو آنند کرا اور بچا سکتی ہوں۔ مگر اسکی بجائے کیا ہمنے ایکدوسرے کو ملعون نہیں بنایا ہے۔ میں زندگی کیلئے آپکے پاس پکارتی ہوں۔ کیا آپ ایسے نردئی ہو جائینگے۔ کہ مجھے موت دینگے۔ میں اپنی زوجیت کو آپکی زندگی کیلئے جاہ جلال کا تاج بناؤنگی۔ ایسے ہی آپ کی مردانگی میرے لئے تاج بن سکیگی۔ کیا ہم شہوت پرستی میں ہی اپنی زندگی کا خاص جوہر کھودینگے جتے کہ ہم میں خالص روحانی محبت کو انوبھو کرنے اور اسکے مہتو کو جاننے کیلئے شکتی نہ رہے۔ میرا دل زندگی کے لئے آپکی طرف رجوع کر رہا ہے۔ جبکہ میرا جسم ان آکرمنوں سے قابل بیان جانکنی میں مبتلا ہے جو میری طبیعت پر نامبارک مادریت کے رنج اور خوف سے بچانے کے لئے کئے گئے۔ ایسے آکرمن جنہوں نے میری روح کو ناپاک اور حقیر کر دیا ہے اور میرے جسم کو قریباً تباہ کر دیا ہے۔ یہ سب آپکی خاطر ہے۔ اسلئے کہ میں آپکی پریم پاتر اور وشواش پاتر بن سکوں۔

مجھے آپکے پریم کے بغیر زندہ رہنے سے زندگی ویدینا بہتر ہے۔ کیا ہم پاک اور اعلےٰ
پریم نہیں کرسکتے۔ بغیر اس پریم کو وشے بھوگ میں خراب کرنے کے۔ میری روح اُٹھنا
اور آپکی طرف جانا چاہتی ہے گویا کہ یہ خدا سے الہام ہو رہا ہے۔ لیکن میں
تکلیف میں مبتلا ہوں اور اپنی موجودہ حالت۔ اپنی جسمانی بیماریوں اور
مانسک کھوں کو انوبھو کرکے۔ اور نا سکت یہ جانکر کہ اس سب کا کارن مجھے اسوقت
ماتا بنایا جانا تھا جبکہ میں ماتا بننے کی آزمائشوں اور ذمہ واریوں کو خوشی
سے اپنے اوپر لینے کو تیار نہ تھی۔ اور ان خوفناک اگر منوں کا خیال کرکے جو
مجھے اپنے آپ اور آپکے نہ پیدا ہوئے بچوں کو سہارنے پڑے۔ میری روح
سخت ہوگئی ہے۔ اور میں اپنی ہی نظر میں گرگئی ہوں۔ جتنے کہ میں محسوس
کرتی ہوں اور اگر یہی عمل مجھپر پھر ہوا۔ تو اس سے بھی زیادہ زور سے محسوس
کرونگی۔ کہ میں سوسائٹی میں منہ دکھانیکے بھی قابل نہیں۔ اگر یہ خیال ہو کہ آپ کی
نفسانیت (خواہ یہ جہالت اور بے سمجھی سے ہی ہو) میری مصیبت اور معلومہ ذلت کا
کارن بنی ہے تو میں جرأت ہی نہ کرتی۔ کہ آیندہ آپکے دل میں بطور ایک جورو کے
جگہ پانیکا حق طلب کرتی۔ ہم دونوں نے غلطی کی ہے۔

آپ میرے جسم کے عاشق ہیں۔ آپ میرے اندر کے پشو کے پوجاری ہیں۔
اگر آپ میرے دل میرے من میرے روح سے زیادہ پیار نہیں کرتے۔ اور میرے
اندر کے حیوان سے زیادہ میرے اندر کے آتما کی عزت نہیں کرتے۔ یعنی اگر
میں آپکی ذہنی اور روحانی فطرت کی ضروریات پوری کرنے کے ناقابل اور
نالائق ہوں۔ تو تمام بیرونی عہد وپیماں دور کر دیجئے۔ مجھے بتایئے کہ کیا میں
وشے بھوگ کے علاوہ کسی اور عہد سے آپکو پکڑنیکی طاقت نہیں رکھتی کیا
میرا آتما آپ پر کوئی اثر نہیں کرتا۔ اگر ایسا ہی ہے تو مجھے آیندہ آپکو پکڑنیکا خیال
چھوڑ دینا چاہیئے۔ یہ محسوس کرکے مجھے بڑی ذلت اور خفت نصیب ہوتی ہے۔ کہ
میرا آپکی ذہنی اور اخلاقی ترقی پر کوئی قابل [illegible]

پیار کرتے ہیں اور مجھے دھرم پتنی کہکر پکارتے ہیں۔ صرف اسلئے کہ میں آپ کی
نفسانی خوشی کا پربندھ کروں۔ اور کہ آپ میرے صرف بیرونی جسمانی عورت پنے
کے سوا میرے لئے کوئی مشتاق توجہ یا پریم بھری عزت نہیں رکھتے ہیں آپکی
بیوی نہیں رہ سکتی۔ جب میں سمجھتی ہوں کہ آپکا میرے پاس آنا اور مجھے
پیار سے ہاتھ پھیرنا ہمیشہ ہی ایک تمہید کا کام دیتا ہے۔ اُس عمل کیلئے کہ میرا
جسم آپکے حیوانی جذبہ کے حوالہ ہو جاوے یا اسپر سوچیا ور ہو میں جانتی ہوں
مجھ میں ایسی روحانی شکتیاں ہیں جو آپکو برکت دے سکتی ہیں۔ اگر اس خوفناک
پھانسی کی بجائے ان کے نشوونما پانے کی آپ تکلیف گوارا فرما دیں۔ آپ جانتے
ہیں میری آپسے جدا کوئی زندگی ہی نہیں۔ اور میں یہ نہیں مانونگی۔ کہ آپ اپنی
بیوی کی اس اپیل کو کان کھولکر نہیں سنینگے۔ میں رو رو کر التجا کرتی ہوں کہ
آپ مجھے ماتا بننے سے معافی دیویں۔ جسکو میرا روح نہیں چاہتا اور جسکی تکالیف
میں سہار نہیں سکتی۔ آپ مجھے یہ حق دینے سے انکار نہ کریں۔ میں سب سے بڑھکر یہی
آپ سے مانگتی ہوں۔

آپکے جو نفسانی تعلقات مجھسے تھے اُن سے خلاصی پانیکی میں نے بار بار کوشش کی ماتا
بننے کی تکلیف جو میں سہار نہیں سکتی اور بچے جو مجھے نہیں چاہئیں۔ اُن کے پیدا
کرنیکے درد اور دکھ سے بچنے کیلئے بھی میں نے بارہا یتن کیا۔ ان اسباب سے میرے
آتما پر بڑا گناہ کا بوجھ ہے۔ تو بھی میں اس امر سے مایوس نہیں۔ کہ آپکے پریم
کی وساطت سے مجھے نجات ملے۔ جیسے میری امنگیں پاک ہیں ویسے ہی
پاکیزہ زندگی بسر کرنیسے اور اپنی زندگی کو گہرے پریم (جو میں محسوس کرتی ہوں اور جسکے
ظاہر کئے بغیر میری موت ہے) کا قدرتی نتیجہ بنانیسے ہم دونوں بہشت کے زیادہ نزدیک ہو سکتے
ہیں۔ میں منظور نہیں کر سکتی کہ عورت پن (اصلی روح اور جوہر یا تو استری پن جو مجھ
میں ہے کو دھبہ لگے یا اسے مٹایا جاوے۔ میں نہیں مان سکتی۔ کہ میری تقدیر ہی یہ ہے
کہ میں استری پن کو اپنی طبیعت سے دور کر دوں میں ایک واڑہ اور پویترا استری

بننا چاہتی ہوں میں آپکے لئے پریہ بننا چاہتی ہوں تاہم ابتک آپکی نسبت جو مضبوط
سے مضبوط اظہار پریم کے ہوئے انکا سوائے اسکے کچھ اثر نہ ہوا کہ آپکے حیوانی
جذبات بھڑک گئے اور اسطرح وہ کل پریم کے اظہار ایسے ثابت ہوئے کہ وہ مجھے قابل نفرت
بناتے گئے۔ کیونکہ ضروری ہے کہ عورت خاوند کو پیاری نہ لگے اور ناپسندیدہ ہو
جبکہ وہ اُسکے آتما کی عزت کرنا چھوڑدے اور سمجھ لیوے کہ بس عورت صرف میرے وشے بھوگ کا ذریعہ ہے۔
آپ مانینگے کہ اسمیں کہیں کہیں خوفناک غلطی ہے۔ ایسا ہو کہ خدا ہمیں ایک مسیح
دیوے جو اس جنگل سے اس مغز سے ہمکو باہر لیجاوے۔۔ آپنے اکثر مجھے اپنے پریم
کے ایوگیہ سمجھکر تنبیہ کی مجھے کہا کہ کیسے تعجب کی بات ہے کہ دوسرے لائق
آدمی میری بابت اعلے رائے رکھتے ہیں اور کہ میں انکی عزت کے ایوگیہ اپنے آپکو
نہیں سمجھتی اگر ہماری جنسی نیچر کا برا استعمال نہ ہوتا۔ تو آپکی دلی اور پاک محبت
میرے عورت پن کے فرائض کو ایسا جلا اور شدھتائی دیتی کہ میں اس سیلف ریسپکٹ
کی کمی سے کبھی تنگ نہ ہوتی۔ صرف اسی سبب سے مجھے آپکے پریم پر شک ہوتا ہے اور
اسی سے میں اپنے آپکو آپکے پریم کے ایوگیہ سمجھتی ہوں۔ بعض اوقات میں خیال
کرتی ہوں کہ پریم سے میرا استری پن اسطرح تباہ ہوگا نہ ہو سکتا ہے پریم آپکو میرے ساتھ
آپکے نفسانی تعلقات میں فوراً ہی ایسی رہنمائی کیا کریگا۔ کہ آپ نادیدہ دانستہ
ہی میری نیچر کے متعلق کوئی غلطی یا اتیاچار نہ کرینگے۔ دوسرے لوگوں کی عزت
سے جو جذبہ مجھ میں جاگتا ہے اسکی تحقیر کرکے میں اسے وشے سیون سے نہیں گنواتی
بلکہ وہ جسم اور روح کو برکت دینے اور ترقی دینے کیلئے پیدا ہوتا ہے مجھے سہاتیا دو۔
اور اپنی مردانہ قوت سے مجھے بچاؤ۔ ہاں خود مجھسے بھی مجھے بچاؤ۔ میں اپنی طرف سے
اپنے پتی کی طرف سے اپنے بچوں کیطرف سے آپسے اپیل کرتی ہوں۔
اپنے آپ اور اپنے ابھی پیدا ہونیوالے بچوں پر جو اتیاچار ہونے کئے۔ انکے لحاظ سے گناہ
و شرم کا گہرا اور دکھدائی اثر میری روح پر رہیگا۔ آہ میں اتنی گر گئی تھی کہ مجھے انکے پیدا
ہونیسے پہلے انکو مار ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوتی یا انکو ایسی زندگی دینی پڑتی جس سے اُن کو جننے

والی ماتاہی نفرت اور گھرنا کرتی تھی

میرے پتی! آپ میری خاطر اپنی خاطر ہمارے بچوں کی خاطر ان امور پر غور فرمایئے اور مجھے اپنے وچاروں سے اطلاع بخشئے۔ اس اپیل کا جواب دیجئے گا۔

(آپکی پیاری بیوی)

اسکا جواب پتی دیتا ہے (اختصار) مانتا ہے کہ مینے تمہیں مصیبت میں ڈالا ہے۔ اپنے نفس کی تسکین کیلئے تمہیں نرک میں گرایا ہے۔ شرمندہ ہوکر اور پچھتا کر مانتا ہے کہ میں تم سے زیادہ اور عورتوں کی عزت کرتا ہوں۔ میرا فرض سب سے بڑھکر تمہارے ساتھ پریم کرنا تمہاری صحت تمہارے جسم تمہارے روح کی پاکیزگی کا خیال کرنا تھا مجھے کچھہ کچھہ تمہاری تکلیف کا پتہ لگتا رہا۔ لیکن وشئے آسکتی سے اور اس خیال سے کہ خاوند جب چاہے عورت سے نفسانی خواہشیں پوری پانیکا حق رکھتا ہے (بغیر اپنی عورت اور پیدا ہونیوالے بچے کے بھلے کا لحاظ کرنیکے) اندھا ہوکر میں نے توجہ نہ کی۔ بار ہا تمہاری التجا سنی۔ مگر میرے دل پر اثر نہ ہوا میں بہرہ ہو رہا تھا۔ میں اپنے طرز سے تمہیں بھی دھوکا دیتا رہا اور خود بھی دھوکھا کھاتا رہا۔ اب وہ جذبات کی غلامی سے پیدا ہوا اندھا پن نہیں رہا تمہاری اپیل نے نہایت گہرا اثر کیا ہے۔ میں لمحہ بھر کے سکھہ کیلئے تم نے اپنے جسم روح کو گرایا۔ سیلف رسپکٹ اور پیدا ہونیوالے بچوں کو قربان کیا۔ اب سے آیندہ میں غلطی کی تلافی کرونگا۔ مینے تمہیں مجبور کیا تمنے اس سب کو اسلئے منظور کیا۔ کہ تم مجھسے پیار کرتی تھی مینے تمہارے دل میں سخت نفرت اس ننھی جان کیلئے پیدا کی جو میرا بھی بچہ تھا اور تمہارے گربھہ میں پل رہی تھی مینے تجھسے وہ عمل کرایا جس سے ایک نیک پاک اور سچی عورت نفرت کرتی ہے۔ یعنی بچوں کا قتل کرایا۔ اپنے جرم کا ذکر نہ کرو مت کہو کہ تم میرے ساتھ رہنے کے لائق نہیں گئی ہو۔ اگر تم مجرم ہو۔ تو میں کیا ہوں اگر سیلف رسپکٹ گنوا دینے سے تم ذلت محسوس کرتی ہو۔ تو مجھے کیا محسوس کرنا چاہئے

خود [illegible] میں [illegible] اگر [illegible] اور [illegible] ہی [illegible]

خواہ کرنا۔ تو کیا تمہارے آتما پر اسقاط حمل کا کلنک لگتا۔ خدا مجھے مدد دیوے مجھے بُرا دکھ اور کلیش ہو رہا ہے اس خیال سے کہ میرے بے لگام جذبات نے تمہارے جسم کو اور روح کو اسقدر درد دکھ اور رنج و غم دیا ہے۔

کیا اسپر بھی مجھے معاف کر سکتی ہو۔ کیا آپ پھر بھی مجھے اپنے پریم کا وشواس پاتر بنا سکتی ہو۔ کیا آپ پھر سے پُرشتو کی عزت کر سکتی ہو جس نے آپ پر بہت اندوہ وغم ڈالا آیندہ میں آپکی خواہش خوشی صحت اور پرسنتا کو اپنی نفسانیت سے مقدم جانونگا۔

پرم پیاری! مجھپر بشواس کرو میں آیندہ کیلئے پلیج (قول) لیتا ہوں ایسا موقعہ ہو تو یہ اقرار نامہ میرے سامنے رکھنا میں اسکی تعظیم کرونگا۔ یعنی اسکا پابند رہونگا۔ ممکن ہے تمہاری جسمانی صحت پہلی حالت میں نہ آوے۔ نہ دل کی شانتی ہو تمہیں اپنے پتی پر پورا بشواس ہو۔ تاہم میری طرف سے کوشش میں کوئی کمی نہ رہیگی۔ میری تحریر کو صحیح مانو اور تمہارے خدا نے جو پریم جو بشواس اور طاقت دی ہے اسپر بھروسہ کرو۔ پیاری پتنی ادھر کو دیکھو اور بشواس کرو ہاں بشواس کرو اور ایکا بشواس رکھو۔ آیندہ ہمارا پریم سے بیگانہ ہی گذارہ ہوگا۔ آپ آیندہ ایک فخر کرنیوالی پریم پاتر شودھ اشتر اور پرسن چت ہوتی ہونگی غرضیکہ آپ فی الحقیقت میری بچانیوالی میرا ایکا بچانیوالا ہوگا وغیرہ "

مسٹر رایٹ اس خط و کتابت پر پھر حاشیہ چڑھاتا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ آج بیاہ والی زنجیر کی صرف ایک کڑی یعنی وشئے بھوگ پر ہی عمر کا خاتمہ ہوتا ہے۔ کچھ توجہ نہیں کہ اور کیا کیا پریوجن ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ کسقدر عورتیں جرأت کر کے اپنے پتیوں سے ایسی اپیل کرینگی۔

پیارے نوجوانو! ان خطوط کو اور تمام اقتباسات کو غور سے پڑھو فی الحقیقت مغربی لوگ خود ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں۔ ان کے بہت سے لائق لوگ اگرچہ بہت ٹھوکریں کھا کر کچھ سیکھ پاتے ہیں۔ لیکن کلی طور پر سچے اصول اسوقت پر چلنے میں مشکل ہو رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کسی خاص ولایت میں کیا حسب قول کون صاحب کل دنیا میں دکھ کا زیادہ سبب اسی سنبندہ کی اصلی واقفیت نہ ہونا ہے وہ لکھتے ہیں " ہر ایک صاحب ناظر اور سوچنے والا تسلیم کریگا کہ اول تو نصف دکھ دنیا کی مصیبت کا تو ضروری بیاہ کے تعلقات کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے "

اسکا اُپائے سوائے اسکے کچھ نہیں ہو سکتا - کہ منش ماتر کو وید گیان کا پرکاش پہنچے اور انہیں حقیقت معلوم ہو - کہ وید میں ایک منتر اس امر کو ہزاروں پہلوؤں سے واضح کر رہے ہیں چنانچہ ایک منتر ۵۸ - ادھیائے ۱۱ یجروید کا حسب ذیل ہے "ہے برہمچارنی کماری استری ! جو تو دھنشے پران وایو کے سم تلیہ نشچل ہے اور وستریت سکھ کرنے ہاری ہے اس تجھ کو وید میں وہاں کئے گایتری آدی چھندوں سے چوبیس برس برہمچریہ رکھنے والے ودوان لوگ میری استری کریں ہے کمار برہمچاری پرش جو تو پران وایو کے سمان نشچل ہے اور پرتھوی کے سمان کھشما یکت ہے جس تجھ کو اگت وسنگیک ودوان لوگ وید میں پرتی پادن کئے گایتری آدی چھند وکہے سہرا پتی کریں سو تو اپنی پریہ پتنی مجھ سندر سنتانوں وہن کی لکشمی گئو پرتھوی وابانی کے سوامی پن اور سندر پراکرم کو ستھاپن کریں تو دونوں ایک گرہاشرم سے اتپن ہوئے بہت سنتانوں کو ودیا دینے ہارے آچاریہ کو ودیا گرہن کیلئے سمرپن کریں ہے استری جو تو اکاش کے سمان نشچل ہے اور اذناشی پریم یکت ہے اس تجھ کو ودر سنگیک ۴۴ برس برہمچریہ سیون کئے ودوان لوگ وید میں کہے ہوئے ترشٹپ چھند سے میری استری کریں ہے دیر پرش جو تو آکاش کے سمان نشچل ہے اور دڑھ پریم سے یکت ہے جس تجھ کو ۴۴ برس برہمچریہ کرنے ہارے ودوان لوگ وید میں پرتی پادن کئے ترشٹپ چھند سے میرا سوامی کریں وہ تو اپنی پریہ پتنی مجھ میں بل تہا ستیہ دھرم سے یکت سنتانوں راجیہ لکشمی کی پشٹی بڑھانیکے ادھشٹاتر آ اور راجیہ پراکرم کو دھارن کر میں تو دونوں ایک اُدر سے اتپن ہوئے سب سنتانوں کو اچھی شکشا دے کر وید ودیا کی شکشا ہونے کیلئے انگ اپانگوں کے سہت وید پڑھانیوالے ادھیاپک کو دیں ہے ودوان استری جو تو آکاش کے سمان اچل ہے سوریہ کے سدرش پرکاشمان ہے اُس تجھ کو اڑتالیس برس برہمچریہ کرکے پورن ودیا اور بل کی پراپتی سے آپت ستیہ دھاری دہرماتما ودوان لوگ وید میں کہے جگتی چھند سے میری پتنی کریں ہے ودوان پرش جو تو آکاش کے تلیہ دڑھ اور سوریہ کے تلیہ پرکاشمان ہے اس تجھ کو اڑتالیس برس برہمچریہ سیون ہارے پورن ودیا سے یکت دہرماتما ودوان لوگ وید یکت جگتی چھند سے میرا پتی کریں - وہ تو اپنی پریہ بھاریا مجھ میں شبھ گنوں سے یکت سنتانوں چکرورتی راجیہ لکشمی کی پشٹی سمپورن ودیا کے سوامی پن اور سندر پراکرم کو دھارن کر ہم تو دونوں ایک ...

سہت سب ودیاؤں کے پڑہانے ہارے آچاریہ کو سمرپن کریں۔ ہے سندر ایشوریہ یکت تیجی جو تو سُوتر آتما پران وایو کے سمان نشچل ہے اور سب وِشاؤں میں کیرتی والی ہے۔ اُس کو سب منشوں میں شوبھایمان سب اپدیشک وِدوان لوگ وید میں کہا تو شٹھُپ چھند سے میرے آدھین کریں۔ ہے پرش جو تو سُوتر آتما وایو کے سدرش سہت ہے سب وشاؤں میں کیرتی والا ہے۔ جس تجھ کو یہ جاہیں شوبھایمان سب وِدوان لوگ میرے آدھین کریں۔ سو آپ مجھ میں شبھ لکشن یکت سنتانوں سے ایشوریہ کی نشٹھ۔ بانی کی چترائی اور سندر پراکرم کو دھارن کریں میں تو دونوں جنے اچھا اپدیش ہونیکے لیئے اپنے سنتانوں کو ستیہ کے اپدیشک ادھیاپک کے سمیپ سمرپن کریں۔"

اس ایک ہی منتر میں وہ کل شکھشائیں بھری پڑی ہیں جنپر پورا وچار اور عمل کرنے سے گرہست کے اندر سروپرکار کے سکھ پہل سکتے ہیں۔ اسکی ویاکھیا صدہا بلکہ ہزاروں صفحوں پر ہو سکتی ہے لیکن جن نکات کا سرسری نگاہ سے ہی پتہ لگتا ہے۔ انکا مختصرات اشارہ ہی یہاں کافی ہوگا (۱) اسمیں ور اور کنیا کے گن کرم اور سوبھاؤ ملانے کی ہدایت ہے (۲) دونوں کا برہمچریہ پالن کرنا لازمی ہے (۳) یتھارتھ ودیا کی پراپتی دونوں کے لیئے آوشیک ہے۔ (۴) برہمچریہ کی میعاد ۲۴ سے ۴۸ سال تک جتائی گئی ہے (۵) وسو۔ رُدر۔ آدتیہ آدی برہمچریہ کی مختلف قسمیں اور ان کی اصلیت جتائی گئی ہے (۶) بواہ کیلیئے دونوں پکھشوں کو ایکدوسرے کی پریکھشا کا ادھکار دیا گیا ہے (۷) بواہ کا مدعا سنتان اُتپتی جتایا گیا ہے۔ یا گرہست کے کام میں مثلاً سنتانوں کی پالن ورکھشا میں ایکدوسرے کی سہائتا کرنا وغیرہ (۸) بواہ کا سبندھ اٹوٹ بتایا گیا ہے گویا طلاق وغیرہ کی تردید ہے۔ کیونکہ اسطرح دونوں کا سنبندھ نشچل نہیں ہو سکتا (۹) گرہست کا مدعا محض لائق اور دھرماتما منش دنیا میں لانا اور ودیا دھرم آدمی کے پرچار کے سامان بہم پہنچانا جتایا گیا ہے (۱۰) سنتان اُتپتی کیلیئے پرش اور استری دونوں کی یوگیتا کے علاوہ پرستتا کو لازمی جتایا گیا ہے (۱۱) پیدا ہوئی سنتان کی شکھشا کو سب سے مقدم ضرورت جتایا ہے (۱۲) پہلے ماتا پتا کی طرف

سے سیکھنا ہونیکی ہدایت ہے بعض بچوں کو ادھیا پکوں کے سپرد کرنیکی (۱۴)، ادھیا پکوں کے گنوں کا بھی کافی اشارہ دیا گیا ہے۔ وہ ستیہ کے پریمی اور نیکے سداچاری ہوں (۱۴) استریوں کے کنیاؤں کو پڑھانے اور پرشوں کے لڑکوں کو پڑھانے کی ہدایت ہے (۱۵) ماتا پتا کو اور گرہستیوں کے ودیا پرچار کیلئے دھن آدی جتنا ہو سکے خرچ کرنیکی سکھشا ہے۔

اسی طرح کی اور سکھشائیں بھی ملتی ہیں انکے علاوہ جو سندر تشبیہات یا استعارے ہیں وہ اور بھی معنے خیز ہیں اگر آج سنسار میں اس منتر کے مطابق عملدرآمد ہو تو سب قباحتیں دور ہو سکتی ہیں۔

مغربی فلاسفر بھی جتنا اپنے تجربہ اور لیاقت کی بنا پر غور کرتے ہیں اتنا ہی وہ ویدک سدھانتوں کے قریب آتے جاتے ہیں۔ چنانچہ جو امور اس وید منتر سے واضح ہوتے ہیں اور جنکی تشریح سنسکرت کے لٹریچر میں واضح طور سے ملتی ہے۔ منو سمرتی گرہیہ سوتر آدی کے علاوہ سوامی دیانند آدی سب جن پر متفق ہیں وہی سدھانت مغربی ودوانوں کے دماغ کو تسخیر کر رہے ہیں۔ چنانچہ بطور نمونہ چند مثالیں یہاں دیجاتی ہیں۔

(۱) ویدک سدھانت ستیارتھ پرکاش آدی دوارا اسب یہ واضح ہو چکا ہے کہ بیاہ سو۔ یمبر ریتی سے ہونا چاہیئے اور اسمیں گن کرم سوبھاؤ کا ملنا اوشیک ہے۔ یہی مغربی فلاسفر پرچار کر رہے ہیں ور مکمل ملاپ کیلئے جو خوشی اور اعلےٰ جسمانی تیاری کیلئے لازمی ہے۔ ضروری ہے کہ جس آدمی یا عورت کا بیاہ ہونا ہے۔ انہیں چال چلن کے بڑے بڑے امور میں ذرا بھی فرق نہ ہو جس خاوند نے بے اعتدالیوں سے وہ آسکتی میں ترقی کی ہو۔ اسکا ایسی عورت سے بیاہ ہو جاوے جسمیں پریم ٹھیک اندازے کا ہو۔ تو ان میں ضرور ان بن ہو جائیگی۔ جس پتی کی اخلاقی حسوں میں نقص ہو۔ اسکا ایسی عورت سے بیاہ ہو جو نیکی خوبی اور پوترتا کی اُمنگیں رکھتی ہے تو اس سے یقیناً گرہستہ کی زندگی ناکامیاب ہو گی اور اسطرح تمام امور میں جو کہ گرہستہ میں شامل ہیں۔ مطابقت ضروری ہے۔ جس سے آتما کا آتما سے زندگی کا ملاپ ہوتا ہے۔

"اگر آدمی کی مجلسی قابلیتیں ترقی یافتہ ہوں تو عورت کی بھی ایسی ہی ہونی چاہئیں اگر آدمی کی اخلاقی اور مذہبی طبیعت ہو۔ تو عورت کی بھی ایسی ہی ہونی چاہئے۔ اگر آدمی میں دور اندیشی پیش بینی عقل سے سوچنے اور غور کر سکنے کی شکتی ہو تو عورت میں بھی ہونی چاہیے ......" (سائنس آف نیو لائف صفحہ ۱۴۱)

اسی طرح جارج سٹرنس صاحب اپنی کتاب "ہاؤ ٹو میری" میں شادی کی مطابقت کیلئے ذیل کا نیم لکھتا ہے "ایسے ساتھی سے بیاہ کرو۔ جو عین تمہارے جیسا دوسرا۔ زیادہ سے زیادہ تمہارے برابر (ڈیل ڈول میں)، اور تمہارے مانند ہو (۱) عمر میں بڈھے اور جوان باہمی شادی کے ایسے ناقابل ہیں جیسے گورا و کالا (۲) مزاج میں .... (۳) ذہانت میں .... (۴) جذبات میں .... وغیرہ وغیرہ بلکہ ایسا ہی "میرج اینڈ ہیرڈیٹی" "سکشول فزیالوجی" وغیرہ تمام پستکوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بواہ کی کامیابی محض دلوں کے پریم پر منحصر ہے۔ اور جتنا یہ دلی پریم زیادہ ہوگا اتنا ہی گرہستہ سکھدائی ہوگا اس پریم دلی کے لئے گن کرم سوبھاو کا ملنا لازمی ہے اسی سے پریم کمالیت پاتا ہے۔ اور اگر کسی معمولی امر میں اختلاف بھی ہو تو عام چلن کی پوری مطابقت سے وہ بھی ہوتے ہوتے دور ہو جاتا ہے (۵) شادی کی عمر پرش کے لئے ۲۴ سے ۴۸ سال اور استری کیلئے ۱۶ سے ۲۴ ہے۔ سو اسکی نسبت بھی مغربی فلاسفروں کی رائے مطابق ہے تمام لوگ متفق ہیں کہ عورت کی شادی اسکی پوری جوانی میں ہونی چاہیے بعض ۱۶ بعض ۱۸ سال بتاتے ہیں کون صاحب ۲۰ سے ۲۴ سال بتلاتے ہیں۔ مرد کیلئے ۲۸ یا ۳۰ سال سے پہلے شادی کی ممانعت کرتے ہیں۔ اسمیں ظاہراً قدرے اختلاف ویدک سدھانتوں سے پایا جاتا ہے۔ عورت کی عمر جہاں ۱۶ سال تک بھی ہمارے یہاں قابل شادی سمجھی جاتی ہے اور مرد کی ۲۴ تک بھی۔ وہاں کون صاحب پرش کی کم سے کم ۲۸ اور استری کی ۲۰ سال کہتے ہیں۔ لیکن غور کیا جاوے۔ تو یہ فرق بھی ویدک سدھانت کی عظمت کا بودھک ہے۔ کیونکہ کون صاحب خود فصل ۲ میں "شادی کی عمر" پر وچار کرتے ہوئے مانتے ہیں کہ عمر ملکوں کی آب و ہوا کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے گرم ملکوں میں بہ نسبت ... زیادہ جلدی بلوغ

جاتا ہے اور سرد ملکوں میں دیر سے پکتا ہے۔ اور اسلئے یہ صاف ہے کہ چونکہ انگلستان سرد ملک ہے۔ وہاں عمر میں کم وبیش ایزادی ضروری ہے اور اسی سے یہ بھی ثابت ہے کہ ویدک گیان تمام ملکوں کیلئے سچی تعلیم دیتا ہے کیونکہ گرم سے گرم ملک میں بھی ۱۶ سال سے پہلے شادی نہ ہونی چاہیئے اور زیادہ سے زیادہ عمر ۲۴ سال استری کی ہے اس سے زیادہ کیلئے کوئی ودوان اصرار نہیں کرتا (۳) یہ بھی عام مشہور مسئلہ ہے کہ ویدسرتی کی آشاکے ساتھ لوگوں منوسمرت کار سوامی دیانند آدی سب یہی کہتے ہیں کہ مقررہ عمر سے پہلے بواہ ہونے سے اول تو اولاد ہوتی نہیں۔ ہو تو جیتی نہیں۔ جیسے تو کمزور رہتی ہے ویسے ہی مغربی ودوان کہتے ہیں صفحہ ۳۲ پر کون صاحب کے یہ الفاظ ہیں۔

"چھوٹی عمر کی شادی سے جو بچے پیدا ہوں۔ کمزور ہوتے ہیں۔ بیماری کے شکار ہوتے اور عموماً چھوٹی عمر میں مرجاتے ہیں۔ اور اگرچہ ظاہری صورت شکل سے بالکل تندرست اور طاقتور معلوم ہوں تو بھی وہ سن بلوغت تک شاذ و نادر ہی پہنچتے ہیں اور بڑھاپے کا تو ذکر ہی کیا ہے"

ماتا کی ترقی رک جاتی اور کم ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد نازک اور خراب صحت اور اس سے پیدا ہونیوالی تکالیف ہوتی ہیں بڑھاپا جلد آتا ہے . . . . .

"جو شخص ۲۸ یا ۳۰ سال کی عمر سے پہلے بیاہ کرتا ہے یا جوانی سے پہلے ہوگ کرتا ہے یا ٹھیک برہمچریہ برت سے بہت الٹ برتاؤ کرتا ہے وہ اپنے جسم کی ترقی کو بند کرتا ہے۔ اپنے سارے نظام عصبی کو کمزور کرتا ہے۔ اسکے پٹھے زرد اور پلپلے ہو جاتے ہیں۔ رگیں کمزور ہوتی ہیں دماغ ہمیشہ کیلئے بند رہتا اور دب جاتا ہے اور وہ خاص جنم کے بیوقوف سے زیادہ بالغ زندگی میں دنیا کے بڑے بڑے لوگوں میں نام پیدا نہیں کرسکتا۔ بیماری قبل از وقت بڑھاپا اور موت اسکی زندگی کو افسوسناک طور سے ناکامیاب کرتے ہیں"

ایک اعلے تصنیف "سیرج" نام کا مصنف صغیرسنی کی شادی کے مضمون پر لکھتا ہوا یہی کہتا ہے

(۴) یہ امر سوامی دیانند نے [illegible] منوسمرتی [illegible] کے [illegible] دلائل ہے

ثابت کیا ہے - کہ جس خاندان میں نیک عمل نیک آدمی وید کی شکھشا نہ ہو جسم پر بڑے بڑے بال - یا جسمیں بواسیر - تپ دق - دمہ کہانسی امراض معدہ مرگی جذام ہو اس خاندان میں بیاہ نہ کرے - خواہ اسمیں دولت مال و دنیاوی جاہ و حشمت کسقدر ہی کیوں نہ ہو - اسی طرح مور کہہ بیمار - زرد رنگ والی وغیرہ وغیرہ نقصوں والی عورت اور اسکے خلاف کئی نقصوں والا مرد بھی شادی سے ترک کیا جانے کے قابل بتایا گیا ہے - اسی آشا کو تمام مغربی فزیالوجسٹ واضح کر رہے ہیں چنانچہ جن کتابوں سے اقتباس اس لیکھ میں دیئے ہیں - وہ بالاتفاق ایسی صورتوں و خاندانوں سے بواہ کے سمبندھ کی ممانعت کرتے ہیں اور ساتھ ہی جو عورتیں اپنی چھوٹی کمر بنالی ہیں خوبصورتی نمائشی بناتی ہیں - زیوروں سے اور پوشاکوں سے دہوکا دیکر بیاہ کیلئے مرد کو فریفتہ کرنا چاہتی ہیں انکو تیاگنا ہی مناسب جتایا ہے - خاندانی بیماریاں اور عورت و مرد کی ذاتی کمزوریاں و بیماریاں فریقین کے احتیاط بہرے غور کے قابل جتائی ہیں - اور ان مضامین پر بڑے بڑے لیکھ لکھی ہیں (۵) اسیطرح سوامی دیانند نے نہایت معقولیت سے نزدیکی رشتوں کی شادی کی تردید کی ہے اور منو کے پرمان سے جتایا ہے کہ جو لڑکی اس کے خاندان کی چھ پشتوں میں اور باپ کے گوتر کی نہ ہو اس سے شادی کرنی چاہیئے نزدیکی بواہ سے ترقی کی کمی اور بیماریوں و دیگر خرابیوں کی زیادتی یقینی ہے اسکو بڑے زور سے مغربی تصانیف واضح کرتی ہیں "میرج اینڈ ہیریڈیٹی" میں مختلف تحقیقاتوں سے ہندسی دیگر نتائج قبیحہ پر روشنی ڈالی گئی ہے -

کون صاحب کہتی ہیں کہ خیراتی انسٹیٹیوشنوں کے مختلف نقشہ جات سے معلوم ہوا کہ بہرے گونگے بنجے لولے کوڑہی کند ذہن کمزوروں وغیرہ کا وجود زیادہ تر سگوتری بواہ کے سبب سے ہے

گارینر صاحب اپنی تصنیف پرنسپل آف ہیومن فزیالوجی میں لکھتے ہیں - کہ ۵۹ مخبوط الحواس آدمیوں میں سے جنکے والدین کا پتہ لگ سکا انسے معلوم ہوا کہ ۱۷ اسگوتری بواہ سے پیدا ہوئے تھے - اسکے علاوہ اور بھی ایسے ہی تھے جنکی نسبت ٹھیک حالات معلوم نہو سکے -

ان ۱۷ اشخاص کا جن سترہ خاندانوں سے تعلق تھا انکی حالت کا پتہ لیا تو معلوم ہوا کہ انمیں کل ۹۵ بچے پیدا ہوئے تھے ان میں ... مخبوط الحواس ... کو لغفی ... اور ... [illegible]

کون صاحب اس پر بحث کر کے اخیر میں لکھتے ہیں

"اس لئے میں تمہیں نصیحت دیتا ہوں کہ اپنی چچیری یا موسیری بہن سے یا کسی بھی نزدیکی یا دور کے رشتہ والی عورت سے بیاہ نہ کرو سوائے اس صورت کے کہ ہزار میل کے اندر ایک بھی اور قابل شادی عورت نہ ملے۔ اور اس صورت میں بھی میں یہی نصیحت دونگا کہ مجرد رہو حتے الکہ باہر کوئی دیا ترقی کی بگھی لگاڑی آ سے۔ اور مناسب عورت انتخاب ہو سکے"۔

(۶) منو سمرتی کے حوالے سے میں پہلے کسی جگہ بتا چکا ہوں کہ مناسب بیاکنیا نہ ملنے سے عمر بھر مجرد رہنا بہتر ہے۔ یہی الفاظ کون صاحب کے ہیں "لے عورتو و مردو! اگر تمہیں ایسا ساتھی نہ مل سکے جس سے کہ تمہارا ملاپ ممکن ہو جو کہ پریم اور اس کے سبب سے ملنے والی خوشیوں کو پیدا کرنے اور بڑھانے کے لئے ضروری ہے تو تم مجرد رہو اور سرگرم دیانتداری و نیک نیتی سے زندگی کا کام اور آتماسبل سوندریہ اور پوترتا میں اُنتی کرتی جاؤ"۔

(۷) سوامی دیانند نے ویدک سکھشا کے زبردست بیانوں سے ثابت کیا کہ ماتا پتا کا بچے پر کسقدر اثر موروثی ہوتا ہے۔ والدین کی طاقت۔ قد۔ عمر۔ ذہانت۔ اخلاق عادات کا اثر بچے پر پڑتا ہے۔ یہی مغربی فلاسفر واضح کرتے ہیں صفحہ ۹۷ پر کون صاحب لکھتے ہیں کہ سن بلوغت تک پہنچنے سے پہلے ہی آجکل جو لڑکے لڑکیوں میں شہوت رانی کا شوق ہوتا ہے اس کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ یہ صفت والدین سے ورثہ میں ملتی ہے صفحہ ۱۹۳ پر بچے کی طبیعت میں بد چلنی کے رجحان کا موجود ہونا والدین سے ورثہ ثابت کیا ہے

بڑے بڑے خاندانوں کے متعلق حوالے دیکر ثابت کیا ہے کہ عام طور پر دراز عمر والدین کی اولاد بھی وہی عمر پاتی ہے بعض محققوں نے ثابت کیا ہے کہ والدہ کی عمر اور لیاقت صحت و صورت لڑکی میں سرایت کرتی اور والد کی لڑکے میں لیکن والدہ کی ایام حمل کی عادات چال ڈھال خوراک پوشاک حالت اور گرد کے سامان مثل کمرے پر تصویریا اور زیورات سے دیکھنا یا مطالعہ کرنے وغیرہ سے مختلف تعلق بتا بچے بھی لا سکتے ہیں

کون صاحب کچھ بیتانے ہیں کہ کمرے میں ایک آدرش سندر پرش کی تصویر لٹکا دو دوسری کامل انسانی شکل کی جو تمہارا آئیڈیل تصویر ہو اسے دیکھا کرو ایسے ایسے اچھے طرح نقش

کریں - ان تصویروں کی تعریف کریں اور ذہن سے ان میں مستغرق رہیں کہ ایسا ہی بچہ ہو تو یقیناً
بچہ ان دو تصویروں کا ملاپ ہوگا یعنی خوبصورتی بھی کمال کی اور شکل و شباہت بھی کمال
کی یعنی نین و نقش خط و خال کا عمدہ ہوگا کسی شخص کے گھر میں ایک خوبصورت تصویر لٹکتی تھی ایک بار
کا دوست کمرے میں ایسے وقت داخل ہوا جبکہ اس کی بچی باہر بیٹھی تھی وہ بول اٹھا کہ واہ کیسی
مشابہت ہے تصویر آپ کی بچی سے کھینچی ہے اس پر صاحب خانہ بولا نہیں بلکہ بچی تصویر کی مانند ہے دوست نے
پوچھا اس طرح تب اس نے بتایا کہ ایام حمل میں میری عورت اس تصویر کو دیکھا کرتی تھی یہ اسی کی نقل ہے۔
اس طرح نپولین کی مثال - ولیم پرنز کی مثال اور صدہا مثالیں ایسی کتابوں سے ملتی ہیں اچھی مثالوں
کے علاوہ بُری مثالیں بھی نہایت عبرتناک ہیں عورتوں اور مردوں کی زندگیاں ان کے دونوں میں ملی
ہوئی ہوتی ہیں ایک خاص انگریز لکھتا ہے کہ ایک بچہ کی ماں ایام حمل میں بچے کو مار ڈالنے کی کوشش
کرتی رہی مگر ناکامیاب رہی نتیجہ یہ ہوا کہ بچہ ۱۴ سال کی عمر میں اپنے چھوٹے بھائی کو مار ڈالنے کو دوڑتا تھا
اس کی صحبت اور تعلقات کا دوسرے لڑکوں سے انقطاع کیا گیا - اسی طرح ایک اور بچے کا ذکر ہے
جس کا چہرہ نہایت خوبصورت اور پیارا پیارا لگتا تھا مگر منہ کھول کر دیکھا گیا تو اندر سے وہ بالکل گلا ہوا
تھا وجہ یہ کہ اپنے والد کی عیاشی اور نامراد گندی مرض کے بوجہ طوالت صدہا امور چھوڑ کر صرف یہ بتانا
کافی سمجھا ہے کہ مغربی دانوں کی تمام تحقیقات ویدک دھانتوں کی صداقت کو ثابت
کرنے کے لئے تفصیل کا کام دے رہی ہے -

گن کرم کی پریکشا

ویدک دنیا کے لوگو بہت کچھ مستفید ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس وقت ہماری حالت نہایت گری
ہوئی ہے آج ہمارا دستور ہے کہ بچوں کو اختیار نہیں کہ وہ خود اپنے لئے اپنا عمر کا ساتھی پسند کر سکیں
والدین بھی بچارے اپنی یہی جانتے ہیں ... پنڈتوں کی معرفت یا الٹا ہی تلاش کراتے ہیں
یہ بچارے گن کرم سوبھاؤ کو تو پرکھ ہی نہیں سکیں گے جہاں سے ذرا خاطر تواضع بھی ہوگئی وہیں ان کی ترجیح
ہو نہیں تی ساکھ کے ٹالنے لگتے ہیں دولت مال مویشی مکان ٹھاٹھ بیوپار وغیرہ سب کچھ زبانی جمع
ہے پر لڑکی ... افسوس ہے لڑکی لڑکے کے حالات کی مطابقت کا ذکر کم ہی ہوتا ہے
... زرخیزی وغیرہ

وغیرہ ایک شخص سالوں بھر کی تحقیقات کرتا ہے اور کوئی زمین پسند آگئی تو بغیر دیکھے گذارہ کیا جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ جو سب سے بھاری سودا انسانوں کی زندگی کا تن من دھن کا بیڑہ عمر بھر کے لئے بکتے کا ہے اس میں نہایت بے پرواہی کی جاتی ہے۔ مصنف "میرج اینڈ پیرنٹیج"(۵) اس بارے میں ہماری نسبت حسب ذیل بھاؤ ظاہر کرتا ہے: "میرے ہندوستانی ناظرین یقیناً معلوم کرینگے کہ اپنے ملک کے ناموافق رواج سے وہ کس خرابی اور نقصان کے زیر بار ہیں۔ شادیوں کی بڑی بھاری کثیر تعداد کی حالت میں ان کیلئے ایسا انسانی زندگی کے لائق اور عمر تولاپ کی ضروریات پوری کرنا کس قدر ناممکن ہے۔ شادی کی اصلی محبت خوشی سے اعلیٰ پیدا ہونا جو کہ نتیجہ ہے ان کا کس قدر مشکل کے صفحوں سے یہ نقصان خود بخود ظاہر ہونگے۔ امید ہے جلد ہی علم پا کر ہندوستان میں پھیلایا جائیگا اور بال شادی کی رسم بند ہوتی جائیگی اور ایسے وقت دیکھینگے جبکہ فریقین بھری بلوغت کو حاصل کر چکیں تب ہی عہد خود نہیں صرف اصول کو چنیں اور بیاہینگے جنہیں وہ فی الحقیقت چاہتے ہیں اور جو عقد ہمدمی ملاپ کی ضروریات پوری کرتے ہیں"

پیارے نوجوانو! بیشک بھارت ورش کی موجودہ حالت پر بہت کچھ انہیں پیشینگوئی کی جا سکتی ہے لیکن اس نقص کی نسبت میں محض بدی کی ذکر کیا گیا ہوں تا کہ تجربہ آپ قوم کی بربادی دیکھنے کا یہ سبب ہے کہ نسبت یہاں بالکل دنیا میں نقصوں کا خیال ہی نہیں رہا ہوں مختلف قوموں اس وقت انتخاب کے لیے دستیاب ہوتے ہیں چنانچہ مختلف قوموں کے رواج کا سرسری مطالعہ اس امر کو صاف کر سکتا ہے +

قدیم ایل سیریا کا سالانہ ایک میلہ ہوتا تھا جس میں جوان شادی کی عمر والی لڑکیوں کو اکٹھا کیا جاتا تھا۔ سرکاری نیلام کرنے والا فروخت کے لئے انکی لیاقت بیان کرتا تھا۔ پہلے سب سے خوبصورتوں کی باری تھی۔ دولتمند ایک دوسرے کے خلاف کوشش کرنے کے مقابلہ سے قیمت کی بولی بڑھاتے تھے۔ جب اسطرح تک خوبصورت عورت بک چکتی تب ایک کم صورت کو پیش کیا جاتا تھا اور نیلام برعکس ہوتا تھا۔ اس وقت اعلان یہ ہوتا تھا کہ کس قدر کوڑی لگا۔ بلکہ یہ کہ کس قدر کم سے کم کوئی لیگا جو کہ اسے کم جہیز طلب کرتا اس سے بیاہ کیا جاتا خوبصورتوں سے جو رقم وصول ہوتی تھی وہ بدصورتوں کو جہیز میں دی جاتی تھی موجودہ امیرین عورت ٹھکرانے کو یہ قانو ہوتا تھا کہ کوئی عورت بن بیاہی نہ رہتی تھی

ایلجی جن اسی ... اپنی بیٹی بیچ سکتے بلکہ بیچتے ہیں جیسی کہ دوسری اشیا خرید و فروخت

ہو لوگ بچپن میں ہی بچوں کا ناطہ کر دیتے ہیں۔ لڑکی مجبوراً آدمی سے نفرت بھی کرے پھر بھی اگر اس کا
چلن اچھا ہو تو یہ نفرت یا ناپسندیدگی محض استریوں کا وہم گنا جاتا ہے اور اس کی ہمت سماج کسی
کام نہیں آتی۔ بہاترا میں آدمی عورتوں کو خرید لیتے ہیں اور اگر معلوم ہو کہ وہ شوہر کی نہ لگا۔ تو انہیں جوتے میں لگا
دیتے ہیں یا بعض کسی قدر مارنے پر اُن کو فروخت کر دیتے ہیں

حد لوگ کو چار عورتوں کی اجازت ہے مگر وہ خود دیسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خاوند عورت بیاہ
سکتے ہی نہیں۔ تاتاری عورتوں پر سب سے پانچسو تک روبل لگتے ہیں اور گڑھوال میں
تو عورت لڑکی دو تین سو روپے سے کبھی خریدی جا سکتی ہے۔

سو تھوں کا ایک تاتاری قوم ہے اس میں شادی گھوڑ دوڑ سے ہوتی ہے۔ دلہن ایک گھوڑے پر سوار
ہوتی ہے اور اگر دولہا اپنی ماشوق کو پکڑ لے تو وہ اُسے اپنے خیمے میں لے آتا ہے۔ دوسری شادی کی
ضیافت کی رسم سے عورت بن جاتی ہے۔ سائبیریا میں شادی کی دعوت کے بعد بطور نشان فرمانبرداری
عورت اپنے خاوند کا بوٹ اتارتی ہے۔ اس بوٹ کے دوسرے حصے میں دلہن کا باپ ایک چابک دولہا کی نذر
کرتا ہے جس سے موقع مناسب پر وہ اُسے سیدھا کر سکتا ہے۔

یہ رسم طریق اپنے اپنے ملک کے حالات سے خاص پیدا ہو رہتی ہیں۔ مہذب دنیا کے لوگ
ان کو وحشی قومیں کہتے ہیں اور اس میں کلام نہیں۔ ان کی ترامیں جہالت ہے لیکن مجھے
آپ کے سامنے اس بیاہ کا آدرش رکھنا ہے جو ہندو سکھ شاستر کا ہے اور ایسا کرنے سے
پہلے یہ بات ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ اس زمانے میں مغربی تہذیب کی معقول اصول قائم نہیں کر سکی
اتنی اجنبیت ہی کی وجہ سے منظور طرفین کو رشتہ سونپا گیا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ
آدمی اپنے خیالات کے موافق اپنے خاندان کی رغبت میں کسی لڑکی سے بیاہ کر لیا جاتا ہے
بڑھ کر اس کے پاس جاتا ہے فریقین کچھ عرصہ کورٹ شپ کرتے ہیں اور دونوں رہنے والی باتیں ہی تجویز آزاد فی
بیاہ کا ارادہ ظاہر کیا جاتا ہے اور عورت وہی یا اور مرد اسے منظور کر لیتی ہے۔

اس طریق کی نسبت ہندوستانی خوددار لوگ انگریزوں میں بہت ہی یہ عام اعتراض ہے
کہ تھوڑا سا عرصہ کافی نہیں ہے اس میں فریقین کے اخلاق و صفات کو دیکھ نہیں سکتے
[illegible]

کی ساتھی سچی ہستیاں اپنے پتروں کی سچی ماتا کے صرف چمکتے ہوئے دانت نرم نرم
ہاتھ چگل شگفتہ رخسارہ پتلی جھکی ہوئی خوبصورت کمر وغیرہ وغیرہ خرید لیتے ہیں کون
صاحب کی مختلف جگہوں پر اس مضمون کے متعلق تحریر کا سارہ یہ ہے کہ رشتے آسکتی
سے مغلوب ہونے پر جوڑا اسطرح مل تو جاتا ہے مگر ہنی مون کا مہینہ بھی گذرنے نہیں پاتا کہ پریم رشتے
ٹوٹنے کے سبب کمزور ہو جانے سے جاتا رہتا اور باہمی نفرت پیدا ہوتی اور طلاق کی نوبت پہنچتی
ہے ایسے نقصوں سے جو تجویزیں نکالی جاتی ہیں وہ یہ ہیں کہ لڑکے کو لڑکی کے پر لوا رہیں بالکل ویسی پوشاک
وغیرہ میں رہنا چاہیے جیسی کہ وہ روز پہنتا ہے اگر اسطرح لڑکی پسندیدگی ہو جاوے تو بہتر کہیں
اشتہار دینے کے طریق سے کس قسم کی آزمایش کی ہدایت کیجاتی ہے۔ مگر وہ خود ہی اس کو ناکافی سمجھتے ہیں
جبتک کہ مسلسل اشتہار نہ دیا جاوے اور تجویز کی جاتی ہے کہ فرینالوجسٹ لوگوں سے لڑکا و لڑکی اپنے
چلن کا اور زندگی کا عام خاکہ کھچوا کر ایک دوسرے کو دیدیویں فرینالوجی وہ علم ہے جس سے انسان کے چہرہ
اور سر کے انگوں سے اسکے حالات جانے جاتے ہیں۔ یہ طریق زیادہ معتبر سمجھا جاتا ہے لیکن کیا بات
کے پر اچھین سبھتیلے نشو و نما پائے ہوئے دماغ کے لیے ایسی تجاویز طفل تسلی سے بڑھ کر وقعت
رکھ سکتی ہیں۔ کیا بھارت ورش میں آجکل کے جنم پتری بنانے والوں کا عمل اصلی طریق جیسے بمروا
ہو سکتا ہے۔ نہیں بلکہ یہ محض ٹھگی کا ڈھنگ ہے معمولی باتوں کے لیے یہاں کے لوگ آجکل کے خود غرض
جیوتشیوں سے جیسی چاہیں جنم پتری بنوا سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ طریق پھر بھی فرینالوجسٹ لوگوں سے اپنے
چلن کا خاکہ کھچوانے سے کئی صورتوں میں ترجیح پا سکتا ہے۔ مگر یہاں اس بحث کا موقعہ نہیں
بتانا صرف یہ ہے کہ جب نوجوان اپنے ساتھی کے انتخاب کیلئے سنسکار پالتے ہوئے کورٹ شپ سے
فائدہ نہیں پا سکتے بلکہ بجائے پاسنا کے بس میں آکر جھوٹی سچی باتوں سے ایک دوسرے کو دھوکہ دیکر فریفتہ
کر لیتے ہیں تو نیا اخباری اشتہار رواج یہ خط و کتابت سے وہ جوڑ کیوں دھوکہ نہیں دے سکتے۔ کیا فرینالوجی
کا علم بتانے کا ناقص نہیں کیا اس علم کے جاننے والوں سے غلطیاں نہ ہونگی کیا لڑکا اور لڑکی ایک
دوسرے پر فریفتہ ہونے سے جوں توں ان علم والوں کو رشوت منت سے خوشامد سے مجبور نہ کریں گے
کہ وہ خاص خاص صفات اس پترے میں لکھدیں۔ غرضیکہ یہ کسی طرح بھی عمدہ اپاؤ نہیں کہا جا سکتا اور
نہ کوئی بھی [illegible] مل سکتی ہے جبتک

وہ ویدوں کی شرن نہ لے۔ پیارے دوستو ذرا غور کرو۔ وید منتروں کی آشا پر جو اس کتاب میں کئی جگہ درج ہیں۔ ذرا سوچو گورو کل کے سسٹم کی عظمت کو۔ تو آپ کو یقین ہو جائیگا۔ کہ کس طرح ایک ہی سادہ نیم سے اس تمام مشکل کو حل کیا گیا ہے

سملاسٹن ریبہ ایکس پریس یورپی کورٹ شپ کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں

"جب لڑکی یا لڑکے کی شادی کی عمر ہو یعنی جب ایک برس یا چھ مہینے برہمچریہ آشرم اور تحصیل علم کے ختم ہونے میں باقی رہیں تب اُن لڑکی اور لڑکوں کا فوٹو لیکر لڑکیوں کی استانیوں کے پاس لڑکوں کی اور لڑکوں کے استادوں کے پاس لڑکیوں کی تصویریں بھیج دیں جس جس کا روپ مل جائے اُس اُس کے اتی ہاس یعنی پیدائش سے لیکر اُس دن تک کا جنم چرتر یعنی سوانح عمری کی کتاب ہو اُس کو پڑھانے والے منگوا کر دیکھیں جب دونوں کے وصف عمل فطرت مطابق ہوں تب جس جس کے ساتھ جس جس کا بیاہ ہونا مناسب سمجھیں اُس اُس لڑکے اور لڑکی کی عکسی تصویر اور اتی ہاس لڑکی اور لڑکے کے ہاتھ میں دیدیں اور کہیں کہ اس میں جو تمہاری منشا ہو ہم کو بتا دینا جب ان دونوں کا پختہ ارادہ شادی کا ہو جائے تب ان دونوں کا سماورتن ایک ہی وقت میں گورو کل سے ہونا چاہئیے"

اس نہایت ہی ارج انسانی سمجھ کو درشانے والے نیم کی خوبیاں غور کرنے والے ہی جان سکتے ہیں۔ برہمچریہ کی شرط بھی پوری ہے۔ عدم پابندی کی بھی۔ گن کرم ملانے کیلئے پہلے فوٹو کا ملانا بھی مفید ہے تاکہ جن سے ظاہری شکل کی کوئی مطابقت ہی نہیں اُن کے حالات جاننے میں وقت بھی ضائع نہ کیا جائے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جہاں قریباً موجودہ معمولی چند باتیں قیافہ سے جان سکتے ہیں وہاں اس جنم چرتر سے کل حال شروع سے لیکر اس وقت تک کا معلوم ہو سکتا ہے اور چونکہ یہ استادوں اور ماتا پتاؤں سے ساتھ کے ساتھ لکھا ہوتا ہے اور استادوں کا تجربہ لیاقت پیچھے سے ٹھیک ہے اس لئے وہ صحیح اور درست سمجھ اور لکھ سکتے ہیں سیانے بچے اول تو اپنے حالات سے زیادہ پرکھ سکتے ہیں نہ اُن سے ٹھیک نتائج نکال سکتے ہیں۔ دوم چونکہ یہ حالات خود لکھے اس وقت جاتے ہیں جب بیاہ کی کوئی غرض یا خیال نہیں ہوتا اس لئے وہ محض راست راست پتہ سب کچھ دے سکتے اور خواہش کے قابل ہو سکتے ہیں۔ اس طریق سے یہ بھی خوبی ہے کہ گن کرم کی مطابقت بھی جانچی

ہے اور لڑکے لڑکی کو خود ملنا بھی نہیں پڑتا۔ بلا شبہ اپنی ذمہ داری کو سمجھنے اور اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے میں پر احتیاط قدم رکھنے کا خیال کرتے ہیں اُدھر سے لائق گورو اور یہ جیم جیتر انہیں سمجھا دیتے ہیں۔ اور کورٹ شپ کے ذریعے جو شادی سے قبل کچھ باتوں کا خطرہ ہو سکتا ہے اس لئے کہ آجکل شہوت پرستی کے خیالات عام ہیں اور عورت مرد کا اکیلا بات چیت وغیرہ اس خواہش کو جوش دلاتا ہے وہ بھی نہیں رہتا۔ بلکہ سوامی دیانند صاف لکھتا ہے کہ انہیں تنہائی میں ملنے کی اجازت ہرگز نہ ہو۔ ہاں اگر وہ کچھ دریافت کرنا چاہیں تو اپنے گورو آدمی کی سبھا کے سامنے لکھ کر سوال ایک دوسرے کو دے دیویں اور جواب لے دیویں۔ اس طرح گویا خفیہ بات کا پتہ بھی لگ جاتا ہے۔ اور ہر طرح سوچ بچار کر بیاہ کا سمبندھ ہو سکتا ہے۔ جذبات کے قابو آنے کا کوئی وہم گمان نہیں ہو سکتا۔ ان تمام خوبیوں کے علاوہ اوپر کے بیان سے ایک اور صداقت کا پتہ لگتا ہے پیارے نوجوانو! اس گئے گزرے زمانے میں بھی آریہ سنتان میں جو رواج جنم پتر بنوانے کا اور اس کے ذریعے بیاہ سدھانے کا ہے اُس کی تہ میں بھی اوپر والا اصول ہے۔ درحقیقت یہ جنم پتر اُس جنم پتر کی ہی یادگار ہے اور اپنے ہتیشی لائق محرم آشنا آچاریوں سے بنایا جانے کی بجائے آج کل براہمنوں سے بنوا لیا جاتا ہے۔ کیونکہ گوروکل کا سسٹم ہی نہیں تو ویسے آچاریہ کیسے ہوں اور ان ساتھ کے ساتھ دیکھ بھی کون سکتا ہے۔ اگرچہ موجودہ نوجوان ان وسائل سے پورا لابھ نہیں پا سکتے لیکن ایسی تمام نصیحتوں سے وہ کچھ نہ کچھ فائدہ اب بھی پا سکتے ہیں اور آئندہ کے لئے اپنے سنتانو کی خوش نصیبی کا تو پورا دھیان کر سکتے ہیں +

شادی ہونے پر بھی برہمچاری رہنا

پیارے نوجوانو! آخری بات اس سمبندھ کے متعلق جو میں آپ کو بتانی چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ میں سے جو شادی شدہ نہیں وہ تمام ترغیبوں کا اپنی معروفیت اور اعلیٰ اور اونچ بھاؤ سے مقابلہ کرتے ہوئے پورے طور پر برہمچاری رہیں۔ مینک جتنی کو سب سے زیادہ اپنے لئے لابھ دایک سمجھیں اور کسی بھی قسم کے ذریعہ سے اپنے اندر گندے خیالات نہ آنے دیں۔ اپنی طاقتوں کو ناش نہ ہونے دیں اور جن کا بیاہ ہو چکا ہے وہ اس امر کو اچھی طرح ذہن نشین کریں کہ جس طرح کنوارا پن ہی برہمچاریہ کا مطلب نہیں شریر [illegible]

رہنی کے لیے ضروری ہے - اس میں کلام نہیں کہ طبیعت میں جوش اور حرارت اعتدال سے زیادہ پیدا کرنیوالی
اور بیٹھوں کی اگنی کو تہیج کرنے والی غذائیں اور ثقیلی چیزیں کامی اور اندریوں کے غلام آدمیوں کی
صحبت - والدین سے ورثہ میں وشے بھوگ کے سنسکار رہنے وغیرہ سے قبل از وقت انسان میں شہوانی
بھوک کی اچھا پیدا ہو جاتی ہے لیکن اگر نوجوان کوشش کریں تو ان تمام نقصوں کی تلافی کرکے
اور آدمی کو کسی نیم کا خیال نہیں رہنا ہے وہ ان نیموں کی پابندی کر سکتے ہیں پہلا نیم یہ ہے کہ سماگم صرف دو دم
سال میں دو مرتبہ یعنی اڑھائی سال کے وقفے کے بعد ہونا چاہیئے سچے برہمچاریوں کی حالت میں یقیناً
ایک بار کے سماگم سے گربھ قائم ہو جاتا ہے کون صاحب وغیرہ بھی اسی طرح اسی امر کو واضح کرتے ہیں
وہ ۱۵۔۱۸ یا ۲۴ ماہ کی میعاد کم سے کم مقرر کرتے ہیں جس کے بعد دوسری بار گربھادھان سنسکار ہونا چاہیئے
۹ ماہ تو گربھ کے اور بعد کے ۹ یا ۱۲ ماہ بچے کو دودھ آدی دینے کے لیے کافی ہیں ودوان
ان کے علاوہ یہ بھی ضرورت سمجھتے ہیں کہ عورت کو کچھ عرصہ آرام ملنا چاہیئے تاکہ وہ اپنی صحت و طاقت
کو حاصل کر سکے اور اس لحاظ سے یہ میعاد ۲ اور ۳ سال کے درمیان بنتی ہے اور یہی ۲ ۱/۲ سال کا
دفعہ وید وکت سدھانت ہے منوجی اور وید کی آگیا کے مطابق سوامی جی لکھتے ہیں کہ اس نیم پر چلنے
والا پرش بیاہا جانے پر بھی برہمچاری ہی رہتا ہے کون صاحب کہتے ہیں کہ اس پیدائشی جوہر کا بے جا
استعمال ہی بہانی تکلیف بیماری اور قبل از وقت موت کی تہ میں بھاری سبب ہے برا استعمال اور خراب
نتائج برہمچریہ کے نیموں کی واقفیت سے ہیں انسانی جسم کے سچے انتظام اور انسان کی خوشی اور بہبودی
اور کامیابی کیلیے سب سے زیادہ برہمچریہ کے نیم کی ضرورت ہے اس وجہ سے وہ زور دیتے ہیں کہ اس نیم کا
ہر شخص پابند ہو وہ اپنی کتابوں میں جگہ بہ جگہ دردناک الفاظ میں نوجوانوں کو ایڈریس کرتے ہیں کہ اے
استری کی ابتت وشے بھوگ کرنے والے دوزخ میں پہنچانے والی بیشیاؤں کے دروازوں پر ٹکریں مارنے والے
اے سچی محبت کے مینہ میں از خود رفتہ اور اندھے ہو کر وشے بھوگ کرنے والو کیا تمہیں معلوم ہے تم کیا کر رہے ہو
اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار رہے ہو۔ ہر رات جائز و ناجائز یا ناجائز طریق سے تم اپنے زندگی
بخش جوہر کو دماغ آنکھ وغیرہ سے قبل از وقت بیٹے دے رہے ہو اپنے سے جدا کرکے اپنے جسم اور روح
کو تمام طرح کی بیماریوں کا گھر و ... وقت دکھوں کا نشانہ کر رہے ہو مغربی ودوان بھی
اس طرح کی باتوں کی تائید کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ تمام انگوں میں سے جو اعضا مضبوطی اور قوت پیدا کرتے

لیئے ویریہ کا ان سارے انگوں میں سرایت کرنا اور جذب ہونا لازمی ہے لیکن اگر انسان شہوت میں ہی اسکو
خرچ کر دیوے تو یہ سارے انگ محروم رہ جاتے ہیں اور انسانی جسم کی سرسبز کھیتی موسم خزاں کا منہ دیکھتی ہے
ایک طرف تو دنیا کی ان لوگوں کو عبرت دلانیکے لئے ایسے لوگ صلاح دیتے ہیں کہ ایسا ہے کہ ملک کے ہسپتالوں کا دردناک بھیانک
نظارہ دیکھو ہر طرح سے ہر عمر کے مرد عورت کن کن عجیب بیماریوں کا بھیانک شکار ہو کر قابل نفرت حالتوں میں اپنے
وجود کو دوسروں کے سبق کا ذریعہ بنا رہے ہیں کہ دنیا کمبخت ہے بچو - ع من نگردم شما حذر بکنید ایسا ہی
وہ شادی شدہ لوگ گھروں کے لڑائی جھگڑوں اور طلاق کی تعداد اور مقدمات کے نظارے دکھا کر اپیل
کرتے ہیں کہ کبھی اس تجربہ کے نتیجہ کو فراموش نہ کرو جتنا زیادہ وشے واسنا کی اچھل کود استری پرش میں ہوگی
اتنی ہی جلدی ان کا پریم آپسمیں کم ہوتا اور خانہ جنگی کا راہ کھلتا ہے - فی الحقیقت بھچیار [illegible]
زائل ہو جاوے تو آدمی مرد کمزور اور بیمار ہو تو محبت کا خاتمہ ہو جاتا ہے پریم کے بغیر گرہستھ میں سکھ نا ممکن ہے جار
میں زبان کی لذت ہے تو لذیذ سے لذیذ کھانوں سے عمل گھر دیتے کرنے کو تیار ہوا اسی طرح ویریہ منش میں
نہ ہے تو استری آدمی سے نفرت اور گھرنا شروع ہوتی ہے اور ہوتے ہوتے گرہستھ بالکل نرک ہو جاتا ہے
آدمی کو خود کشیاں کرتے دیکھو یا عورتوں کو اور ایسے ہی استری پرش کی بدنامیاں اور مقدمات دیکھو تو
جان لو کہ یہ سب بیچاری پرہیزگاری وغیرہ کا بھولنا ہے - ایک جگہ کوئی صاحب پرہیزگار اور ویبھچاری کی زندگی کا مقابلہ
کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے ویبھچاری پرش کلی یا ضروری طور پر نظام ہضم کو کمزور کرتا ہے اس سے ہاضمہ کا سسٹم بگڑ جاتا
ہے معدہ جگر وغیرہ بیمار ہو جاتے ہیں بدہضمی پیچش گٹھیا سنیاس بیرسام ہسٹیریا وغیرہ بیماریاں ہو جاتی ہیں پٹھے
کمزور کر دیتے اور پٹ تھن دار ہوتا ہے خاص حواس کو نا قابل کر دیتا ہے قوت باصرہ سامعہ ذائقہ پر اثر پڑتا
ہے. دماغ میں گڑبڑ ہو جاتی ہے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے دور اندیشی معاملہ فہمی و درست وچار کی قوت کم ہو جاتی ہے
جیسا کہ تجویز وغیرہ کی کمزوری اور خیال اور فعل کے انتشار بننے سے ظاہر ہوتا ہے اخلاقی جذبہ گر جاتا ہے
روح گمراہ ہوتا ہے اور پریم دھرم اور ایشور اس میں تمیز نہیں کر سکتے -

تمام جسمانی بند ہو جاتی ہے اور قبل از وقت بڑھاپا آ جاتا ہے -

قوت مردانگی کو تباہ کرتا ہے - جو بچے اس سے پیدا ہوں مریض نحیف بد شکل ہوتے ہیں چھوٹی عمر میں
ہی چل دیتے ہیں اور حضرات کی خوبصورتی دنیا میں نہیں بالکل ایک سہم نما داغ ہو تو [illegible] اور پبلک میں
ہوتا ہے اس [illegible]

نظام عصبی طاقتور قوت بازو مضبوط ہوتا ہے جو اس عمر یا سات برس وغیرہ مضبوط صحت اور تیز رہتے ہیں۔ ہاضمہ کا سسٹم قدرتی حالت میں رہتا ہے اور انسان کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ بیماری بھی کیا ہے۔

جسم بڑھتا ہے سڈول ہوتا ہے جو پوری انسانی عمر تک قائم رہتا ہے۔ مگر بڑھاپا نہیں آتا کیونکہ عمدہ اور نیک صحت اور مضبوط آخری ایام بچپن کے زمانہ ہی سے بن جاتے ہیں۔

دماغ بڑھتا اور مکمل ہوتا ہے۔ حافظہ طاقتور ہوتا ہے۔ دوراندیشی و سوچ وچار کی قوتیں ترقی پاتی ہیں انسان چپ چاپ اپنے آپ برداشت کے لیے قابو پانے کی طاقت پیدا کرتے ہیں بہت کی قابلیت اور چال چلن کے تمام عمدہ گن و صفات فیاضی شرافت پیدا اور ظاہر ہو سکتی ہے۔ اخلاقی جذبات ترقی پاتے ہیں محبت پختہ ہوتی ہے اور روح اس جسم کا ابھیاس کر کے اوپر پہنچتا اور خدا سے وصال حاصل کرتا ہے۔

پیدائشی جوہر یعنی ویریہ کی زندگی اور ترقی و تازگی دینے والی قوتیں بحال رہتی ہیں پہلے ہی نوجوانو ویریہ کا ایک حصہ سو حصہ خون کے برابر ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کے اسی کی سلامتی ریشیوں کو تمام بار بار ایک ہی بار دیا ہے۔ ویدوں کے منتروں اور آتما پرماتما کے وچاروں میں کامیابی کی پریتی یعنی اسی کی حفاظت سے مراد ہے بلکہ قدیم زمانے میں بھی وید کے دھرم کے پرکاش کرنے والے رشی اور تپسوی تمام عمر کو برہمچریہ کو دانائی سے دوسروں کو سکھاتے ہیں جیسے جو بھیشم جی کے سلسلے بل اور تپ اور شانتی کا راز تھا یہی الفاظ مغربی دودھ والوں لارک بیٹ ہنوٹس وغیرہ کے بھی یہی اصول ہے کامیابی سے انجام دینے کا ان کا تھا ہوا یہی بخشش ہی کو مانتے ہیں کہ اپنا مال خرچ کریں یا اس کی حفاظت سے سچے منتوں میں چمکینگے۔ اسی طرح وید کہتے ہیں منو جی کے مطابق سنتان اچھی کیلئے استری اور پرش دونوں کا پرسن چت اور شدھ ہونا استری کی رضامندی اور پرینتا مدنظر اندر کرنا کلی نتیجہ ہے کہ سنتان کی خواہش اور حمل غیر ہے کون جانتا ہے بھی یہی کہتے ہیں کہ بہادر اور سنتان اچھی کیلئے پرش استری کا تیار ہونا ہے۔ اسمیں اس سمجھنا کو بڑھانے کے سامان چننے چاہئیں بھی اولاد پر سچ چت نیوش غلط خیال ہو سکتی ہے۔

اسی طرح آیوروید کی کتاب کے مطابق ہدایت ہے جیسے سوامی جی مانتے ہیں کہ ایام حیض کے بعد جب عورت شدھ ہو تبھی ملاقات زیادہ ہوتا ہے۔ شدھ پاکیزگی گول اور اچھا ہوتا ہے کیونکہ سنتان پر کسی طرح کے برے اثر نہ ہونگے بلکہ مضبوط ہوتا ہے یہی لکھتے ہیں کہ اعلیٰ سنتان کیلئے یہ ہے جب تک ہی پابندی کرنا ہے ۔۔۔ اسی طرح سنسکرت کی کتابوں میں بہت زیادہ قابلیت کے ساتھ اور ان کی مدتی ہے اور اس کی تعلیم کا قاعدہ

سوامی دیانند یہ بھی مانتا ہے کہ اس ناہواری کرپا سے شدھ ہونیکے بعد جو پہلی چار راتیں ہیں اُن میں سماگم کرنے سے لڑکی پیدا ہوتی ہے - اور بعد کی چھ راتوں میں گربھادھان ہونیسے لڑکا - درمیانی راتیں قابل تیاگ ہیں - یہی اصول ہو بہو میرج اینڈ ہیریڈٹیج اور سائنس آف نیو لائیف وغیرہ میں دیا گیا ہے -

غرضیکہ باوجود شادی ہونیکے پیارے نوجوانو! آپ اگر استری پرش کے سنبندھ کا اصلی مدعا اور اس مدعا کی پورتی کے نیموں کو بغور مطالعہ کرینگے - تو بہی آپکو معلوم ہوگا - کہ منو دھیائے ۳ کے شلوک ۲ کی یہ ہدایت کیسی اعلےٰ ہے کہ جو اپنی ہی عورت سے خوش ممنوع راتوں میں عورت سے الگ رہتا اور رتو گامی (صرف بعد ایام حیض اور اولاد کی غرض سے سماگم کرنیوالا) ہوتا ہے - وہ بیاہ ہونے پر بہی برہمچاری ہی رہتا ہے -

پنجم - استری جاتی کو مساوی حقوق دینا

پیارے نوجوانو! مجھے خوف ہے کہ تحریر طویل ہوتی جاتی ہے اسلئے میں نے نہایت مختصر طرز بیان اختیار کیا ہوا ہے اور اسلئے اس مضمون کے متعلق صرف اتنا ہی جتانا کافی ہے کہ ویدک رشی اور تمام پراچین پرشوں کا سدا مانت رہا ہے کہ استری پرش دونوں مساوی حقوق رکھتے ہیں اُن کے کام گرہستہ کے عمدہ انتظام کیلئے جدا جدا مقرر ہو سکتے ہیں - لیکن وہ عزت اور وقعت ایک جیسی ہی رکھتے ہیں - اگر کسی امر میں سُتنتر تا ہے تو دونوں کو (یعنی دہرم اور ستیہ کے پالن میں دونوں ہی ایک دوسرے کے ناراست قول و فعل کو نظر انداز کر سکتے ہیں) اگر پابندی ہے تو دونوں کو ایک دوسرے کی - اگرچہ جہالت میں اسوقت استری جاتی کی حالت گری ہے - لیکن اگر سچا علم نش جاتی میں پھیل جاوے تو پرش استری دونوں کی قدر و منزلت آپس میں قدرتی حالت میں ہو سکتی ہے موجودہ حالت میں دونوں کا ہی ناش ہو رہا ہے - کیونکہ دونوں ساتھی ایک دوسرے کے ناموافق ہیں - عورت کو جوتی غلام وغیرہ سمجھکر نرادر کیا جاتا ہے - اور بقول منوجی جہاں نرادر ہوگا - استریاں دیویاں نہ بن سکنگی نہ دیوتا جن سکنگی - میں نے جو کچھ بھی اس لیکچر میں درج کیا ہے اس سے صاف [illegible]

پر منحصر ہے۔ بچوں کی صحت طاقت لیاقت دل جسم دماغ عقل وغیرہ کی بناوٹ اور ترقی مطبوطی کی بنیاد ماتا پر منحصر ہے۔ کون صاحب صفحہ ۳۸۰ پر لکھتے ہیں "جیسی کسی قوم کی عورتیں ہونگی ویسے ہی اُس قوم کے مرد ہونگے جیسی کسی پریوار کی عورتیں ہونگی ویسے ہی اس پریوار کے آدمی ہونگے" وہ آگے مفصل بیان کرتے ہیں کہ کسی عورت ماتا کو قید پابندی غلامی میں رکھو تو جو ادنے حالت ایسی زندگی سے ہوتی ہے۔ وہی بچوں کی یعنی آیندہ آدمیوں کی ہوگی اور اگر استری کو پرسن سُتنتر رکھو تو تمام علے بھاؤ اور روشن چمکیلی حالت جو سُتنترتا کا لازمی نتیجہ ہونی چاہئے اولاد میں یعنی قوم کے آیندہ آدمیوں میں پہنچیگی۔ بس پیارے دوستو اسی اشارے کو اچھی طرح سمجھو اور اگر جہالت کی پیدائش یعنی استری جاتی کے نزادر سے آج بھارت میں ہر طرح سے کمزور اور بزدل غلام اور ناکام مورکھ اولاد ہو رہی ہے تو آپ استری جاتی کو وشئے بھوگ کا سادھن سمجھنا چھوڑکر سچی انسانیت پھیلنے میں اپنا ایک بھاری مددگار جانتے ہوئے ان کا سچا آدر ستکار کریں اور ہر قسم کی روحانی اخلاقی یا مادی ترقی کی پختہ امید اور سچا یقین ان کے دلوں کے اتساہ اور جوش اور پریم سے بھرپور اور روشن ہونے میں رکھیں۔ یدی آپ اپنے پورشارتھ سے اس آزادی کی بنیاد ڈالینگے تو آیندہ اولاد میں اس بیج کو پھلدار درخت کی صورت میں نشوونما پایا ہوا دیکھیں گی۔

ششم عادات اور طرز زندگی کی اصلاح

پیارے نوجوانو! میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ میرے اس کہنے کو بُرا نہ منائیں گے۔ کہ فی زمانہ آپکی عادات عموماً قابل اعتراض ہیں طرز زندگی تمام قابل اصلاح ہے۔ آپکے کام تمام بے وقت ہوتے ہیں بے ترتیب ہوتے ہیں حد اعتدال سے کم یا زیادہ ہوتے ہیں۔ یا بالکل ہی نہیں ہوتی اُٹھتا ہے تو کوئی رات کے تین بجے اٹھ بیٹھتا ہے کوئی چھ اور کوئی آٹھ بجے اور پھر کبھی کوئی سویرے جاگے۔ کبھی دیر سے سونے کا بھی یہی حال ہے۔ کبھی تو سورج ڈوبنے پر ہی آپ گہری نیند میں مست پائے جاتے ہیں اور کبھی رات کے بارہ بج گئے کہ آپکا پڑھنا یا گپیں ختم نہیں ہوتیں۔ نہانیکا بھی یہی حال ہے۔ روزانہ وقت پر نہانا آپکے لئے مشکل ہو رہا ہے۔ کبھی تو اُٹھتے ہی تب ہیں کہ سکول یا کالج کا گھنٹہ بج رہا ہو۔ اسوقت چارہ یہی ہوتا ہے کہ آپ

آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھتے ہی سکول وکالج کو دوڑیں اسیطرح اور وقتوں میں بھی چاہیے تو ہفتہ ہفتہ
نہلائے بنا گذر جائے اور چاہیے آپ دن بھر پانی کی مچھلی بنجائیں - کھانے پینے کی بے اعتدالیاں
اور زبان کی چاٹ کا تو آپ شکار ہی ہو رہے ہیں سبھے ان امور کے تدارک کی نسبت کوئی خاص
ٹائم ٹیبل وغیرہ دینے کیضرورت نہیں آپنے عام ہدایتیں اکثر کتابوں سے پڑھی اور اُپدیشوں سے سنی ہونگی ان موٹی باتوں
پر طوالت دینا موزوں نہیں اسلئے صرف یہ جتا دینا ہی کافی ہے - کہ آپ کرپا کر کے کوشش کریں کہ اپنے
ذرا ذرا سے کام کیلئے وقت جگہ وغیرہ کے نشچت نیم بنا دیں - بغیر انکے ضروری کام سارے ہو
نہیں سکتے اور نہ آپ صحت لیاقت ترقی وغیرہ کے نقصان سے بچ سکتے ہیں آپ یہ جانتے ہیں -
کہ رستہ مسلسل ترتیب سے قدم بقدم طے کیا جاتا ہے تب منزل پر رسائی ہوتی ہے یا یہ کہ ایک کتاب کو
شروع سے مسلسل ترتیب سے جبکہ اسکی ہے پڑھا جائے تو تمام مضمونوں کی سمجھ آتی اور لابھ ہوتا
لیکن اگر کوئی صفحہ کہیں سے پڑھا جائے کوئی کہیں سے ایک فقرہ ایک ورق سے دوسرا دوسرے سے
تو نا ممکن ہے کہ مصنف کی آشا و نفس مضمون کی سمجھ آسکے بہر سلسلے وار کتاب استاد سے پڑھتے
ہوئے ۲۰ یا ۴۰ یا ۱۰۰ یا ۲۰۰ جتنے بھی طالبعلم ایک جماعت میں ہوں یکساں فائدہ پا سکتے ہیں لیکن
اگر کوئی لڑکا ایک کتاب لے آوے کوئی دوسری کوئی صفحہ ۸ پر سے استاد سے اگر سبق پڑھنے لگجاوے
کوئی کہے مجھے بیس صفحے پر سے پڑھائیے تو استاد بجائے سو کے تھوڑا تھوڑا دو چار کو ہی پڑھا سکتا
ہے ایسے خیالات سے واجبی اور مناسب اور مفید ہی معلوم ہوتا ہے - کہ آپ تمام کاموں کیلئے وقت
مقرر کریں اور ان کی ترتیب انداز اور تمام نیم ایسے جو تمام ودیارتھیوں پر عاید ہو سکیں
اسطرح آپکے کام سب زیادہ اور عمدہ حالت میں ہونگے ایکدوسرے سے سہائتا مل سکے گی وقت
تھوڑا صرف ہوگا وغیرہ کا تبکہ آپ سب کا صبح اٹھنا شوچ ہونا سیر و ورزش کرنا نہانا دھونا سندھیا
دھون کھانا پینا ویدھنا دسونا سب کے متعلق ذرا ذرا سے کام مقرر اور نشچت صورت میں ہوں
وقت کی پابندی اعتدال رشانت چت سنجیدگی سے کام ہو کر اپنے فرائض کی ادائیگی وغیرہ وغیرہ اوصاف
اگر آپ نوجوان دھارن کریں تو بھارت کے آئندہ خوش قسمت زمانے کے نزدیک آنے میں شبہ
ہی کیا ہو سکتا ہے کا تبکہ آپ آلس کو چھوڑیں فیشن کی غلامی کو تیاگیں اور سادہ زندگی سادہ مقوی
غذا کو دھارن کریں اور دوسری عادات ... خوشی اور ... آنے والا ہے

قطعاً گریز کریں ان امور میں کم و بیش غلطیاں ضرور ہی آجکل تمام طلبا میں ہیں۔ جب تک جسم کی ترقی اور تکمیل جاری ہے۔ تب تک بالخصوص غذا وغیرہ میں بڑی بھاری احتیاط درکار ہے اسکے بغیر گو ہم آجکل کی نقصانات کو محسوس ہی نہیں کر سکتے تاہم جسمانی ترقی اور طاقت میں نقص ضرور ہی پڑ جاتا ہے منو ادھیائے ۲ شلوک، الغایتہ ۱۸۱ میں برہمچاریوں کو پرہیزگاری کی عادات ڈالنے کیلئے کئی امور سے منع کیا گیا ہے نہیں سوامی دیانندجی ستیارتھ پرکاش باب ۳ دفعہ ۸۹ میں ایک ہی جگہ یوں لکھتے ہیں۔

"برہمچاری لڑکا اور لڑکی شراب۔ گوشت۔ خوشبو۔ بدبو۔ مالا۔ زیور۔ مزے۔ زن و مرد کی باہمی صحبت یکجائی جانداروں کا مارنا۔ اعضا کی مالش کرنا۔ بلا سبب عضو تناسل کا چھونا۔ آنکھوں میں سرمہ لگانا۔ جوتا پہننا اور چھتری لگانا۔ شہوت۔ غصہ۔ لالچ۔ لوبھ۔ موہ۔ عشق۔ خوف۔ غم۔ حسد۔ عداوت۔ ناچ۔ راگ گانا اور باجہ بجانا۔ قمار بازی۔ بر کسی کا ذکر اذکار۔ مذمت۔ دروغ گوئی۔ عورتوں کا دیکھنا اور انکا قرب۔ دوسرے کو نقصان پہنچانا وغیرہ بد افعال کو ہمیشہ چھوڑ دیں"

ان میں سے نشوں کی غلامی اور اور حرکات کے متعلق میں سب کچھ پہلے کہہ چکا۔ بیان خورد و نوش وغیرہ کے متعلق نوجوانوں کو یہ جتانا ہے کہ پشچمی ودوان بھی نہایت زور سے ویدک رشیوں کی تائید کرنے لگ گئے ہیں۔ چنانچہ کون صاحب شادی کیلئے استری پرش کا پریم ہونا اور بڑھنا ضروری جتاتے ہیں۔ اور اسپر بحث کرتے ہوئے صفحہ ۹۶ پر لکھتے ہیں کہ جذبات کو بھڑکانیوالی غذا یا تماکو یا شراب کا استعمال کرنیوالا آدمی ہرگز پاک پریم میں ترقی نہیں کر سکتا۔

آگے باب چھ میں عورتوں کو انتخاب میں جن اوصاف والے آدمیوں کو ترک کرنا چاہئے۔ اسپر بحث کی ہے۔ صفحہ ۹۹ پر ہدایت کرتے ہیں کہ خراب صحت سے کبھی باہمی پریم نہیں ہو سکتا اور اس خراب صحت کی علت تماکو اور شراب کا استعمال ہے اور وہ زور سے کہتے ہیں کہ ایسے شخصوں سے پرہیز کرو۔ بشواس کرنیوالی پوتر آروگیہ دیویو ایسے شخص سے بیاہ کرنیسے بچو۔ جسکے کپڑے۔ بدن۔ سانس اور روح سے تماکو کی گندی بو آتی ہے ایسی خلاف فطرت میٹھی خواہشوں والا اپنا گندہ جسم تمہارے پاک وجود سے نہیں ملا سکتا ایسے شخص سے نفرت اور مضبوطی کے ساتھ بیاہ کرنے سے انکار کر دو"

اگلے صفحوں پر تماکو اور شراب کے متعلق بہت کچھ کہتے ہیں موٹے حروف میں یہ ایک نیم پیش کرتے ہیں [illegible]

بن سکتے" یا تمباکو اور شراب سے آزاد ہو۔ ورنہ ہم خاوند نہیں بناتیں اسیطرح صفحہ ۹۰ پر کام اگنی کو پرجوش کرنیوالے اسباب پر بحث کرتے ہوئے کون صاحب کہتے ہیں۔ کہ

گوشت انڈا۔ مچھلی۔ نمک۔ مرچ مصالحہ۔ بیئر پورٹر شراب۔ دیگر منشیات۔ چاہ کافی قہوہ۔ نمکین گوشت میدے کی روٹی وغیرہ تمام براہ راست جنسی جذبات اور مادہ شہوت پراثر کرتے ہیں۔

کافی۔ تمباکو شراب حیوانی گوشت وغیرہ خاصکر جنسی تعلقات والے قویٰ میں جوش اور خراش پیدا کرتے ہیں اور اس سے کام اگنی تیز ہوتی ہے اور آدمی کو عیاش بناتی ہے۔

باقی میدے کی روٹی وغیرہ قبض کرتی ہیں۔ ویریہ کی نالی پر بوجھ اور دباؤ پڑتا ہے اور اس جذبہ شہوت کو اکساوٹ ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ

ایسے ہی صفحہ ۲۲ پر لکھتے ہیں۔ کہ انسان کی روح کو تمباکو اور شراب سے بڑھکر کوئی اور عادت کلنکت داغدار نیچ اور بد نہیں بناتی۔ اور جو شخص کسی طرح بھی ان دو کا استعمال جاری رکھتا ہے۔ اسکے لئے صحت اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنیکی کوشش بے سود ہے۔

ویلتھ آف نیشنز مصنفہ آدم سمتھ میں حسب ذیل لیکھ دلچسپی رکھتا ہے۔

"سلطنت برطانیہ میں سب سے زیادہ خوبصورت عورتیں زیادہ تر آئرلینڈ کے معمولی حیثیت کے لوگوں میں ہیں جو عموماً آلو کھاتے ہیں لنکاشایر اور چیشایر کے کسان لوگ بھی جو زیادہ تر آلو اور مکھن پر گذارہ کرتے ہیں۔ انگلینڈ میں سب سے زیادہ خوبصورت قوم مشہور ہیں۔

ویلز ناروے۔ سویڈن۔ روس۔ ڈنمارک۔ پولینڈ۔ جرمنی۔ ٹرکی۔ یونان۔ سوٹزرلینڈ۔ ہسپانیہ پرتگال۔ اور روس کے انتہائے شمال سے آبنائے جبرالٹر تک کے تمام ممالک یورپ کے لوگ عموماً اور ان میں سے اکثر خصوصاً بالکل ہی نباتاتی غذا پر گذارہ کرتے ہیں

فارس۔ ہند۔ برما۔ چین جاپان۔ ایسٹ انڈیا آرکی پیلیگو۔ کوہ ہمالیہ کے۔ اور درحقیقت کل ایشیا کے لوگ نباتاتی پیداوار پر گذارہ کرتے ہیں۔

قدیم مصر اور فارس کا بڑا حصہ صرف نباتاتی غذا کھاتا تھا۔ اور موجودہ مصری دنگرو لوگ (جنکی بڑی بڑی جسمانی طاقتیں مشہور ہیں) زیادہ تر نباتاتی اشیا پر گذارہ کرتے ہیں۔

بہادر اہل سپارٹا جنکی ٹھیٹھ بنی مضبوطی و طاقت جسمانی قوت اور سختی سہارنیکی قابلیت۔ شاید قوموں کی تاریخ

میں بے نظیر ہے۔ ویجیٹیرین تھے۔ جب انہوں نے سادہ غذا کو چھوڑا۔ فوراً ہی انکا زوال ہوا یونان اور روم کی فوجوں کی جس زمانے میں فتوحات کی دھاک تھی۔ وہ ویجیٹیرین غذا کھاتے تھے یونان (جہاں پٹھوں کی طاقت کئی صورتوں میں ظاہر کیجاتی تھی) میں سرکاری کھیلیں سکھانے میں نباتاتی غذا کا تعلق رکھا گیا تھا۔ لیکن جب بعد میں گوشت کو رائج کیا گیا تو جو پہلے سے پہلوان آدمی تھے وہ بھی سست کمزور اور نکمے ہو گئے۔ انسان کی پیدائش سے لیکر اب تک ۲/۳ سے ۳/۴ حصہ کل دنیا کی آبادی کا بالکل یا قریباً بالکل نباتاتی غذا سے پرورش پا رہا ہے اور جب کبھی اس قسم کی غذائیت کے ذخیرے عمدہ قسم کے اور کثرت سے رہے ہیں اور صورتوں میں عادات ٹھیک رہی ہیں۔ تو ہمیشہ انہی تجربے کے تمام جسمانی تعلقات میں عمدہ پرورش اور بڑی طاقت رہی ہے۔"

اگرچہ شراب اور گوشت اور منشیات وغیرہ کے خلاف صدہا صفحے لکھے جا سکتے ہیں لیکن نوجوان امید ہے صدہا خرابیاں اور ذریعوں سے معلوم کر چکے ہوں گے اور کر سکتے ہیں۔ اسلئے میں محض اتنے اشارہ پر اکتفا کرتا ہوا یہی اپیل کرونگا کہ پیارے نوجوانو! ایسی چیزوں کے نزدیک تک نہ پھٹکو۔ مت سمجھو کہ حقہ تمہاری دل لگی ہے بلکہ اس سے زندگی کے بیش قیمت وقت کو قتل کیا جا رہا ہے۔ صبح سے شام تک دھواں اندر کھینچو باہر پھینکو۔ اس سے نیکا کیا کوئی قابلیت نہیں بڑھ سکتی۔ ہاں دماغ۔ آنکھ۔ حلق معدہ اور دیگر آدمی کے صحت سب کو نقصان اسکے برے اثروں سے ضرور پہنچتا ہے۔ اسی طرح اور تمام عادات شراب وغیرہ کی یا کاموں کو بے قاعدہ بے وقت بے ترتیب۔ بے انداز کرنے کی قابل تیاگ ہیں گوشت وغیرہ سے طاقت بڑھتی نہیں۔ ہاں آلس شہوت بے رحمی۔ بزدلی وغیرہ سے تمہاری اعلیٰ انسانیت کا نامہ اعمال سیاہ ہو سکتا ہے۔ پس تمام مزخرفات کا تیاگ کرتے ہوئے اپنی اس پہلی عمر کو مفید بنا دو۔ یجروید ادھیائے ۱۱ منتر ۹ میں پرماتما کا خاص حکم اس امر کے متعلق ہے جسکا بھاوارتھ حسب ذیل ہے

"لڑکے پرشوں اور لڑکیاں استریوں کی پاٹھ شالا میں جا کر برہمچریہ کی دہی پورنک ہوشیلتا سے ودیا اور بھوجن بنانیکی کریا سیکھیں اور اہار وہار بھی اچھے نیم سے سیویں۔ کبھی وشے کی کتھا نہ سنیں۔ مدہ نشہ آلس اور اتینت نِدرا کو تیاگ کے پڑھانے والے کی سیوا اور اسکے انوکول برتنے کے اچھے نیم کو دھارن کریں۔"

ہفتم عملی چال چلن کا سدھار

پیارے نوجوانو! ممکن ہے آپ زبانیں بہت سی پڑھ جاویں کتابیں ازبر کر لیویں منطق چھانٹ لیویں آپکی معلومات وسیع ہوں لیکن کیا ایسے وسائل سے آپکے اس جیون سمانہ کا مدعا پورا ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ایک شخص کروڑوں روپیہ اکٹھا کرتا ہے لیکن اسے اپنے کسی کام نہیں لاتا۔ ایک یا پانچ روپیہ کے ملازم سے زیادہ عمدہ گذارہ نہیں کرتا اور ساتھ ہی پبلک بہتری کے کسی کام پر نہیں لگاتا۔ زیور مال سب کچھ الماریوں میں بند ہے یا زمین میں دفن۔ دوسرا کروڑپتی ہے۔ وہ کنجوس تو نہیں مگر روپیہ کو رنڈی ناچ شراب کباب اور نکمے وراچاری پنڈتوں کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے میں پانی کی طرح بہلاتے جاتا ہے کیا ایسے شخص دولتمندی کے مدعا کو پورا کرتے ہیں ہرگز نہیں دولت کا ہونا تبھی سپھل ہے کہ اپنی جسمانی رکھشا کیلئے آدمی اس سے سب ویوہار سدھ کرتا ہوا۔ اور شخصوں کی جسمانی اخلاقی روحانی ترقی اور آرام۔ اشاعت تعلیم ودھرم پرچار سے صرف کر سکے نہ کہ اسے نکما کر کے اندر رو بار رکھے یا بد چلنی پھیلانے میں لگاوے بعینہ آپکا علم اپنی سچی ترقی اور عملی زندگی کے حاصل کرنے اور اپنے وجود کو دوسروں کیلئے ایسا مفید بنانے کو ہے۔ جیسا سوبھاوک طور پر ہی گلاب کا پھول مہک لڑاتا ہوا ہر پاس سے گذرنے والے کے ناک کو بھی معطر کئے جاتا ہے جسطرح روح کے بغیر جسم نکما ہے۔ اسی طرح عمل کے بغیر علم ہے جس طرح ایک بے قابو دل انسان کی عمر علم عقل طاقت لیاقت کا کھوٹے کرم اندریوں سے کرا کے تلف کرتا ہے۔ اسی طرح علم کی طاقت بے عمل سے قابو نہ کیجاوے تو موجب نقصان ہوتی ہے

پیارے نوجوانو! وید دھرم میں عملی چال چلن کے بغیر تمام علم و عقل کو دھتکار کیجاتی ہے منو ادھیائے ۱ اشلوک ۱۰۸ سے ۱۱۰ تک کا یہی مطلب ہے کہ برہمن کشتری ویش کا بھلا ویدانوکول عملی چال چلن بنانے سے ہی ہو سکتا ہے۔ آچار ہی سب کامیابیوں کا منبع ہے برہمن کو وید کا پھل کچھ نہیں ملسکتا اگر وہ آچار سے رہت ہو وغیرہ

اسی آچار کے حاصل کرنے کیلئے منوجی ادھیائے ۴ شلوک ۱۵۵ میں اپدیش دیتے ہیں

اس طرح [illegible]

کو وشیوں سے روکنا چاہیے۔ آنکھ کو روپ سے کان کو سننے سے ناک کو خوشبو سے وا اسی طرح اور اندریوں کو۔

شلوک ۹۷ میں کہا ہے کہ بدچلن آدمی چاہے وید کو پڑھے کتنا ہی یگیہ اور تپ کرے شُدھ نہیں ہوتا۔ چلن کی بہتری کا آدرش یہ ہے کہ انسان نفع نقصان دکھ سکھ وغیرہ کا خیال نہ کرتا ہوا کیوں اپنے کرتویہ کو پورا کرتا جاوے یہی شلوک ۹۸ میں منو جی کہتے ہیں

جو شخص سننے چھونے دیکھنے اور سونگھنے سے خوش ہوتا ہے نہ بغیر ان کے ناخوش وہی جتیندری ہے سب اندریوں میں سے ایک ہی اندری جہاں اپنے قابو میں نہ ہو اس کی عقل اس طرح جاتی رہتی ہے جیسے چھلنی سے پانی نکل جاتا ہے

عمدہ طریقے کے انتظام سے اندریوں کو قابو کر سکے گا تاکہ دنیا کے کاموں کو حاصل کرنا چاہیے اور اس درمیان شریر کو بھی ناش نہ ہونے دے ۱۰۰

شلوک ۱۱۸ میں کہا گیا ہے کہ ایک شخص نیک چلن اندما [illegible] پورا ہو اور پڑھا ہو صرف گایتری ہو وہ وید پڑھے ہوئے گو [illegible] اور بدعمل سے اچھا ہے

اسی طرح ادھیائے ۴ شلوک ۱۵۰ سے ۱۵۸ تک کا مطلب ہے کہ سداچار سے آدمی کاہلی چھوڑ کر آرزو رہے عمر اچھی اولاد اور لازوال دولت سداچار سے ملتی ہے جسم میں جتنے بھی عیب ہیں وہ سداچار سے دور ہو جاتے ہیں۔ بدچلن ہمیشہ بدنام [illegible] ہوتا ہے سداچاری ہی سو برس تک جیتا ہے وغیرہ

اسی طرح جا بجا مستقل مزاجی۔ نیک چلنی ستیہ بولنے۔ اندریوں کو بس میں کرنے جھوٹھ چوری سے تیاگ آدمی کی ہدایت ہے۔ دھرم کے دس لکشن بھی جیون کے ہی متعلق ہیں پانچ یم اور پانچ نیم کا اپدیش بھی محض سچے آچار [illegible] کے لیے ہے [illegible] بھونک کو [illegible] جاتی اور بنتی ہے باہر کی ہدایت وان [illegible] کی [illegible] وغیرہ سب سے آچار کی عظمت ٹپکتی ہے

ادھیائے ۶ شلوک ۱۵ میں دنیا کی مختلف حالتوں کو اعمال کا نتیجہ بتایا اور ۱۶ میں یہ جتایا ہے کہ دھرم ظاہرداری نہیں [illegible] اگر لوگ [illegible] پرواہ نہیں [illegible] نہیں

اور آگے یہ ارشاد کرتے ہیں حسب ذیل ہے

نرملی پھل اگرچہ پانی کو صاف کرتا ہے لیکن اسکا نام لینے سے پانی صاف نہیں ہوتا جب اس کو گھس کر پانی میں ڈالیں گے تب صاف ہوگا اسیطرح سے بیکھیہ یا آدیش رٹ لینا دھرم نہیں بلکہ اس دھرم پر چلنا دھرم کہلاتا ہے

غرضیکہ وید دھرم ہی اپدیش کو برہم و دھرم کہا جاتا ہے یہی امر کون صاحب بیسیوں بار اپنی کتاب میں بتلاتے ہیں وہ کہتے ہیں والدین کو بچوں میں سچی انسانیت اور اعلیٰ ذہانت پہونچانے کے لیئے خود عملی طور پر وہ رنگ لانا چاہیے گرچہ پاسماج میں دو بار ہفتہ میں حاضر آنا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ والدین سیر روشن کرم بچوں سے دھارمک زندگی بسر کریں کیونکہ جو دھرم محض پوشاک کی طرح پہنا اور اتارا جاتا ہے سچا دھرم نہیں ہوتا بلکہ محض دیکھاوا دکھاوا یا چھلاوا ہے جسطرح مصری مصری ہزار بار آدمی کہے زبان میٹھی نہیں ہوتی اسیطرح ہزار دلیل علم حاصل کیئے جاویں اور عمل میں نہ آویں علم کا اصلی اثر کبھی نہیں ہوتا جو وکا ہی اپدیش ہے جو اپنے قول کے مطابق عمل نہیں کرتا اسکے وعدہ گرچہ بہلی الفاظ اس خوبصورت پھول کی مانند ہیں جس میں رنگ تو ہے مگر خوشبو نہیں

مسیح کہتا ہے جو کچھ وہ تمہیں ماننے کا حکم دیں اسے مانو اور کرو لیکن ان کے عملوں کے مطابق نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں مگر کرتے نہیں متی ۲۳ ۳

دنیا میں کئی لوگوں کو شیخ چلی کا نام سنتے ہی حکیموں کو ہوائی محل یا خیالی پلاؤ کا نام ملتا ہے انکی وقعت ان الفاظ سے بالکل گرائی جاتی ہے کیونکہ بعض ایسے کہ عملی طور پر وہ کام نہیں آتے جو شخص کسی کام کو پوری ہمت استقلال سے کامیاب کر دکھاتا ہے وہ ایک عالم میں چمکتا ہے اس کی نظیر ہزاروں لاکھوں مردوں میں زندگی کی روح ہو گئی ہے اور اس کے کارناموں سے کمزوروں کو ڈھارس بندھتی اور کامیابی کیلئے جدوجہد کرنا حوصلہ ہوتی ہے مگر عملی طور پر کام کر کے نہ دکھایا جاوے تو شیخ چلی نام پڑتا ہے اور اپنی ساری امنگیں محض ہوائی محل اور خیالی پلاؤ کہلاتی ہیں بس عمل ہی

[illegible]

ہی عمل صادق آسکتی ہے پس سوامی دیانند کی اتش سکھشا کو اچھی طرح ذہن نشین کر دو کہ پڑھنے پڑھانے و سننے سنانے وغیرہ کا آخری تات پر یہ کیول یہ ہے یہ کہ منش اپنے عملی جیون کو سدھارے۔

ہشتم سچائی سے زیادہ کسی چیز کو درجہ نہ دینا

پیارے نوجوانو! اسوقت ہماری کمزوری جس سے ملتیہ جاتی ادھوگتی کو پراپت ہو رہی ہے یہ ہے کہ حقیقت کو چھوڑ کر نمایش کی قدر ہے دھرم اور سچائی کی بجائے دنیاوی عزت اور طاقت کی طرفداری کیجاتی ہے ایک شخص کو اندر سے آواز آتی ہے کہ فلاں شخص نے غلط دعوی کیا ہے مگر وہ چند روپوں کی خاطر عدالت میں جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ ایک دولتمند کے پاس بہت دولت ہے جسے وہ عیاشی سے برباد کر رہا ہے وہ جھوٹا ہے شرابی کبابی ہے۔ بدچلن ہے لیکن آج ایک برہمن تک اسکی چاپلوسی و ثناخوانی میں فقرے چست کرتا ہے۔ کہ آپ سے بڑھ کر کون ہے اسی طرح اپنے دنیاوی حاکموں کے آگے لوگ بہت بیباپن سے کام لیتے ہیں معلوم ہو کہ تاراستی پر ہیں۔ مگر دور اندیشی یہ سمجھی جاتی ہے ؎

گر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

اگر بادشاہ دن کو کہے کہ رات ہے۔ تو کہنا چاہیئے کہ بیشک جناب یہ دیکھو چاند اور ستارے نکلے ہیں اسیطرح جہاں آریہ سماج کا مسلمانوں یا ہندؤں سے مباحثہ ہو۔ دلیل و ثبوت فریق مخالف سے کچھ بنا نہ ہو۔ تو وہ بھی ایکطرف ڈٹا جاتا ہے اور دوسری طرف اسکے اہل مذہب جھوٹھ موٹھ اسکی تائید کرتے ہیں۔ ایسے انیک نظارے نوجوان روز دیکھتے ہیں یہ عمل ترقی کیلئے زہر ہلاہل ہے۔ دنیا کا راج دولت یا رشتہ دار یا ماں باپ بھائی بہن یا دوسرے تعلقدار۔ مولوی یا پنڈت کسی نتیجہ کی برے فعلوں کی سزا سے ریاکاری سے مواف نہیں کرا سکتے نہ کوئی بھی اس دنیا میں مصیبت کے وقت سدا وفادار رہتا ہے نہ بعد موت کے کوئی ساتھ جاتا ہے تمام زور سے وید کہ رشی جتاتے ہیں کہ سوائے دھرم سچائی کے کوئی بھی انسان کا سچا متر نہیں اور

اسی [illegible] مگر ساتھ

ہی یہ کہا جاتا ہے کہ جہاں دھرم کی ہانی ہوتی ہو یا ایسا کرنا سچائی کے خلاف ہو وہاں تمام رشتے اور لحاظ پر لات مار کر نہایت جرأت اور سچائی سے دھرم کے سیتہ کے ہاتھ پر تلے رہو

ستیرتھ برہمن پر یا ٹھگ ۷۔ انوواک ۱ میں ماتا پتا اور گورو کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ سنتانوں میں یہ بھاؤ ڈالیں کہ جو کچھ ہمارے میں اچھے فعل ہیں انکو گرہن کرو مگر ہمارے برے قول یا فعل کو ہرگز قبول نہ کرو۔ نہ ستیہ ودیا کے ورودھ کی کسی بات کو

یجروید ادھیائے ۱ منتر ۲ میں ہدایت ہے کہ ماتا پتا سنتانوں کو اس پرکار شکھشا کریں۔ کہ ہے اچھے سنتانو! تم لوگ برہمچریہ ودیا اور سچی شکھشا یا سبھیہ بھاشن آدی سے آتما کو بلوان کرو۔

اسی طرح منتر ۲ کا بھاوارتھ یہ ہے

ہے ملشیو! تم لوگوں کو اچت ہے کہ ستیارتھ ادھانتی پرکارن برہم دوسرا کارن یتھارتھ ادھانتی اور یکت سبھیہ بھاشن آدی تہاپر کرتی سے اپتن اگنی اور اوتہ ہی آدی پدارتھوں دکھا دن سے شریر سے جور آدی لوگوں اور آتما کے ادویا آدی دوشوں کو چھڑا کے مدہ آدی ورتیوں کو تیاگ کے اچھی بدھی کرا کے سکھ کو پراپت ہو کے نتیہ آنند میں رہو۔ اور کبھی اس سے ویپریت آچرن کر سکھ کو چھوڑ کے دکھ ساگر میں مت گرو۔

پیارے نوجوانو! کیا صاف حکم ہے مانس شراب آدی کے خلاف اور یہ کیا زوردار حکم ہے اس امر کا کچھ بھی ہو کبھی ستیہ کے خلاف نہ چلو ایسا کرنے سے سکھوں کا ناش اور دکھوں کا پراپت ہونا ہوتا ہے سکولوں میں ودیارتھیوں کو ایک کہانی پڑھائی جاتی ہے کہ ایک فوج کے کپتان نے ایک ملازم بچے کو شراب کباب کے جلسے میں شراب پینے کو کہا مگر اس نے انکار کیا۔ کہ میں نے اسے سویکار نہ کرنے کا برت لیا ہوا ہے افسر نے پھر کہا ساتھیوں نے زور دیا یہاں تک کہا گیا کہ حکم عدولی کی سزا موت ہے مگر اس بہادر نے صاف جواب دیا کہ موت میرے لئے مبارک ہے میں زندگی کی خاطر نہ اس چیز کو سویکار کر سکتا ہوں نہ برت کو توڑ سکتا ہوں

سب کے دلوں کو اسکی مستقل مزاجی اور سچائی نے فریفتہ کیا۔ اسکی جان بخشی ہوئی اور ہمیشہ ہی بعد میں اسکی دلجوئی ہوئی۔ فی الحقیقت نوجوانو! یہی وہ ہیں جو پیو و تفنگ کے مقابلہ میں کھڑا ہونا تلوار لے کر آگے ... ہے ... اور ہاں

کا کہنا (یعنی سب خطروں اور مشکلوں میں بھی نا راستی اور پاپ کیلئے انکار پر اصرار کرنا اور دھرم ستیہ کیلئے کسی کے روکنے سے نہ رکنا) سب سے مشکل امر ہے پھر وہی پرش ہیں جو ایسی ہمت جرأت و استقلال کو کام میں لاتے ہیں۔ منوجی ہدایت دیتے ہیں کہ تم ستیہ بولو پیاری اور میٹھی بانی سے ستیہ بولو۔ مگر کبھی تلخ سچ اور جھوٹ کبھی نہ بولو۔ کاش ہمارے دیش کے نوجوانوں میں یہ بہادری اور دھرم موجود ہو۔ اور تمام برائیوں کا ناش اور بھلائیوں کا بیج سے پرکاش ہو کر ہر پہلو میں اچھی ترقی ہو جاوے

ہمیشہ اُچ آدرش کو سامنے رکھنا

پھر کہ آپ سچے طور پر ایک اعلیٰ آدمی کے آدرش بن سکیں تقاضا کرتا ہے کہ آپ بُرے لوگوں یعنی چھوٹے شراب خوری کتابیں چھپانی یا سستی نکمے ناول پڑھنے مفت خور لٹیرے لوگوں کی صحبت سے اجتناب کریں نہایت احتیاط سے ان کے اطوار کو اپنے دل سے بہت نفرت کے ساتھ دور رکھیں اور ہمیشہ اپنے سامنے اعلیٰ اصول سدا چار کو رکھیں اور مستقل مزاج عالم با اصول پرچارک ہی اور مہا پرش لوگوں کے کارناموں پر چنتن کریں ایسا ہونے سے من کی یہ بھی بھلائیوں کو جذب کرنے کی طرف ہو گی اور آپ اپنے میں محسوس کرینگے کہ آپ پر دوسری ترغیبوں اور برائیوں کے اثر سے گراوٹ قوت سوار ہو۔ اگر آپکی امنگیں ہوں تو اعلیٰ خواہشیں ہوں تو پاک ساتھی ہوں تو نیک اور عالم۔ اگرچہ فی زمانہ اُچ آدرش بنانے کے سامان کم ہیں تاہم یدی آپ عمدہ لٹریچر کو پڑھتے رہیں۔ جو بھی مہا پرش مل سکیں انہی کی سنگت کو غنیمت جانیں اور جہاں کہیں عمدہ اور اعلیٰ انتظام سے گروکل جاری ہو۔ وہاں اکثر جایا کریں۔ برہمچاریوں کے طرز رہائش وغیرہ سے سبق سیکھیں ان کے اچھے سیر و درشن مثالی برہمچاریہ پاٹھ پھر جن آدمی کا مہا نیم ترتیب اندازہ وغیرہ کو اپنے جیون میں نقش کریں اور جہاں تک ہو سکے اسکے پالنے کا یتن کریں تو ہماری کامیابی اپنے آپ میں اُچ اور اعلیٰ اوصاف دھارن کرنے میں ہو سکتی ہے

دہم - ماتری بھاشا میں اعلیٰ لٹریچر کا مطالعہ

میں پیچھے جتا آیا ہوں کہ زبانوں کی تفریق ہماری نفاق ۔ ہمارا کھیں ہماری کم علمی
اور تنزل کا کان ہے اور یہ واقعی آپ کو تسلیم کرنا چاہئے کہ اسوقت اس تفریق سے آپکی عمر کا بہت
سا حصہ حروف اور ہجے سیکھنے میں گذر جاتا ہے یا لفظوں کو یاد رکھنے میں لیکن باوجود اس کے
مشکل حل نہیں ہوتی غیر زبانوں کے ذریعہ اصلی گیان کسی چیز کا نہیں ملسکتا کوئی بھی اعلیٰ علمیت کی کتاب
پڑھیں اول تو زبانوں کو سمجھنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور اگر معنے کر لئے جاویں تو بھی اصلی
بھاو پورے طور پر منتقل نہیں ہو سکتے ایک ایک لفظ انگریزی کا موقعہ پر جو معنے دیتا ہے اور جس سنس
میں اسکا پورا بودھ ہونا از حد مشکل ہے۔ پس کوشش ہونی چاہئے کہ آپ اس مشکل
کو دور کرنے کیلئے ناگری بھاشا میں پستکوں کو دیکھکر راہ راست نہایت جلدی اپنے اصلی علم کو
بڑھائیں۔ اس بات میں آپکو سہج سے تمام مضامین گو تھوڑا ہی سمجھ میں آسکتے ہیں دیوناگری اگرچہ
ملک کے اکثر حصوں کی زبانوں سے کچھ نہ کچھ مختلف ہے لیکن اگر بنگالی پنجابی مرہٹی گجراتی لوگو
وغیرہ بھاشاؤں کے باوجود کوئی زبان بھارت ورش میں ایسی ہے جس کے جاننے سے ابھی تمام
ملک کے لوگوں پر کوئی اپنے بھاو ٹھیک ٹھیک ظاہر کر سکتا ہے تو وہ دیوناگری ہے اسمیں
کلام نہیں کہ یہ دیوناگری ہماری اصلی زبان سے مختلف ہے لیکن اسمیں بھی اعتراض نہیں کہ
دنیا کی سب زبانوں سے نزدیک دیوناگری اصلی انسانی زبان سے ہے زبانوں کی تفریق کے
متعلق تجربے مختلف ہیں۔ لیکن بے تعلق محقق یعنی مغربی ودوانوں کی تحقیقات بھی
جو تجربہ دنیا کے آگے زبانوں کی پیدائش کا پیش کرتے ہیں اس میں یہی ثابت ہوتا ہے
کہ یہ سب زبانیں گویا ایک ہی ماتا کی پتریاں آدمی ہیں اور وہ فیصلہ دیتے ہیں کہ

وہ ماتا کل بولیوں کی سنسکرت زبان ہے

آریہ سماج اس سے آگے چلتا ہے اور اس پراکرت سنسکرت کو بھی ویدک سنسکرت سے نکلا ہوا ثابت
کرتا ہے لازمی ہے کہ جسطرح گنگا کا پوتر جل اصلی اور بالکل خالص حالت میں گنگوتری سے نکلتا ہے
اسیطرح تمام سچے علوم کو دھارن کرنیکیلئے ویدک سنسکرت کو پورن سہائتا کریں لیکن سر دست پہلا
قدم جو اب اٹھایا جا سکتا ہے پیارا جس پر ہمیں جمے رہنا چاہئے وہ دیوناگری ہے پیارے نوجوانو!
تمام ہندوستان اسوقت [illegible] اسوقت آواز

اٹھتی ہے کہ ایک ایسی زبان ایجاد ہونی چاہئے جو کل روئے زمین پر بولی جاوے اور اسمیں خیالات ادا
ہونیکے علاوہ زبانوں کے موجودہ نقائص نہ ہوں اسپرنٹو زبان کی اصلاح کرکے ایلو زبان بن رہی ہے
اسمیں تمام زبانوں کے الفاظ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ سنسکرت کو مردہ زبان جانکر تیاگا جاتا
ہے اور اسکے شامل الفاظ شامل نہیں ہوتے ممکن ہے تھوڑے عرصہ تک تو اسطرح کسی کامیابی کا ہو لیکن اگر وہ خیالات
کی وسعت کو کام میں لاویں گے تو نتیجہ یہ عمل انکے لئے ایک مضحکہ خیز خیالی ہی ثابت ہوگا جسقدر
مذاہب پیچھے جاری ہوتے آئے سب کے چلانیوالوں کا مدعا اسوقت کے موجودہ غلط اصولوں کو
ہٹانا ہوتا تھا انکی امید یہ ہوتی تھی کہ یہ مت عالمگیر ہو جائیگا لیکن نتیجہ جو ہے وہ یہ ہے کہ پہلے
مذاہب بھی قایم رہے اور انکی تعداد اس نئے مذہب سے اور بڑھگئی یعنی ایک مت کا اضافہ ہوگیا
اسیطرح آیندہ بھی انسانوں نے کوشش کی تو مت بڑھتے جائیں گے اور یہ کامیابی ناممکن ہے
جب تک وہ دھرم کے دستے ہیں انسانی سہاسے چھوڑکر اصلی دھرم قدرتی پر آرڈھ نہ ہوں
میکس مولر کا قول ہے کہ سرشٹی کے آدسے ابتک دنیا پر کوئی نیا دھرم نہیں چلسکا سچائیاں
تینوں کال میں ایک جیسی رہتی ہیں اسیطرح زبانوں کے جاری کرنیکی بنیاد یہ تو
تھی کہ باقی زبانیں متروک ہو جاوینگی لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مشکل اور بڑھتی گئی اب بھی اسپرینٹو
سے وقت دور نہیں ہوئی تو ایلو ایجاد ہو رہی ہے اور ہوگا تو یہی کہ پچھلی زبانوں کے ساتھ
وہ اور بڑھ جاوینگی ۔ ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

پس نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ ایسے غلط طریق سے نفرت کرتے ہوئے روئے زمین کی قدیم اصلی زبان
تک پہنچنے کا تہیہ ابھی سے شروع کریں اور سب سے پہلے دیوناگری میں لٹریچر قابل سکے
اسکی قدر کریں اور اسکا ابھیاس کریں آریہ سماج نے کوشش کی تو یہ لٹریچر تمام علوم سے
جلد بھرپور ہوگا اور آپکو آسانی سے گوڑہ سے گوڑہ مضامین سمجھا سکیگا بھی وہ یا مادہ کی اندرونی
حقیقت اور انسانی جسم کے اندرونی بدھی۔ آتما پرم آتما آدی کے باریک مضامین کو سکھنا ہے
لیکن روئے زمین پر ایک ہی زبان سنسکرت کے ہو اور ایسی نہیں جسمیں ٹھیک بیان انکے متعلق ہو
نہ ہی الفاظ کا ذخیرہ کسی میں اتنا وسیع نہ انکی بناوٹ کسی مکمل گرامر کے مطابق ہے جتنا سنسکرت
کے الفاظ کی ہے ساتھ ہی اور زبانوں کے الفاظ اصطلاحات اس قابل ہی نہیں کہ وہ آتما

پرماتما آدی کے سروپ اور گن کرم آدی کو ٹھیک ٹھیک انوبھو کرا سکیں۔ کیونکہ اصلی بھاؤ ان الفاظ میں بھرا ہی نہیں گیا

خاتمہ اور آخری نویدن

آریہ گن اور بھارت دیش باسیو! میں نے چند امور پر اپنی بدھی انوسار وچار آپ کے سامنے رکھے ہیں۔ آشا ہے آپ کو اس نتیجہ نکالنے میں ان اوراق سے مدد ملیگی کہ کسی طرح کی ترقی بھی آپ اور اور سوسائٹیاں بنانے یا معمولی اصلاح کے کاموں سے نہیں کر سکتے۔ تمام ترقیوں کی بنیاد یہ آتما ہے جسم، دل، عقل، روح سب کی ادھتی اور بل کا یہی کیندر ہے۔ کسی ملک کی وسعت پر اسکی ترقی منحصر نہیں۔ ایسا ہوتا تو روس کا ڈنکہ تمام عالم میں بجا ہوتا۔ کسی ملک کی آبادی کی زیادتی ترقی کا سچا معیار نہیں ہوتا۔ تو چین تمام مہذب دنیا کا سرتاج سمجھا جاتا۔ کسی ملک کی زرخیزی یا دولت مال کی زیادتی اس کی ترقی کی دلیل نہیں۔ اگر ہوتا تو بھارت دیش کو موجودہ غلامی و گراوٹ نصیب نہ ہوتی۔ کسی ملک کی صنعت و حرفت اور مادی ترقی ظاہر نہیں کرتی کہ وہ ملک سب میں ممتاز ہے۔ ایسا ہوتا تو مغربی عظیم سلطنت روما اس طرح کمزور نہ ہو جاتی۔ ایسا ہی دریاؤں پہاڑوں جنگلوں یا خوبصورتی وغیرہ پر کوئی ملک اپنی ترقی کے لئے ناز نہیں کر سکتا۔ نہ کسی بھی نمائشی ذریعہ پر ترقی منحصر ہے بلکہ اہالیان ملک کی اندرونی حالت پر ان کے علم و عقل۔ ان کی ذہنی اخلاقی مجلسی عمدہ حالت ان کے دل و دماغ و جسم کی مضبوطی اور روحانی طاقت پر ملک کی ترقی منحصر ہے۔ چھوٹا سا دیشی ملک انگلینڈ جوں ہی کچھ اوصاف دھارن کرتا ہے ترقی کی گھوڑ دوڑ میں بڑھتا ہوا روئے زمین کے تمام ممالک کو مات کرتا ہے۔ اور کل ممالک کے سرتاج آریہ دست کے تو ابھوں میں سے جونہی کہ اچھے اوصاف دور ہوتے ہیں۔ وہ اپنی معکوس ترقی کرتا ہے ذلت اور رسوائی اور تنزل کا منہ دیکھتا ہے واقعی یہ قیمتی اصول ہے کہ جو جیسے مستحق ہو۔ وہی ترقی پا سکتا ہے اور جن میں جتنے زیادہ اچھے اوصاف ... ترقی ... مستحق ... ترقی ... کا ... اسی طرح

کے قابل منتوں کے آگے ہاتھ باندھے کھڑی ہوتی ہیں۔ اسی لئے بجائے ہوائی محل بنانے کے بھارت ورش کو وہ ذریعہ اختیار کرنا چاہئے جس سے ہر طرح سے لائق اور مضبوط آدمی بھارت ورش میں تیار ہو سکیں۔ اور یہ سب جانتے ہیں کہ وہ ذریعہ گوروکل ہی ہے۔

کام کی تقسیم کا اصول کسقدر مفید ہے مہذب ممالک اس کی بدولت کس طرح آرگنیزیشن مضبوطی سے چلاتے ہیں۔ وید میں ہی اپدیش پرم آتما نے دیا اور پورے طور سے کاموں کی تقسیم کرکے برہمن کھشتری ویش اور شودر ان چار ورنوں میں منشوں کو بانٹنا سکھایا ان ورنوں میں داخلہ قابلیت پر منحصر تھا۔ اور قابلیت برہمچریہ آشرم میں حاصل ہوتی تھی۔ اس لئے ورن ویوستھا کی بحالی سچے معنوں میں ممکن ہی نہیں جب تک گوروکل قائم نہ ہوں وقت کی تقسیم ہر کام کے لئے انسانوں کی عمروں کو ہزار ہا گنا مفید بنا سکتی ہے گورنمنٹ اور دیگر مہذب قوموں میں اس اصول کی پابندی سے جو کرشمے ہو رہے ہیں۔ وہ مخفی نہیں۔ اس اصول کا پرکاش بھی وید نے ہی کیا چنانچہ چاروں آشرموں میں زندگی کے وقت کو تقسیم کرنا بنیادی اصول ہے۔ اب اس آشرم ویوستھا کو پھر ستھاپن کرنے کی اوشیکتا ہے اور پہلا آشرم برہمچریہ ہے۔ اس کے بغیر گرہستی بانپرستھی اور سچے سنیاسی ہو بھی نہیں سکتے۔ اس لئے اوشیک ہے کہ گوروکل بھرتی ہوں کہ برہمچریہ آشرم کا رواج ہو

وید میں ہدایت ہے سولہ سنسکاروں کی جو آدمی کو سچا منش بنانے میں بھاری مدد دیتے ہیں۔ لیکن ان سنسکاروں کی بنیاد و اصلی کامیابی ماتا پتا کے برہمچریہ ودیا سیوتا اور من کو شد سنکلپ بنانے پر ہے ورنہ ان کا آنا ٹھیک ریتی سے پورا نہیں ہو سکتا اس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ گوروکل کے ذریعہ اوصاف آئندہ سنتان میں ہوں۔

پانچوں یگیہ روزانہ کرنا منش جاتی کے لئے اتینت اوشک ہے۔ لیکن برہمچریہ اور ودیا دھین رہانی نیت کے بنا نہ ایشر کے اصلی گن آدمی کا گیان ہوتا ہے۔ نہ یوں یگ کی حقیقت کا نہ ماتا پتا گورو یا اتتھی آدمی سے اپنے سچے سمبندھ کا اور جو نہ ایسا گیان نہ

اُن کی سچی عظمت کا پتہ نہیں لگتا نہ شردھا پیدا ہوتی اور نہ عملی کام ہو سکتا ہے اگر شردھا آدمی ہوں بھی تو بڑا ہو جانے پر نئی عادتیں ڈالنا اتی کٹھن ہوتا ہے اس لیے بھی اوشیک ہے کہ سنتانوں کو سچا گیان اور اُس کے انوکول تمام موٹے اور مشترکہ روزانہ فرائض کی تعمیل کا پورا عادی بنایا جاوے۔ ایسی کوئی بھی اوشیکتا سوائے گوروکل کے پوری نہیں ہو سکتی +

کمزوری بیماری جھوٹھ۔ دغا فریب بد چلنی وغیرہ سے دکھ اور کلیش ہے تو اس کیلئے بھی اوشیک ہے۔ کہ گوروکل آدی کے ذریعہ ان کمزوریوں کا تدارک کیا جاوے۔

یدی یہ برائیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ ان کی ہاہاکار کا دھواں گگن منڈل میں چھا کر بھارت دیش کو کلنکت کر رہا ہے یا اور طرح بھچار و اسقاط آدی سے کہیں گھور دکھ میں پھنسانے والے پاپ ہو رہے ہیں۔ تو لازمی ہے کہ برہمچریہ کے سیون کے لئے گوروکل آدی کھولے جاویں گے آدمی نہ ہونگے تو یہ برائیاں بھی نہ رہینگی بلکہ سب قدرتی عمر کو بھوگینگے۔

اسی طرح تمام کاموں کے لئے کلا کوشل کے لئے کمپنیوں کے لئے بیوپار آدی کے لئے دنیا کے دور دور ملکوں میں ویدک دھرم کا سندیسا پہنچانے اور انہیں شانتی کا منہ دکھلانے کے لئے نیک چلن دھرماتما پورے عالم ایماندار پاربکیر اور دل و جسم وغیرہ ہر طرح سے بلوان پرشوں کی ضرورت ہے اور اسی لئے گوروکل کی آدمیوں کی ضرورت ہے روپیہ کی ضرورت ہے سامان کی ضرورت ہے محنت اور تپ کی ضرورت ہے۔ لیکن جس دیش میں ایک کروڑ سادھو ہاں نکمے اور مفت خورے بھگوے پوشوں کے لئے۔ لاکھوں مندروں کی بناوٹ اور پجاریوں آدی کی پالنا کے لئے کروڑوں۔ اربوں۔ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ کیا وہاں گوروکلوں کے لئے دھن نہیں مل سکتا۔ اور اگر ایسے لوگوں و سنستھانوں میں بڑی بڑی پوزیشن والے اور تعلیم یافتہ شردھالو ہر ادنےٰ سے ادنےٰ کام سیوا کا دھرم سمجھ کر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ تو کیا اس سچی اونتی کے کیندر برہمچریہ آشرم کے پرچار دینے میں سیوک کرمچاری نکلنے کٹھن ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس دیش کے آگے ایسے [illegible]

صرف ضرورت بھارت واسیوں کے وچارنے کی ہے ضرورت ان کے توجہ کرنے
کی ہے۔ ضرورت ان کے بیدار ہونے کی ہے۔ ضرورت لوگوں میں گوروکل سسٹم
کی عظمت نقش کرنے کی ہے۔ اور ضرورت روپیہ کا سچا استعمال سکھلانے کی ہے
آریہ سماج کے سچے اصول دلوں کو زور سے پکڑ لیتے ہیں۔ صرف ان کو پھیلانے
کی کوشش میں فرق ہو رہا ہے۔ ورنہ اگر لوگوں میں اتنا ہی پرچار ہم کامیابی
سے کر سکیں کہ مفت خورے نکمے لوگوں کو کھلانا پلانا ہمارے لئے نہایت خوفناک
خرابیاں پیدا کر رہا ہے۔ اگر لوگوں کو صرف شراب خوری سے ہی بچا سکیں اگر
بھبچار کے خلاف ہی دلوں کے اندر زوردار آواز پہنچا سکیں تو کیا ان خرابیوں
میں برباد کرنے والے وہی روپیہ ایسے یگیوں کی سپھلتا کے لئے لگا کر نہیں
پا سکتے۔ صاحبان اور تو اور میرا یہ خیال ہے۔ کہ بھارت ورش کی ودھواؤں
میں بھی یہ خیال اگر مضبوطی سے پہنچایا جاوے کہ تپسی سا گرام کا بیاہ محض ایک
فضول بات ہے۔ وید کے ودودھ اور جہالت ہے تو وہ بھی اس بیاہ کی بچت کو
وید ودیا کے پرکاش کے اس سچے سادھن میں لگا کر تمام دنیا کے آگے دان
کی نظیر قائم کر سکتی ہیں۔ کاش کہ آریہ پرش کسی بھی انشٹ میں اپنے پرچار کو
کامیابی سے کر سکیں اور دوسرے تمام بھائی اپنے کرتویہ اور نفع نقصان کو سمجھ
سکیں۔ تو برہمچریہ آشرم کے سوراج سے ہماری اور سب کی ادھوگتی جلد دور ہو۔
ہم کام نہ کریں۔ اپنی کمزوریوں سے اپنے کاموں کو نقصان پہنچائیں تو اور بات ہے
ورنہ اس میں کلام نہیں کہ اگر سچی ادھگتی کا کوئی سادھن ہے تو
گوروکل ہی ہے +

پرماتما ہمیں بدھی کا پرکاش دے۔ کہ ہم برہمچریہ سے [illegible] تپ اور بل کی
مہاتما کو انوبھو کر اور کرا سکیں۔ اور بل اور پرشارتھ دے۔ کہ [illegible]
سے اوسا [illegible] ساگری سے گوروکل روپی مہان یگیہ چلانے کا پربندھ کرنے [illegible]

معذرت

اے ناظرین! لکھائی چھپائی وغیرہ کے تمام نقصوں کیلئے ہیں آپ سے معافی
ہوں اگر موقعہ دوسرے ایڈیشن کا ملا۔ تو سب امور کی اصلاح ہو جاویگی نیز ہندی ایڈیشن
میں دیجاوے گی۔ کچھ میری غیر حاضری سے اور کچھ خاص وجوہات سے نہایت تھوڑے
میں کام کرانیکے سبب یہ کمیاں واقعہ ہوئی ہیں۔

غلطنامہ

نمبر سطر	غلط	صحیح
١	ر	ہر
١٠	جھٹکا	جھٹکا
٣	اُن	اُس
٢٢	محص	محض
١	گرانے	گھوانے
٤	کا ذریعہ بنتے	
١٤	کامیابی	ناکامیابی
١٧	نشوں کی	منشوں کی
	مہاں	مہان
	جیسے	
١٤	کھنیڈ	اکھنڈ
١٩	ترگے	ترگے
	یتھا گیہ	یتھا رکھ
٧	محراج	معراج
١	ہی	رہی
٢٠	ورزش	ورزش
١٥	فزیکل پ سنس آف رلیف	فزیکل بے سس آف لایف
٢٠	آج	اُچ
١٩	پرما	پرمہیرا
١٦	پچاسی	پھانسی
٩	ناٹیا	ناٹیا پتا
٣	یودیکھ	بودیشٹھ
١١	یہ کہتا	یہ کھیے
٢٣	نوک	لوگ
١٦	چیوراٹگ	جیو پانڈگ
١٥	یدوشتول	یدوشتوں
١٤	کہ سکتی	کیا جاسکتا ہے
١٥	سکام ہے	سکا م کیا ہے
٢١	دیی جائے	دیا جائیگی

نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح
٦٤	٣	توڑتا	توڑنا
٦٦	٨	بیگ	بیک
٦٧	١١	بانک	بالک
	١٢	روزرہا	مر رہا
٨٠	٢٢	پہین	بہین
١٠٦	٥	پیاسے	
١٢١	٢٣	زور	وہ ہسرور
١٣٧	٨	نیپوٹن	نیوٹن
	٩	سنوامی	مہرشی
١٣٨	١٢	علوم کے	علوم کے نہ
١٣٩	١٦	کہ	
١٤١	١٣	پریشو	پرمیشور
	١٤	تو بہتر ہو تو	تو بہتر-
١٣٣	٤	ہز آنر	ہز آنر
١٣٥	٩	لوپ	لوپ
١٤٣	٢٤	یقین	یقین
١٥٤	٣	مانگی	مانگتی
١٥٥	٢٢	بیجار	بچار
١٥٨	٥	اور بانسک	اور ہزیہ
١٥٩	٢٣	دیاڑہ	دررہ
١٦٤	١١	مختصرات	مختصر

سمرپن

بھارت ورش کی موجودہ مندا وستھا میں برہمچریہ آشرم کو پھر جیوت کرنے کیلئے گوروکل سسٹم کے رواج دینے کا خیال یا اس خیال کا اظہار یا لوگوں کا اس خیال کو ماننا یا کسی کا عملاً اس کام کیلئے یتن کرنا سب امور ایک سے ایک زیادہ مشکل تھے لیکن ایک آریہ پرش نے ورڑھتا اور سچے بشواس سے کٹی بدھ ہوکر کام کیا اور ان سب مشکلوں کو بہت کچھ دور کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ گوروکل سسٹم کو اس وقت لوگ دلوں میں پریم اور بشواش سے جگہ دے رہے ہیں مصنف اپنی اس ناچیز تصنیف کو اسی مہاتما منشی رام جی گورنر گوروکل کانگڑی کے نام نامی پر سمرپن کرتا ہے جنہوں نے اتنا کام کر دکھایا +

لچھمن داس